رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر

• فرشتوں کے عجیب وغریب حالات اور اقسام
نیز اُن گھروں کا مفصل تذکرہ جن میں
رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے

اردو ترجمہ
بیوت لا تدخلها الملائکة

مؤلف
عکاشہ عبد المنّان

مترجم
مولانا آصف نسیم صاحب

رحمت کے فرشتوں
سے محروم گھر

رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر

فرشتوں کے عجیب و غریب حالات اور اقسام
نیز ان گھروں کا مفصل تذکرہ جن میں
رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے

اردو ترجمہ
بیوت لاتدخلها الملائکة

مؤلف
عکاشہ عبدالمنان

مترجم
مولانا آصف نسیم صاحب

اریب پبلیکیشنز
1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

نام کتاب : رحمت کے فرشتوں سے محروم گھر

مؤلف : عکاشہ عبدالمنان

مترجم : مولانا آصف نسیم صاحب

ناشر : اریب پبلی کیشنز

سنہ اشاعت : 2008ء

صفحات : 220

قیمت : 80/-

RAHMAT KE FARISHTON
SE MEHROOM GHAR
– Akasha Abdul Mannan

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542 پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی-۲

فون: 23282550 / 23284740 فیکس: 23267510

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	عرض مترجم	۸
۲	مقدمہ	۱۱
۳	فرشتے کون ہیں اوران کے کیا کیا کام ہیں	۱۳
۴	فرشتے اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق ہیں	۲۳
۵	فرشتوں کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنا	۲۷
۶	فرشتوں کی عبادت	۳۱
۷	تسبیح اوراس کے فضائل	۴۰
۸	ملائکہ کی معصومیت	۵۲
۹	پہلی دلیل	۵۲
۱۰	دوسری دلیل	۵۳
۱۱	تیسری دلیل	۵۳
۱۲	فرشتوں کی شکلیں اختیار کرنے کی قدرت	۵۵
۱۳	فرشتوں کی قوت اورقدرت وطاقت	۷۹
۱۴	فرشتوں کے کام	۹۲
۱۵	(۱) ''رضوان'' جنت کا دربان	۹۲
۱۶	(۲) ''مالک'' دوزخ کا داروغہ	۹۶
۱۷	(۳) ''ملک الموت'' (موت کا فرشتہ)	۹۷

۱۸	رحمت اور عذاب کے فرشتے	۱۱۴
۱۹	منکر نکیر	۱۳۹
۲۰	''کراماً کاتبین''	۱۴۸
۲۱	نگہبان فرشتے	۱۵۷
۲۲	''ملک الجبال'' پہاڑوں کا فرشتہ	۱۶۲
۲۳	رحمِ مادر پر مقرر فرشتہ	۱۶۳
۲۴	روزی پر مقرر فرشتے	۱۶۶
۲۵	خرچ کرنیوالوں پر مقرر فرشتے	۱۶۷
۲۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے پر مقرر فرشتے	۱۷۰
۲۷	نماز پر مقرر فرشتے	۱۷۲
۲۸	گھر سے نکلنے پر آدمی پر مقرر فرشتے	۱۸۰
۲۹	جنازوں پر مقرر فرشتے	۱۸۰
۳۰	بجلی کی کڑک، چمک اور بادلوں پر مقرر فرشتے	۱۸۱
۳۱	وہ گھر جن میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	۱۸۳
۳۲	وہ حالت کہ جس میں آدمی شیطان کے ساتھ ہوتا ہے	۱۸۳
۳۳	گھر سے نکلتے وقت یا تو آدمی شیطان کے جھنڈے تلے ہوتا ہے یا فرشتہ کے جھنڈے تلے	۱۸۴
۳۴	جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہو فرشتے اس کو چھوڑ دیتے ہیں	۱۸۵
۳۵	جب بندہ جھوٹ بولے تو فرشتہ ہٹ جاتا ہے	۱۸۵

۳۶	وہ غصیلا شخص کہ جو شیطان سے پناہ نہ مانگے فرشتہ اس سے ہٹ جاتا ہے	۱۸۵
۳۷	افعالِ غضب کے مراتب	۱۸۹
۳۸	غضب کے لواحق	۱۹۱
۳۹	غصہ اور شجاعت کا (اس طرح) مل جانا (کہ دونوں میں امتیاز نہ ہو سکے)	۱۹۴
۴۰	جب بیوی خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ سوئے	۱۹۵
۴۱	وہ تین جن کے قریب فرشتے نہیں جاتے	۱۹۸
۴۲	قطعِ رحمی کرنے والے پر فرشتے نہیں اترتے	۱۹۸
۴۳	تصویر والے گھر میں فرشتے نہیں داخل ہوتے	۱۹۹
۴۴	کتے والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	۲۰۰
۴۵	فرشتے نجاست والے گھر میں داخل نہیں ہوتے	۲۰۳
۴۶	فرشتے جنبی شخص کے گھر میں داخل نہیں ہوتے	۲۰۳
۴۷	فرشتے گھنٹی والے گھر میں داخل نہیں ہوتے	۲۰۴
۴۸	فرشتے شیطان کے بستر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے	۲۰۴
۴۹	جس کے پیچھے شیطان سوار ہو گیا اس کے پیچھے فرشتہ سوار نہ ہوگا	۲۰۴
۵۰	جس گھر میں سنت پر عمل نہ ہو وہ شیطان کی چراگاہ ہے	۲۰۵
۵۱	جن گھروں میں نماز اور ذکر نہ ہو ان گھروں میں فرشتے داخل نہیں ہوتے	۲۱۴

﴿عرضِ مترجم﴾

الحمد للّٰہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد!

بے حد شکر اس ذات کا جس نے ہمیں اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور ہدایت کی راہ سجھائی اور انبیاء و مرسلین اور سب کتابوں اور تمام فرشتوں اور جنت ودوزخ اور روزِ آخرت پر ایمان لانے کی توفیق نصیب فرمائی اور بے حد صلوۃ وسلام ہو سب نبیوں کے سردار، وجہِ کائنات، خاتم الانبیاء والرسل، سرور دو عالم حضرتِ محمد ﷺ پر جنہوں نے اپنی امت کو قدم قدم پر بھٹکنے سے بچایا، اور ہدایت کے نور کی طرف کھینچا، اور گمراہی کے اندھیروں سے نکالا اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور فرشتوں اور گزشتہ آسمانی کتابوں کے بارے میں یہود ونصاریٰ کے افراط وتفریط پر مشتمل زیغ وضلال کی راہ سے ہٹا کر دینِ فطرت، دینِ اسلام کی صراطِ مستقیم پر ڈالا اور دنیا و آخرت کی ہمہ جہتی سعادت اور صلاح وفلاح سے امت کو ہم کنار کیا۔

"بیوت لا تدخلها الملائكة" نوجوان فاضل ''عکاشہ عبدالمنان'' کی فرشتوں کے بارے میں ایک اچھوتے موضوع کی نہایت عمدہ اور مستند کتاب ہے کہ جس کا ترجمہ اس سراپا تقصیر کے قلم سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ واقعی دینِ اسلام کے سچے اور سُچے علوم کی یہ معجزہ نمائی ہے کہ اس کے عجائب وغرائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس کوتاہ نظر اور علم وعمل سے خالی کی معلومات کی حد تک شاید اب تلک اس موضوع پر انفرادی حیثیت سے کسی نے روشنی نہیں ڈالی، ہاں البتہ فرشتوں کے بارے میں جملہ معلومات اسلام کے مستند ذخیرۂ علم میں جا بجا موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں اور حدیث وتفسیر کی کتابیں ان کے مبارک تذکروں سے لبریز ہیں۔

فاضل مصنف نے اس موضوع پر جن کتب کو مدار ومعیار ٹھہرایا ہے وہ قرآن وحدیث کا نہایت مستند ذخیرہ ہے۔ ہر بات کو اس کے حوالہ کے ساتھ ذکر کرنے نے اس کتاب کی نہ صرف یہ کہ ثقاہت کو بڑھایا ہے بلکہ اس کی افادیت میں بھی اضافہ کیا ہے۔

فاضل مصنف نے اس کتاب میں فرشتوں کے بارے میں جملہ معلومات کو اکٹھا کر دیا ہے جس سے نہ صرف علم میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ فرشتوں کے بارے میں بصارت وبصیرت میں مزید جلا ملتی ہے کہ جو یقیناً ایمان میں اضافہ اور ترقی کا سبب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے

اس موجودہ دور میں کہ جس کی روش "کچھ بڑھا بھی دیتے ہیں زیب داستاں کے لیے" ہے کہ جہاں پر واعظِ خوش الحان محض عوام میں پذیرائی کے لیے فرشتوں کے بارے میں نہایت انوکھی، ان کہی باتیں سنانے کا وطیرہ اختیار کیے ہوئے ہیں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ ان کی غلطیوں کی اصلاح ہو۔

کچھ باتیں ہیں کہ جو ہم بچپن سے سنتے چلے آتے تھے مگر مستند علماء کرام سے رجوع نہ کرنے کی وجہ سے وہ زبانِ زد خلائق و ہر خاص و عام ہیں مثلاً یہ کہ "نیکیوں والا فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھتا ہے اور برائی لکھنے والا فرشتہ بائیں کندھے پر بیٹھتا ہے" یہ درست نہیں کیونکہ حدیث میں فقط دائیں اور بائیں طرف کا تذکرہ ہے نا کہ کندھے کا۔

اس طرح کی اور بھی مفید باتوں کا علم اس کتاب سے حاصل ہوگا اور "اغلاط العوام" کی تصحیح میں یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔

اس کتاب کا "مرکزی نکتہ" تو فقط ان امور کو جتلانا تھا کہ جنہوں نے رحمت کے فرشتوں کو ہمارے گھروں میں آنے سے روک دیا ہے، لیکن فاضل مصنف نے اس نکتہ کی مرکزیت کو باقی رکھتے ہوئے دیگر کئی مفید باتوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے اور صاحبِ کرم کریم یوں ہی ہوا کرتے ہیں۔

"وللارض من كاس الكريم نصيب"

فاضل مصنف نے اس کتاب میں معاشرتی آداب اور روز مرہ کی زندگی اور ازدواجی زندگی کے بعض نہایت ضروری پہلوؤں پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔

قرآن اور علومِ قرآن کی تحصیل کہ جواب بعض بدبخت لوگوں کے نزدیک ایک لایعنی کام بن چکا ہے، اس کتاب میں قرآنی علوم کی تحصیل کی ضرورت اور افادیت پر بہت اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

آیئے! اس کتاب کو پڑھیں، اور دیکھیں اور سمجھیں کہ آج کی انسانیت کیوں سلگ رہی ہے، کس آگ میں جل رہی ہے، گھر گھر عبرت کا نمونہ بنا ہوا ہے کیوں؟ رحمتیں برستی نہیں، آفتوں نے گھیر رکھا ہے، ایک بے چینی ہے کہ جیوؤں پر اس کا راج ہے، رب ناراض ہے۔

آیئے! ان اسباب کو زندگیوں سے دور کریں۔ رحمتوں کو متوجہ کریں یہ بظاہر آباد اجڑے اجڑے گھر نئے سرے سے آباد کریں۔ اللہ کے تذکروں سے منور کریں اور رب کو راضی کریں۔ (آمین)

آخر میں اس گناہ گار کی سب احباب سے گزارش ہے کہ بندہ کی اس جرأت بے جا پر کہ قرآن وحدیث کے متون کا ترجمہ کیا ہے کہ جہاں قلم قدم قدم پر "من کذب علی متعمدا فلیتبوّأ مقعده من النار" کی وعید سے لرزاں وترساں رہا کہ کہیں کوئی لفظ مرادِ خداوندی کی ترجمانی سے چوک نہ گیا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کی حقیقی غرض و غایت کے بیان میں کوتاہی نہ کر گیا ہو' اگر کوئی کمی و کوتاہی دیکھیں تو اس کو دامنِ عفو میں چھپائیں اور بندہ گناہ گار کو ضرور مطلع کریں کہ آئندہ اس کوتاہی کا اعادہ نہ ہو۔"

اس کتاب کا ترجمہ تو ہو گیا لیکن

"کہاں میں اور کہاں نکہتِ گل
نسیم سحر یہ تیری مہربانی ہے"

میں گناہ گار خطا کار ہرگز ہرگز اس لائق نہ تھا، یہ سب کا سب میرے شفیق اور محترم اساتذہ کرام کا فیض اور ان کی نظر توجہ ہے اور والدین کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں التجاء ہے کہ وہ اس ادنیٰ کوشش کو خالص اپنے لئے بنالے اور میری اور میرے والد مرحوم جناب میاں محمد عاشق نسیم صاحب اور جواں مرگ بھائی محمد ہمایوں نسیم اور والدہ اور اولاد کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین یارب العالمین

ابوزلفہ
محمد آصف نسیم جھنگ شہر
فاضل قاسم العلوم ملتان

﴿مقدمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد للّٰه، نحمده و نستعينه و نستغفرهٗ، و نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا و من سيئاتِ اعمالنا، من يهد اللّٰه فلا مضلّ له، و من يضلل فلا هادی له، و أشهد لا اله الا اللّٰه وحده لاشريک له، و أشهد أن محمدًا عبده و رسوله

امابعد!

آپ فرشتوں اوران کی طاقت (واختیارات) اوران کی شکلوں کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ آپ ان پر کیسے ایمان لاتے ہیں؟ فرشتوں کی صفات کیا ہیں؟ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وتسبیح کیسے کرتے ہیں اوران کے کام کیا کیا ہیں؟ مشہور فرشتے کون سے ہیں؟ فرشتوں کا اہلِ ایمان سے کیا تعلق ہے؟ آپ فرشتوں کے لیے کن حالات میں دعا کرتے ہیں؟ اورآپ ان کے لیے دعا کیسے مانگتے ہیں؟ اورآپ کیسے فرشتوں کو دوست بناتے ہیں اور کیسے ان سے جنگ کرتے ہیں؟ وہ کون سے گھر ہیں کہ جن میں فرشتے داخل نہیں ہوتے؟ خاص حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کیا کام ہے؟ نافرمانوں کے ساتھ فرشتوں کا طرزِ عمل کیا ہے؟ کیا ایسی مخلوقات ہیں جوفرشتے دیکھ سکتی ہیں؟ اورفرشتوں کی زندگی کیسی ہے؟

اس کتاب میں ہم ان سب سوالات اور دیگر سوالات کے جوابات تو جلدی جلدی میں (مختصر مختصر) دیں گے البتہ ہم فرشتوں کے گھروں میں داخل ہونے کے اور اس سبب کے بارے میں طویل گفتگو کریں گے کہ جوفرشتوں کوگھروں میں داخل ہونے

سے دور رکھتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ان باتوں سے عبرت حاصل کریں اور فرشتوں کے ساتھی بنیں (نا کہ ان کے دشمن) اس موضوع پر میری سب سے بڑی دلیل قرآنِ کریم، معتمد تفاسیر اور احادیثِ نبویہ شریفہ ہیں۔ اللہ ہی اس مقصد میں میرا مددگار و حامی و ناصر ہے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

عکاشہ عبدالمنان

﴿فرشتے کون ہیں اور ان کے کیا کیا کام ہیں﴾

شریعت میں یہ بات آتی ہے کہ فرشتے کئی قسم پر ہیں جیسا کہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ (فرشتوں کی) ہر قسم کا ایک (الگ) کام ہے۔ فرشتوں کے سردار تین ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام کہ جنہیں اس وحی کا کام سپرد کیا گیا ہے کہ جس سے دلوں اور روحوں کی حیات ہے۔

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام کہ جن کے ذمہ بارش (برسانا) ہے کہ جو زمین، اور زمین کی پیداوار اور حیوان کی زندگی ہے۔

(۳) حضرتِ اسرافیل علیہ السلام جن کے ذمہ وہ صور پھونکنا ہے جو مخلوق کی موت کے بعد اس کی (نئی) زندگی کا سبب ہے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب، زمین و آسمان کو پیدا کرنیوالے، غائب اور حاضر کو جاننے والے، آپ اپنے بندوں کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرنے والے ہیں کہ جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے، تو مجھے اپنے حکم سے اس حق کی ہدایت دے کہ جس میں اختلاف کیا گیا، بے شک آپ جس کو چاہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں۔"[1]

---

[1] اس حدیث کو مسلم نے "صلوۃ المسافرین" ۲۰۰ میں، نسائی نے ۳/۲۱۳ اور ۸/۲۷۸ میں اور ترمذی نے (۳۴۲۶) اور (۳۴۲۰) میں اور ابوداؤد نے "الاستفتاح للصلوۃ" میں "ب ۶" میں اور ابنِ ماجہ نے (۱۳۰۷) اور احمدؒ نے ۶/۶۱ اور ۱۵۶ میں اور حاکمؒ نے ۳/۶۲۲ میں اور بیہقیؒ نے "سنن" میں ۳/۵

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے جبرائیل علیہ السلام کی قرآن میں نہایت عمدہ تعریف کی ہے اور بہت پیاری صفات کے ساتھ ان کو موصوف کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ﴾ (التکویر ۱۵تا۲۱)

''ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں (اور) جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں اور رات کی قسم جب ختم ہونے لگتی ہے اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے کہ بے شک یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے جو صاحب قوت، مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا سردار اور امانت دار ہے۔''

یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کی یوں تعریف کی ہے،

''آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (یعنی بھیجے ہوئے) ہیں اور آپ اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں اور آپ اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کے پاس قوت والے اور درجہ پانیوالے ہیں۔ اور آپ آسمانوں میں (سب کے) مانے ہوئے ہیں اور وحی الٰہی کے امین ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تعریف بھی فرمائی ہے۔

میں اور طبرانی نے ''الکبیر'' میں ۱/۱۶۲ میں اور بغویؒ نے ''التفسیر'' میں ۶/ ۸۷ میں اور ''شرح السنۃ'' میں ۴/۱۷ اور ابن السنی نے (۱۰۱) میں اور ابن خزیمہؒ نے (۱۱۵۳) میں اور بیہقی نے ''الاسماء و الصفات'' میں (۴۳) میں، اور تبریزیؒ نے ''مشکوٰۃ'' میں (۱۲۱۲) میں اور ھیثمیؒ نے ''المجمع'' میں ۲/۲۱۹ اور ۱۰/۱۰۴ اور ۱۱۰ میں اور ابن کثیر نے ''تفسیر'' میں ۱/۳۶۶ اور ۷/۹۴ میں اور ''البدایۃ'' میں ۱/۴۶ میں اور ھندیؒ نے ''الکنز'' میں (۳۵۷۴) اور (۳۶۲۱) اور (۳۶۶۸) اور (۳۷۶۵) اور (۳۶۹۵۴) میں اور زبیدیؒ نے ''الاتحاف'' میں ۵/۱۶۶ میں روایت کیا ہے۔

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى﴾ (النجم: ۵، ۶)
''ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا (یعنی جبرائیل) طاقتور نے
پھر وہ پورے نظر آئے۔''

ابن قیم جوزیہ فرماتے ہیں: ''آسمانوں اور زمین میں، افلاک و نجوم، شمس وقمر، ہواؤں اور بادلوں اور زمین ونباتات اور حیوان کی حرکت یہ ان فرشتوں سے پیدا ہوتی ہے کہ جن کے ذمہ زمین وآسمان (کے تمام کام) سپرد ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ (النازعات: ۵)
''پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔''

اور

﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ (الذاریات: ۴)
''پھر چیزیں تقسیم کرتی ہیں''

یہ (مدبرات اور مقسمات) اہلِ ایمان اور انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں کے نزدیک فرشتے ہیں، رہے رسولوں کو جھٹلانے والے اور ذاتِ باری تعالیٰ کے منکر تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ''ستارے'' ہیں۔[1]

تحقیق کہ کتاب وسنت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ''فرشتوں کی کئی اقسام ہیں، اور ان کے ذمہ کئی قسم کی مخلوقات (کے قسم قسم کے کام) ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہاڑوں پر، اور بادلوں اور بارش پر اور رحم (مادر) پر جو نطفہ کے امر کی اس کی پیدائش کی تکمیل تک تدبیر کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی حفاظت اور اس کے اعمال کی حفاظت اور ان اعمال کے شمار کرنے اور ان کے لکھنے پر اور موت پر اور قبر میں سوال کرنے پر اور افلاک کو حرکت دینے پر، اور سورج اور چاند پر اور (دوزخ کی) آگ اور اس آگ کے بھڑکانے اور جہنمیوں کو عذاب دینے اور اس کی عمارت پر اور جنت اور اس کی عمارت اور درختوں پر، اور

[1] اغاثۃ اللھفان ۲/۱۲۵

نہروں کے کاموں پر (غرض ان جملہ امور پر) فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

پس فرشتے یہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے لشکر ہیں۔

کچھ فرشتے یہ کام کرتے ہیں:

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا، فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا، وَالنَّاشِرَاتِ نَشْرًا، فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًا، فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا﴾

(مرسلات: ۱ تا ۵)

''ہواؤں کی قسم جو نرم نرم چلتی ہیں۔ پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں اور (بادلوں کو) پھاڑ کر پھیلا دیتی ہیں پھر ان کو پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں پھر فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں۔''

کچھ فرشتے یہ کام کرتے ہیں:

﴿وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا، وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا، وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا، فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا، فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا﴾

(النازعات: ۱ تا ۵)

''ان (فرشتوں) کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔ اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔ اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔''

اور کچھ فرشتے یہ کام کرتے ہیں:

﴿وَالصَّافَاتِ صَفًّا، فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا، فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا﴾

(الصافات: ۱ تا ۳)

''قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر پھر ذکر (یعنی قرآن) پڑھنے والوں کی (غور کر کے)۔''

کچھ رحمت اور عذاب کے فرشتے ہیں، کچھ فرشتوں کے ذمہ عرش کا اٹھانا ہے اور کچھ فرشتوں کے ذمہ آسمانوں کو نماز اور تسبیح و تقدیس کے ذریعہ آباد کرنا ہے۔ ان کے علاوہ بھی فرشتوں کی کئی ایسی اقسام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی شمار کر سکتے ہیں۔

اور "ملک" کا لفظ یہ بتلاتا ہے کہ یہ رسول (اور بھیجے ہوئے) ہیں جو غیر کے حکم کو جاری کرتے ہیں اور خود ان کے قبضہ و قدرت میں کچھ بھی نہیں، بلکہ سارے کا سارا اختیار اور حکم اللہ واحد قہار ہی کا ہے اور فرشتے تو (محض) اللہ کے حکم کو جاری کرتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ (الانبياء: ۲۷، ۲۸)

"اور اس کے آگے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی کہ جس سے خدا خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(النحل: ۵۰)

"اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں۔ اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔"

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(تحریم:٦)

''نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو، اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو۔''

اور فرشتے اللہ کے حکم سے ہی اترتے ہیں، اور جو بھی کرتے ہیں وہ اللہ کے اجازت دینے سے کرتے ہیں، کچھ فرشتے ''عبادٌ مکرمون'' (عزت والے بندے) ہیں اور کچھ ''الصافون'' (صف باندھنے والے) اور کچھ ''المسبّحون'' (اللہ کی پاکی بیان کرنے والے) ہیں۔

ہر فرشتہ کی ایک مقررہ جگہ ہے کہ جہاں سے وہ نہ ہی (سرمو) تجاوز کرتا ہے اور نہ ہی وہاں سے آگے بڑھتا ہے وہاں وہ اس کام لگا ہوا ہے جس کا اسے حکم کیا گیا ہے اور وہ اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اور ان میں سب سے بلند مرتبہ وہ فرشتے ہیں کہ جن کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک یہ مقام ہے:

﴿لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ، يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ (الانبياء: ١٩۔٢٠)

''اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کنیاتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں، رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں) نہ اکتاتے ہیں۔''

اور فرشتوں کے سردار تین ہیں۔

جبرئیل۔ میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام

یہودیوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''فرشتوں میں سے آپ (ﷺ) کا ساتھی کون ہے جو آپ کے پاس آتا ہے؟ کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس کے پاس کوئی فرشتہ (آسمانی) خبر لے کر نہ آتا ہو۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ جبرئیل ہے'' وہ کہنے لگے: ''یہی وہ فرشتہ ہے جو جنگ اور قتال کا حکم لے کر اترتا ہے، یہ ہمارا دشمن ہے،

آپ ﷺ نے اس میکائیل کا نام کیوں نہ لیا جو ہریالی اور بارش اور رحمت لے کر اترتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ، مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾[1] (البقرہ: ۹۸،۹۷)

''کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (اس کو غصہ میں مر جانا چاہیے) اس نے تو (یہ کتاب) خدا کے حکم سے تمہارے دل پر اتاری ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے جو شخص خدا کا، اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا خدا دشمن ہے۔''

بات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''عالم علوی'' اور ''عالم سفلی'' پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت، مشیت اور حکم سے نظام کائنات کی تدبیر کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس تدبیر کو کبھی فرشتوں کی طرف منسوب کر دیتا ہے کیونکہ وہی یہ تدبیر کر رہے ہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ (یونس: ۳)

''تمہارا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن

---

[1] اس حدیث کو امام احمد اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے، امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حسن اور غریب ہے اور امام نسائی نے اس کو ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔

میں بنائے پھر (تختِ شاہی) پر قائم ہوا۔ وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ (یونس: ۳۱)

''(ان سے) پوچھو کہ تم کو آسمان سے اور زمین سے رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے جھٹ کہہ دیں گے کہ خدا۔''

پس امر، اجازت اور مشیئت کے اعتبار سے مدبر وہ اللہ ہی ہے اور فرشتے یہ حکم کام کرنے اور حکم ماننے کے اعتبار سے مدبر ہیں۔

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ''توفی'' (قبضہ میں لینا) کو کبھی فرشتوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ (انعام: ۶۱)

''تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔''

اور کبھی اس ''توفی'' کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ﴾ (الزمر: ۴۲)

''اللہ ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔''

اور اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں۔

اور فرشتے، یہ انسان پر، اس کے نطفہ ہونے کی حالت سے لے کر اس کی زندگی کے آخری کام تک مقرر ہیں۔ فرشتوں کا انسانوں کے ساتھ ایک اور ہی معاملہ ہے چنانچہ فرشتے، یہ انسان کی تخلیق اور اس کی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے اور اس کی صورت بنانے، اور تین اندھیری تہوں میں اس کی حفاظت، اور اس کے رزق، عمل، موت، بدبختی اور سعادت وغیرہ کے لکھنے، اور تمام احوال میں انسان کے ساتھ رہنے، اور اس کے اقوال و افعال کے شمار کرنے، اور اس کی زندگی میں اس کی حفاظت اور اس کی وفات کے وقت اس کی روح کے قبض کرنے، اور اس کی روح اس کے خالق اور اس کے پیدا کرنے والے کے سامنے پیش کرنے (غرض ان تمام کاموں) پر مقرر ہیں۔ اور یہ فرشتے ہی ہیں جو انسان کو عالمِ برزخ میں اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کے بعد، عذاب دینے اور نعمت دینے پر مقرر ہیں اور یہ نعمت و عذاب کے آلات (و اسباب) کو استعمال کرنے پر مقرر ہیں۔ اور یہ اللہ کے حکم سے مومن بندے کے مددگار اور اس کو اس کی نفع بخش باتوں کی تعلیم دینے والے، اور اس کی طرف سے لڑنے والے اور اس سے نقصان کو دور کرنیوالے ہیں اور یہ دنیا و آخرت میں اس کے دوست (اور مددگار) ہیں اور یہی فرشتے ہیں کہ جو انسان کو خواب میں ایسی باتیں دکھلاتے ہیں جن سے وہ ڈرتا ہے تاکہ وہ ان سے بچ جاوے اور جن باتوں سے محبت کرتا ہے (وہ بھی خواب میں دکھلاتے ہیں) تاکہ اس کا دل مضبوط ہو اور وہ اور زیادہ شکر خداوندی بجا لائے اور فرشتے ہی انسان سے خیر کا وعدہ کرتے ہیں اور اس کو خیر کی طرف بلاتے ہیں اور اس کو شر سے روکتے ہیں اور آدمی کو اس شر اور برائی سے ڈراتے ہیں۔

فرشتے انسان کے اولیاء و مددگار، اس کے انصار و اعوان، اس کے محافظ و نگہبان، اس کے معلم و ناصح، اس کے لیے دعا گو اور اس کی بخشش مانگنے والے ہیں۔ اور آدمی جب تک رب کا تابع فرمان رہتا ہے اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا رہتا ہے تو فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ اور آدمی کو اس کے خواب میں، اس کی موت کے وقت اور روزِ محشر اس کے اٹھائے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت و کرامت کی بشارت دیتے ہیں۔

فرشتے ہی انسان کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے شائق بناتے ہیں۔ اور آدمی جب بھول جائے تو فرشتے ہی یاد دلاتے ہیں۔ اور جب آدمی سست پڑ جائے تو اس کو ہشاش بشاش کرتے ہیں اور جب وہ گھبرا اٹھے تو اس کو ثابت قدم رکھتے ہیں (اور اس کی ہمت بندھاتے ہیں) اور فرشتے ہی انسان کی دنیا و آخرت کی مصلحتوں میں کوشاں رہتے ہیں۔

فرشتے، اللہ کی تخلیق اور اس کے حکم میں اس کے پیغام بر ہیں۔ اور اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان اللہ کے سفیر ہیں۔ اور وہ اس عالمِ کائنات میں اس کے حکم کو لے کر اس کے پاس سے اترتے ہیں۔ اور اس کے حکم سے ہی اس کی طرف اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان فرشتوں کی وجہ سے چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چرچرائے کہ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی جگہ نہیں مگر یہ کہ کوئی نہ کوئی فرشتہ وہاں قیام یا رکوع یا سجدہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور ہر روز ستر ہزار فرشتے (آسمانوں میں موجود) بیت المعمور میں (اس کا طواف کرنے) داخل ہوتے ہیں کہ ان فرشتوں میں سے پھر دوبارہ کبھی کوئی فرشتہ بیت المعمور (کا دوبارہ طواف کرنے) نہ آسکے گا۔[۱]

قرآنِ کریم فرشتوں اور ان کی اقسام اور ان کے اعمال اور ان کے مراتب کے تذکروں سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ عنقریب ہم اس کو اللہ کے حکم سے آگے بیان کریں گے۔

رہی بات احادیث میں فرشتوں کے تذکرے کی تو وہ اس قدر زیادہ اور مشہور ہے کہ اس کے تذکرے کی بھی حاجت نہیں۔

اسی لئے فرشتوں پر ایمان لانا یہ اسلام کی ان پانچ بنیادی باتوں میں سے ایک کہ جو ایمان کے ارکان ہیں۔

عنقریب ہم اللہ کے حکم سے اس بات کو اپنی جگہ پر بیان کریں گے۔

---

۱ اس حدیث کو ابن مردویہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو "جامع الصغیر" میں اور امام احمدؒ نے اس کو اپنی مسند میں ۱۷۳/۵ میں روایت کیا ہے۔

﴿فرشتے اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق ہیں﴾

(اس بارے میں ہم ذیل میں چند احادیث پیش کرتے ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے پاس ایک فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آیا، پھر اس نے اپنا ایک پاؤں اٹھا کر آسمان پر رکھ دیا اور دوسرا زمین پر، پھر اس کو اٹھایا نہیں۔''[1]

حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے عرش اٹھانے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کے بارے میں یہ بات بتلانے کی اجازت دی گئی کہ اس کے کان کی لو اور اس کے کندھے کے درمیان سات سو سال تک کی مسافت ہے۔''[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] طیالسیؒ نے اپنی ''مسند'' میں اور ابن عدی (۱۳۵۲/۴) اور ھندیؒ (۱۵۱۵۳) نے یہ روایت نقل کی ہے۔

[2] اس حدیث کو ابوداؤد نے (۴۷۰۱) روایت کیا ہے، مناوی کہتے ہیں: ''اس کی اسناد صحیح ہیں جیسا کہ سیوطیؒ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے لیے دیکھیں ''عون المعبود'' ۳۶/۱۳ اور فیض القدیر ۱/۴۵۸۔

''مجھے حاملینِ عرش میں سے ایک فرشتہ کے بارے میں یہ بتلانے کی اجازت دی گئی ہے کہ اس کے دونوں پاؤں سب سے نچلی زمین پر ہیں اور اس کے سر کی چوٹی پر عرش ہے، اور اس کے کان کی لو اور اس کے کاندھے کے درمیان سات سو سال تک کی پرندے کی اڑان کی مسافت ہے، اور وہ فرشتہ یہ کہتا رہتا ہے، ''سبحانک حیثُ کنتَ'' اے اللہ تو ایسا ہی پاک ہے جیسا کہ تو ہے۔''[1]

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنوں کو آگ کے انتہائی تیز شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے بارے میں (یعنی تمہاری تخلیق کے بارے میں) بتلائی گئی ہے۔ (یعنی آگ اور مٹی سے)۔''[2]

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اللہ کے بارے میں کچھ نہ بتلاؤں؟ بے شک

---

[1] اس حدیث کو ابوداؤد نے (۴۷۲۷) اور طیالسی نے اپنی مسند میں اور ابونعیم (۱۵۳/۳) اور خطیب (۱۹۰/۱۰) نے اور تبریزی نے ''مشکوٰۃ'' (۵۷۲۸) میں اور زبیدی نے ''الاتحاف'' (۳۶۴/۱۰، ۳۶۵) میں اور ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر (۲۳۹/۸) میں روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو مسلم نے (۲۹۹۶) اور احمد نے (۱۵۳/۶ اور ۱۶۸) اور بیہقی نے اپنی ''سنن'' (۳/۹) میں روایت کیا ہے۔

حاملین عرش میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہے، اس کو اسرافیل
کہتے ہیں۔ اس کے دونوں پاؤں سب سے نچلی زمین تک چلے
گئے ہیں اور اس کا سر سب سے اوپر ساتویں آسمان تک چلا گیا ہے،
تمہارے رب کی مخلوق میں اس جیسی اور مخلوق بھی ہے۔'' [1]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں (آپ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں):

''مجھے حاملینِ عرش میں سے ایک فرشتہ کے بارے میں یہ بتلانے
کی اجازت دی گئی کہ ''اس کے دونوں پاؤں زمین کی ساتویں تہہ
میں ہیں اور اس کے سر کے کنارے پر عرش ہے اور اس کے کان کی
لَو اور اس کے کندھے کے درمیان پرندے کی تیز اڑان کے سات
سو سال تک کی مسافت ہے۔'' [2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''آسمان میں ایک فرشتہ ہے اس کو ''اسماعیل'' کہتے ہیں وہ ستر ہزار
فرشتوں پر مقرر ہے اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ (آگے) ستر
(ستر) ہزار فرشتوں پر مقرر ہے۔'' [3]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] اس حدیث کو ابونعیم نے ''حلیہ'' میں ص ۶۶ ج ۶ میں نقل کیا ہے اور سیوطی نے ''الدر المنثور'' میں (۵/ ۳۴۴) میں اور ہندی نے ''کنز'' میں (۱۵۱۵۹) روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو ابونعیم نے ''حلیہ'' میں ص ۱۵۸ ج ۳ میں روایت کیا ہے۔

[3] اس حدیث کو طبرانی نے ''صغیر'' میں ص ۷۰ ج ۳ میں اور ہیثمی نے ''المجمع'' میں ص ۱۰ اور ہندی نے ''کنز'' میں (۱۹۷۳) روایت کیا ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ جس کا آدھا بالائی بدن برف کا اور آدھا زیریں بدن آگ کا ہے اور وہ اپنی بلند آواز سے یہ پکارتا رہتا ہے، ''پاکی ہے اس اللہ کی کہ جس نے آگ کی حرارت کو روکا کہ وہ اس برف کو پگھلا نہ دے اور برف کی برودت کو روکا کہ وہ اس آگ کو بجھا نہ دے۔ اے اللہ! اے برف اور آگ کو جوڑنے والے! تو اپنے مومن بندوں کو اپنی اطاعت پر جوڑ دے۔''[1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا، ان میں کچھ فرشتے مکھی سے بھی چھوٹے ہیں اور اللہ نے فرشتوں کو پیدا کر کے فرمایا، ''ایک ہزار پیدا ہو جاؤ، دو ہزار پیدا ہو جاؤ''[2]

(اور اس طرح پیدا ہوتے رہے کہ جن کی صحیح تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے۔)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''رات کے دو فرشتے دن کے دو فرشتوں کے علاوہ ہیں۔''[3]

اس حدیث کو ھندی نے ''کنز'' (۱۵۱۷٦) میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] زبیدی نے ''الاتحاف'' (٦/۱۷۸ اور ۱۰/۲۱۸) میں اور عراقی نے ''المغنی عن حمل الاسفار'' (۲/۱۵۹) میں اور ھندی نے ''کنز'' (۱۵۱۷۴) میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

[2] ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ۳/۳۸۸ میں اور ھندی نے ''کنز'' (۱۵۱۷۵) میں یہ روایت نقل کی ہے۔

[3] اس حدیث کو منذری نے ''الترغیب'' (۴/٤٦۱) میں اور ھندی نے ''الکنز'' میں (۱۵۱۷۰) روایت کیا ہے۔

نے فرمایا:

"جب سے (جہنم کی) آگ پیدا کی گئی ہے (حضرت) میکائیل ہنسے نہیں۔"[1]

﴿فرشتوں کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنا﴾

(فرشتوں کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنا ذیل کی آیات سے ثابت ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (الحدید: ۱)

"جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (الحشر: ۱)

"جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (الحشر: ۲۴)

"جتنی چیزیں آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔"

---

[1] اس حدیث کو منذری نے "الترغیب" (۴/۲۶۱) میں اور ہندی نے کنز العمال (۱۵۱۷۰) میں روایت کیا ہے۔"

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الشوری:۵)

''اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ سن رکھو کہ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔''

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الصف:۱)

''جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے خدا کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (الاسراء: ۴۴)

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بے شک وہ بردبار (اور) غفار ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ

عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ (النور: ۴۱)

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور پر پھیلائے جانور بھی اور سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں (سب) خدا کو معلوم ہے۔“

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (الجمعة: ۱)

”جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب خدا کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی، پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (التغابن: ۱)

”جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) خدا کی تسبیح کرتی ہے اس کی سچی بادشاہی ہے اور اس کی تعریف (نامتناہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ بالا آیات میں یہ بتلایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی، یعنی بول سکنے اور نہ بول سکنے والی، جو مخلوق بھی ہے وہ اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔

طبرانی نے عبدالرحمٰن بن قرط سے روایت کی ہے کہ جس رات آپ ﷺ کو راتوں رات مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا، آپ مقام ابراہیم اور چاہِ زمزم کے درمیان کھڑے تھے، جبرئیل آپ کے دائیں اور میکائیل آپ کے بائیں طرف تھے۔ پس یہ

دونوں فرشتے آپ کو لے اڑے حتی کہ آپ ﷺ ساتوں آسمانوں تک چلے گئے (اور وہاں کے احوال کا مشاہدہ کرآئے) پھر جب آپ ﷺ لوٹے تو فرمایا:

''میں نے اوپر والے آسمانوں میں بہت ساری تسبیحات کے ساتھ ایک تسبیح سنی کہ جو اوپر کے آسمانوں والے فرشتے ہیبت والی ذات کی کررہے تھے، (اور) اوپر کے آسمانوں میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوئے (یہ تسبیح کررہے تھے)۔ اور وہ تسبیح یہ ہے: ''سبحان العليّ الاعلى سبحانه و تعالى'' ''پاک ہے (وہ) بلند و بالا ذات ہے اسی کی پاکی ہے اور وہ برتر ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ (الرعد: ۱۳)

''اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے اور وہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔''

فرمانِ خداوندی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۹)

''اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب خدا کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۶)

''بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔''

ابنِ کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ تذکرہ کیا ہے تاکہ عبادت و طاعت کی کثرت میں ان کی پیروی کی جا سکے۔ اور اسی لیے ان مقامات پر جب ان فرشتوں کے اللہ عزوجل کو سجدے ذکر کیے جائیں۔ ہمارے لیے سجدے مشروع کیے گئے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

''تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جو فرشتے اپنے رب کے ہاں کرتے ہیں کہ وہ پہلے، پہلی صف بھرتے ہیں پھر اس کے بعد والی (پھر اس کے بعد والی اسی طرح آخر تک) اور وہ صف میں جڑ جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔''

فرشتوں کی عبادت

امام احمدؒ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''بیشک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چر چراتا ہے اور اس کو چر چرانے کا حق ہے، آسمان میں چار انگلی کے برابر بھی جگہ نہیں مگر وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ

سجدہ میں پڑا ہے۔ اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور تم بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز نہ ہو اور تم جنگلوں میں نکل جاؤ اور تم اللہ کے حضور (اس کے خوف کے مارے اپنے گناہوں کی پکڑ پر) گڑگڑاؤ، بس (یہ بات سن کر) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، ''خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔''[1]

طبرانی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ساتوں آسمانوں میں ایک قدم (رکھنے) اور نہ ہی ایک بالشت بھر (بھی) اور نہ ہی ایک ہتھیلی جتنی (خالی) جگہ ہے مگر یہ کہ وہاں کوئی فرشتہ قیام میں ہے یا سجدہ میں ہے یا رکوع میں ہے اور جب قیامت آئے گی تو وہ سب کے سب یہ کہیں گے، ''تیری ذات پاک ہے، ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا، مگر یہ کہ ہم نے کسی کو تیرے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا۔''[2]

مروزیؒ نے اپنی ''کتاب الصلوۃ'' میں حضرتِ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے اصحاب میں تھے کہ جب آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:

''کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا، ''ہم

---

[1] اس حدیث کو ترمذی (۲۳۱۲) اور ابن ماجہ (۴۱۹۰) اور احمد (۱۷۳۱۵) اور حاکمؒ (۲/۵۱۰، ۴/۵۴۴) اور منذری نے ''الترغیب'' (۴/۲۶۴) میں روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو البانی نے اپنی صحیح (۱۰۹۵) میں نقل کیا ہے۔

(اس میں سے) کچھ نہیں سنتے (جو آپ ﷺ سنتے ہیں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا، "میں آسمان کی چرچراہٹ سنتا ہوں، اور اس پر چرچرانے پر کوئی ملامت نہیں ہے کہ آسمان میں بالشت بھر بھی جگہ نہیں مگر وہاں پر کوئی نہ کوئی فرشتہ ہے جو رکوع یا سجدہ میں ہے۔"[1]

اور مروزیؒ نے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آسمانِ دنیا میں پاؤں دھرنے بھر کی جگہ بھی نہیں مگر وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں ہے، اور فرشتوں کا یہ کہنا ہے، "ہم میں جو بھی ہے اس کی ایک معلوم جگہ ہے اور بے شک ہم صف بنانے والے ہیں اور بے شک ہم رب کی پاکی بولنے والے ہیں۔"[2]

اور مروزیؒ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"بے شک آسمانوں میں سے ایک آسمان ہے جس میں بالشت بھر بھی جگہ نہیں مگر وہاں یا تو کسی فرشتہ نے (سجدہ میں) سر ٹیکا ہے یا اس کے قدم (اللہ کی عبادت کرتے ہوئے) قیام میں ہیں۔ پھر آپ نے یہ پڑھا

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾

"اور بے شک ہم صف بنائے ہوئے ہیں اور بیشک ہم رب کی پاکی بولنے والے ہیں۔"

---

1. اس حدیث کو البانی نے اپنی "صحیح" (۱۰۰۶۰) میں اور طحاوی نے "مشکل الآثار" (۲/۴۳) میں اور ابنِ کثیر نے (۴/۱۶۴) اور ۵/۳۲۹ اور ۸/۲۹۶) میں روایت کیا ہے۔

2. اس حدیث کو دولابی نے "الکنی والاسماء" (۲/۱۲۳) میں اور سیوطی نے "الدر المنثور" (۲/۱۶۰ اور ۵/۳۹۴) میں روایت کیا ہے۔

اور مروزیؒ نے حضرتِ علاء بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ حضرت علاء رضی اللہ عنہ فتح مکہ اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا:

''کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں'' وہ کہنے لگے، ''یارسول اللہ! آپ کیا سنتے ہیں ﷺ'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''آسمان چرچراتا ہے اور اس کو چرچرانا زیبا ہے، بے شک آسمان میں ایک پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہیں مگر یہ کہ وہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدہ میں ہے اور فرشتے یہ پڑھتے رہتے ہیں،

﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾[1]

حضرتِ عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے آسمانِ دنیا میں (اس کے آگے) خشوع (وخضوع کرنے) والے فرشتے ہیں جو قیامت قائم ہونے تک اپنے سر نہ اٹھائیں گے، پھر جب قیامت قائم ہو جائے گی تو وہ اپنے سر اٹھا کر یہ کہیں گے، ''اے ہمارے رب! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہ کیا''

اور بے شک اللہ تعالیٰ کے دوسرے آسمان میں (کچھ) سجدہ کرنے والے فرشتے ہیں جو قیامت قائم ہونے تک (سجدہ سے) اپنا سر نہ اٹھائیں گے، پھر جب قیامت قائم ہو جائے گی تو وہ سجد سے سر اٹھا کر یہ کہیں گے، ''تیری ذات پاک ہے، اے ہمارے رب! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا'' پس حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اس حدیث کو ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ص ۴۴۵ جلد ۴ میں نقل کیا ہے۔

آپ ﷺ سے عرض کیا، ''یارسول اللہ! فرشتے کیا پڑھتے رہتے ہیں؟'' پس آپ ﷺ نے فرمایا، ''آسمانِ دنیا والے فرشتے تو یہ کہتے ہیں،

﴿سبحان ذی الملک و الملکوت﴾

''بادشاہت اور عظیم سلطنت والے کی پاکی ہے''

اور دوسرے آسمان والے فرشتے یہ کہتے ہیں،

﴿سبحان ذی العزة و الجبروت﴾

''بڑائی اور عظمت (وطاقت) والے کی پاکی ہے''

اور تیسرے آسمان والے فرشتے یہ پڑھتے ہیں،

﴿سبحان الحیی الذی لایموت﴾

''پاک ہے وہ ذات جس کو موت نہیں''

پس اے عمر! تو بھی یہ (کلمہ) اپنی نماز میں پڑھا کر'' تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا، ''یارسول اللہ! اس دعا کا کیا ہوگا جو آپ نے مجھے (اس سے قبل) سکھلائی تھی اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے اپنی نماز میں پڑھا کروں'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''کبھی یہ پڑھ لیا کر اور کبھی وہ پڑھ لیا کر'' (راوی کہتے ہیں) اور وہ دعا کہ جس کا آپ ﷺ نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کا حکم دیا تھا، یہ ہے،

''اعوذ بعفوک من عقابک و اعوذ برضاک من سخطک و اعوذبک منک جل و جھک''[1]

---

[1] ابنِ کثیر کہتے ہیں، ''یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ شدید نکارت کے ساتھ منکر ہے اس کو اسحاق مروزی نے بخاریؒ سے روایت کیا ہے، ابنِ حبان نے مروزی کو ثقہ کہا ہے اور ابوداؤد، نسائی، عقیل اور دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں: ''یہ صدوق تھے'' مگر یہ کہ ان کی بینائی چلی گئی تھی پس کبھی کبھی ان کو تلقین کرنی پڑتی تھی اور انہوں نے صحیح احادیث کا ایک مجموعہ بھی لکھا، اور

''میں تیری معافی کے ذریعہ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری رضا کے ذریعے تیری ناراضی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے ذریعے تیری (پکڑ سے) پناہ چاہتا ہوں تیرا چہرہ جلال والا ہے۔''

محمد بن نصر نے عباد بن منصور سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں، ''میں نے عدی بن ارطاۃ کو مدائن میں منبر پر ہمیں خطبہ دیتے سنا وہ کہتے ہیں، ''میں نے ایک صحابی رسول ﷺ کو آپ ﷺ سے روایت کرتے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بیشک اللہ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جن کے سینوں اور مونڈھوں کا درمیانی گوشت اللہ کے خوف سے ہلنے لگتا ہے (یعنی وہ اللہ کے خوف سے کانپتے ہیں) کوئی فرشتہ نہیں کہ جس کی آنکھ سے (اللہ کے خوف سے) آنسو ٹپکے مگر وہ کسی دوسرے نماز پڑھنے والے فرشتے پر ہی گرتا ہے اور کچھ فرشتے اس وقت سے سجدہ میں ہیں کہ جب سے اللہ نے یہ زمین و آسمان پیدا کئے ہیں جنہوں نے (ابھی تک) سر نہیں اٹھائے، اور نہ ہی وہ قیامت تک (سجدہ سے) سر اٹھائیں گے، اور کچھ فرشتے رکوع میں ہیں کہ جنہوں نے، جب سے اللہ نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں اپنے سروں کو (رکوع سے) نہیں اٹھایا اور نہ ہی وہ قیامت تک سر اٹھائیں گے، پس جب یہ (سب فرشتے قیامت کے دن) سر اٹھائیں گے تو وہ اللہ عزوجل کے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر یہ پکار اٹھیں گے، ''تیری ذات پاک

ایک دفعہ یہ بھی کہا کہ یہ (مجموعہ) مضطرب (احادیث کا) ہے۔ اور ان کے شیخ عبدالملک بن قدامہ ابوقتادہ الجمحی نے بھی ان کے بارے میں کلام کیا ہے (ابن کثیر فرماتے ہیں) اور حیرت امام محمد بن نصر پر ہے کہ ''کیسے انہوں نے یہ حدیث روایت کی اور اس پر کچھ کلام کئے بغیر گزر گئے۔''

ہے، ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا"۔[1]

(محمد بن نصر نے اس کو ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس میں کوئی حرج نہیں)۔"

فرشتے تو اللہ رب العزۃ جل وعلا کی اس اخلاص کے ساتھ عبادت کرتے ہیں پس ہماری اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے (یعنی ہم میں اتنا اخلاص کہاں سے آئے)؟ اور ہم اللہ تعالیٰ سے عزت وسر بلندی اور نصرت ومدد کیسے مانگیں جب کہ ہم اللہ کے حق میں کوتاہی کرنے والے ہیں؟ نسائی نے عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں،

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کو (بھی) مار ڈالنے سے منع کیا۔ اور فرمایا، "اس کی ٹرٹراہٹ (بھی اللہ کی) تسبیح ہے۔"[2]

قتادہ عبداللہ بن ابی سے وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، "جب ایک آدمی "لا الہ الا اللّٰہ" کہتا ہے، تو یہ وہ کلمہء اخلاص ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتے حتی کہ وہ یہ کلمہ کہے" اور جب وہ "الحمد للّٰہ" کہتا ہے تو یہ وہ کلمہء شکر ہے کہ جب تک بندہ یہ کلمہ نہ کہے تو اس نے اللہ کا شکر ادا ہی نہیں کیا' اور جب وہ "اللہ اکبر" کہتا ہے تو یہ کلمہ زمین وآسمان کے درمیان (کے خلاء) کو بھر دیتا ہے، اور جب وہ "سبحان اللّٰہ" کہتا ہے تو یہ مخلوق کی وہ صلوۃ (اور دعا) ہے کہ اللہ نے کسی مخلوق کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو (اس) صلوۃ اور تسبیح پر مقرر کیا ہے۔ اور جب وہ "لا حول

---

[1] اس حدیث کو خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۱۲/۳۰۸) میں، اور ابن وضاح نے (۹۱،۹۲) میں اور خطیب بغدادی نے "الفقیہ والمتفقہ" (۱۰) میں روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو ھیثمی نے "مجمع الزوائد" (۴/۴۱) میں اور سیوطی نے "الدر المنثور" (۴/۱۸۴) میں نقل کیا ہے۔

ولا قوۃ الا باللّٰہ“ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ”میرا بندہ اسلام لے آیا اور (میرا) فرمانبردار ہو گیا“۔

امام احمد بن عبداللہ بن عمرو نے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں، ”ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جس نے سبز رنگ کی شال کا جبہ پہن رکھا تھا جس میں اس نے ریشم (کی ایک قسم کے کپڑے دیباج) کی ترپائی کی ہوئی تھی یا (جبہ کے کاجوں میں) ریشمی بٹن (یعنی گھنڈیاں) لگا رکھی تھیں۔ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، ”تمہارا یہ ساتھی ہر چرواہے کو جو چرواہے کی اولاد ہو کو بلند کرنا چاہتا ہے اور ہر سردار کو جو سردار کی اولاد ہو کو ذلیل کرنا چاہتا ہے“ پھر آپ ﷺ اس کی طرف غصہ سے اٹھے اور اس کے جبہ کے کناروں کو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا، ”میں کبھی تمہارے اوپر بے وقوفوں والا لباس نہ دیکھوں“ پھر آپ ﷺ واپس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا، ”بیشک جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے دو بیٹوں کو بلوایا اور فرمایا، ”میں تمہیں وصیت کرنے والا ہوں، تمہیں دو باتوں کا حکم کرتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں، تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے اور تکبر کرنے سے روکتا ہوں اور تمہیں ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ کا حکم کرتا ہوں کہ بیشک زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، وہ سب کچھ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ (کا کلمہ) رکھ دیا جائے تو یہ جھک جائے گا اور اگر یہ سارے زمین و آسمان ایک حلقہ ہوتے اور ان پر یہ ”لا الٰہ الا اللّٰہ“ (کا کلمہ) رکھ دیا جاتا تو یہ ان دونوں کو توڑ کے رکھ دیتا“ یا (یہ فرمایا کہ) ان دونوں کو پھاڑ کر (مروڑ) دیتا“، اور میں تمہیں ”سبحان اللّٰہ و بحمدہ“ (کے کلمہ پڑھتے رہنے) کا حکم دیتا ہوں کہ بیشک یہ ہر ایک شے کی دعا ہے اور ہر مخلوق کو اسی کی (برکت اور) وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔“[1]

---

[1] اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں (۲/۲۲۵) میں اور بزاز نے (۳/۲۷۹) میں اور طحاوی نے ”شرح معانی الآثار“ (۳/۲۴۵) میں اور ابن کثیر نے ”بدایہ“ (۱/۱۱۹) میں نقل کیا ہے۔

اور حضرت جریر بن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلاؤں جس کا حضرتِ نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو حکم کیا تھا؟ بے شک نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا، ''اے میرے بیٹے! میں تمہیں ''سبحان اللّٰہ'' کہنے کا حکم کرتا ہوں کہ یہ بیشک تمام مخلوق کی صلوۃ اور تسبیح ہے اور اس کی وجہ سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾(الاسراء: ۴۴)[1]

''اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی''

قتادہؒ فرماتے ہیں، ''درختوں وغیرہ میں سے جو شے بھی ہے جس میں روح ہو وہ اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔

ابنِ جریر ابوالخطاب جریر سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، ''ہم یزید الرقاشی کے ساتھ تھے، اور کھانے میں ہمارے ساتھ حسن (بصری) بھی تھے، پس انہوں نے دستر خوان بچھایا تو یزید الرقاشی کہنے لگے ''اے ابوسعید (کیا) یہ دستر خوان (بھی) تسبیح کرتا ہے؟ تو حضرتِ حسن بصریؒ نے جواب دیا کہ، ''ایک مرتبہ تو یہ تسبیح کرتا ہی ہے (راوی کہتے ہیں کہ) ''خوان یہ لکڑی کا بنا ہوا (تختہ نما یا ٹرے نما) دستر خوان ہوتا ہے'' پس گویا کہ حسنؒ اس بات کی طرف گئے کہ جب یہ دستر خوان زندہ تھا کہ اس میں سبز ترکاری تھی، تو یہ تسبیح کرتا تھا، پھر جب وہ کھانا ختم ہو گیا اور صرف خشک لکڑی رہ گئی تو اس کی تسبیح ختم ہو گئی' اور تحقیق کہ حضرت حسن بصریؒ نے اپنے اس قول پر اس حدیث سے

---

[1] اس حدیث کو طبری نے اپنی تفسیر (۱۵/۶۵) میں اور ابنِ کثیر نے (۵/۷۷) میں اور زبیدی نے ''الاتحاف'' (۸/۳۴۲) میں نقل کیا ہے۔

دلیل پکڑی جو حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا، ''بے شک ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ (کی پاداش) میں عذاب نہیں دیا جا رہا۔ پس ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے بچتا نہ تھا اور دوسرا چغلیاں کھایا کرتا تھا'' پھر آپ ﷺ نے ایک تر شاخ لی اور اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا پھر ان دونوں ٹکڑوں کو ہر ایک کی قبر پر گاڑھ دیا پھر فرمایا، ہوسکتا ہے کہ یہ تر شاخ جب تک خشک نہیں ہوتی ان دونوں سے عذاب کو ہلکا کر دے۔''

اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث پر جن بعض علماء نے کلام کیا ہے، ان میں سے ایک فرماتے ہیں: ''بیشک آپ ﷺ نے فرمایا، ''جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہیں ہو جاتیں'' کیونکہ وہ دونوں، جب تک ان میں تر و تازگی رہی اللہ کی تسبیح کرتی رہیں اور جب وہ دونوں خشک ہو گئیں تو ان کی تسبیح بھی ختم ہو گئی۔'' (واللہ اعلم)

تسبیح اور اس کے فضائل

حضرتِ زبیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''کوئی دن نہیں کہ جس میں بندے صبح کرتے ہیں مگر ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے، ''تسبیح کرو بادشاہ، پاک بابرکت رب کی''[1]

---

[1] اس حدیث کو بخاری نے اپنی صحیح (۲۱۱۶ اور ۲۱۸ اور ۱۳۶۱ اور ۱۳۷۸ اور ۶۰۵۲ اور ۶۰۵۵) میں، اور ترمذی نے (۷۰) اور نسائی روایت کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

''بندے جو صبح بھی کرتے ہیں اس میں ایک ندا کرنے والا نداء کرتا ہے، ''پاکی ہے بادشاہ بہت برکت والی ذات (اللہ) کی''[۱]

ایک روایت میں ہے:

''بندے جو صبح بھی کرتے ہیں مگر ایک چلانے والا چلا (کر کہتا) ہے، ''اے لوگو! پاکی بیان کرو بادشاہ بے عیب بہت برکت والی ذات (اللہ) کی''[۲]

حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کراتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ''سبحان اللہ العظیم و بحمدہ'' کہتا ہے تو اس کلمہ کی وجہ سے اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے''[۳]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس رات میں نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا تو انہوں نے فرمایا، ''اے محمد (ﷺ) اپنی امت کو (میرا) سلام کہنا اور انہیں بتلا دینا کہ ''جنت

---

۱ اس حدیث کو ترمذی (۳۵۶۹) نے اور تبریزی نے ''مشکوٰۃ'' (۲۳۰۵) میں اور نووی نے ''الاذکار'' (۷۸) میں روایت کیا ہے۔

۲ ابنِ عساکر نے ''تہذیب تاریخ دمشق (۴/۳۶۰) میں اور حافظ نے ''المطالب العالیہ'' (۳۴۲۰) میں اور شجری نے ''امالی'' (۱/۲۲۵) میں اور ھندی نے ''کنز'' (۱۹۸۶) میں اس کو روایت کیا ہے۔

۳ ترمذی (۳۴۶۴) نے اور ھیثمی نے ''موارد الظمآن'' (۲۳۳۵) میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

پاک مٹی والی اور میٹھے پانی والی ہے اور وہ ایک چٹیل میدان ہے اور اس کے درخت، "سبحان اللّٰہ" "الحمد للّٰہ" "ولا الٰہ الا اللّٰہ" اور "اللّٰہ اکبر" (کے اذکار) ہیں"[1]

اور ایک روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں:

﴿ولا حول ولا قوّۃ الا باللّٰہ﴾[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ "سبحان اللّٰہ و بحمدہ" کہا تو اس کی خطاؤں کو مٹا دیا جائے گا چاہے وہ سمندر کی جھاگ جتنی ہوں۔"[3]

حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ بات بندہ کا یہ (کلمہ) کہنا ہے، "سبحان اللّٰہ و بحمدہ"[4]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"چار باتیں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، "سبحان اللّٰہ، و الحمد للّٰہ، ولا الٰہ الا اللّٰہ، واللّٰہ اکبر" اور جو کلمہ

---

1. مسلم نے "کتابِ ایمان" کے باب نمبر ۴۷ حدیث نمبر ۲۷۲ میں اور ترمذی نے (۳۱۳۱) اور ابو عوانہ (۱/۱۳۰) نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
2. طبرانی "الکبیر" (۱۰/۲۱۴)
3. بخاری (۶۴۰۵)، مسلم "باب الدعاء" (۲۸)، مسند احمد (۲/۳۰۲ اور ۵/۵) "شرح السنۃ" بغوی (۵/۴۰) نسائی باب عمل الیوم واللیلۃ" (۸۲۱)
4. نسائی باب "عمل الیوم واللیلۃ" (۸۴۶، ۸۵۰) "فتح الباری" حافظ ابن حجر (۱۱/۲۰۷)

بھی تو پہلے بولے اس میں تیرا کوئی حرج نہیں"[1]

حضرتِ براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو یہ کلمہ اکثر پڑھا کر "سبحان الملک القدوس رب الملئکة و الروح جللت السماوات و الارض بالعزة و الجبروت"

"پاک ہے وہ ذات جو بادشاہ، بہت بلند، فرشتوں اور جبرئیل کا رب ہے۔ آسمان و زمین (اس کی) عزت و عظمت سے ڈھنپ گئے"[2]

حضرتِ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ہمیں ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ "سبحان اللّٰه، اور تینتیس مرتبہ "الحمد للّٰه" اور چونتیس بار "اللّٰه اکبر" کہنے کا حکم دیا گیا"۔[3]

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"دو اکٹھے کلمات کو اکثر کہا کرو (وہ یہ ہیں) سبحان اللّٰه و بحمده"[4]

حضرتِ ابوسعید اور حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ

---

[1] نسائی باب "عمل الیوم و اللیلة" (۸۴۶)، بغوی (۱۹۰/۴) "سنن بیہقی" (۳۰۶/۹) "الاتحاف" زبیدی (۱۵/۵) "الکنز" ھندی (۱۹۹۳)

[2] ابن السنی (۶۳۳) "الاتحاف" زبیدی (۱۳۱/۵) "المغنی عن حمل الاسفار" عراقی (۳۲۸/۱) "الکنز" ھندی (۱۹۹۶ اور ۵۰۱۶)

[3] "الکبیر" طبرانی (۳۲۲/۳) بزاز (۱۴،۱۳/۴)

[4] تاریخِ حاکم بحوالہ کنز العمال (۱۹۹۷)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بیشک اللہ تعالیٰ نے چار کلمات کو چن لیا ہے (وہ یہ ہیں) "سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" پس جو سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کے لیے بیس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کی بیس برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور جو اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کے لیے بھی ایسا ہے اور جو لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے اس کے لیے بھی ایسا ہے اور جو (ان کلمات کے علاوہ) اپنی طرف سے (مزید) "الحمد للّٰہ رب العالمین" کہتا ہے تو اس کی تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور تیس گناہ مٹائے جاتے ہیں۔"[1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سبحان اللّٰہ" آدھی میزان ہے اور "الحمد للّٰہ" (سبحان اللہ کہنے کے بعد) میزان بھر دیتی ہے اور "لا الٰہ الا اللّٰہ" اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں حتیٰ کہ وہ اللہ تک جا پہنچتا ہے۔"[2]

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک "سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" یہ کلمات گناہوں کو ایسے جھاڑتے ہیں جس طرح

---

[1] مسند احمد (۳۰۲/۲ و ۳۱۰ اور ۳۵/۳ و ۳۷) حاکم (۵۱۲/۱) "المجمع" ھیثمی (۸۷/۱۰) ابنِ ابی شیبہ (۴۲۸/۰)

[2] ترمذی (۳۵۱۸) مسندِ احمد (۳۶۳/۵، ۳۷۲) "مشکوٰۃ" تبریزی (۲۹۱، ۲۳۱۳) "الترغیب" منذری (۴۱۷/۲، ۴۲۸) "الکنز" ھندی (۲۰۰۱)

درخت اپنے (خشک) پتے جھاڑتا ہے۔"[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" (کو کہنا) لازم پکڑ کہ یہ خطاؤں کو اس طرح جھاڑتے ہیں جس طرح درخت اپنے (خشک) پتے جھاڑتا ہے۔"[2]

یسیرہ سے مروی ہے کہ،

"تم عورتیں تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم پکڑو اور انہیں انگلیوں پر گنا کرو کہ ان کلمات سے سوال ہوگا اور انہیں قوتِ گویائی دی جائے گی اور تم غافل مت ہونا کہ "رحمت" کو بھلا بیٹھو۔"[3]

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلام وہ ہے کہ جو فرشتوں نے (اپنی تسبیح کے لیے) چن لیا ہے (وہ یہ ہے) "سبحان ربی و بحمدہ، سبحان ربی و بحمدہ، سبحان ربی و بحمدہ"[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تسبیح اور تکبیر پڑھنا یہ صدقہ کرنے سے افضل ہے"[1]

---

1. ترمذی (۳۵۳۳) مسند احمد (۳/۱۵۲) "الادب المفرد" بخاری (۶۳۴) سعید ابن منصور (۴/۲۲۵) "الحلیۃ" ابونعیم (۵/۵۵) "الترغیب" منذری (۲/۴۵۳)
2. ابن ماجہ (۳۸۱۳) "الکنز" ھندی (۲۰۰۴، ۲۰۳۵)
3. ترمذی (۳۵۸۳) حاکم ۱/۵۴۷، "موارد الظمآن" ھیثمی (۲۳۳۳) "مشکوٰۃ" تبریزی (۲۳۱۶)
4. "فتح الباری" حافظ ابن حجر (۱۱/۲۰۹) "ضعیف الجامع" حافظ (۱۵۷)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم میں کوئی روزانہ احد پہاڑ کے برابر سونا نہیں کما سکتا؟ لوگوں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! ایسا کون کرسکتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا تم میں سے ہر ایک کرسکتا ہے، ''سبحان اللّٰہ'' یہ احد سے بڑا ہے، لا الہ الا اللّٰہ ''یہ احد سے بڑا ہے'' اللہ اکبر ''یہ احد سے بڑا ہے اور ''الحمد للّٰہ'' یہ احد سے بڑا ہے۔ (یعنی اجر کے اعتبار سے)''[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو سو مرتبہ سبحان اللّٰہ و بحمدہ کہا، تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے چاہیں وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''[۳]

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو کی جانے والی وصیت نہ بتلا دوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا، ''میں تمہیں زمین و آسمان کے قیام (کے وقت سے اب تک کے کلمات میں) یہ چار کلمات ہبہ کرتا ہوں اگر تمام بنی آدم کا ان کلمات کے ساتھ وزن کیا جائے تو یہ کلمات زیادہ وزنی نکلیں

---

۱ ''الکنز'' ھندی (۲۰۱۳،۲۰۱۲)

۲ ''الکنز'' ھندی (۲۰۴۶) ''جمع الجوامع'' سیوطی (۴۲۰۳،۴۲۹۲)

۳ حاکم (۱/۵۱۸) اور منذری نے ''الترغیب'' میں سو مرتبہ کی بجائے ہزار مرتبہ کے لفظ نقل کئے ہیں (۱/۳۵۰،۴۵۷)۔

گے، تو انہیں پڑھتے رہنا اور انہیں لازم پکڑنا حتی کہ تم مجھ سے (مرنے کے بعد روزِ محشر) آن ملو، تم یوں کہا کرو، سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں نوح کی جان ہے اگر زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور جو ان کے نیچے ہے اسے ان کلمات کے ساتھ تولا جائے تو یہ زیادہ وزنی نکلیں گے۔''[1]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''سبحان اللّٰہ'' کہنا یہ اللہ تعالیٰ کی ہر برائی سے پاکی (کا بیان) ہے''[2]

جس چیز نے مجھے اس مقام پر ذکر و نصیحت کے لیے اور تسبیح کے فضائل بیان کرنے کے لیے تسبیح کے تذکرہ کرنے پر آمادہ کیا وہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ (اعلیٰ: ۹)

''سو تو سمجھا دے اگر فائدہ کرے سمجھانا''

اے اللہ! تو ہمیں بھی تسبیح کرنے والوں اور ذکر کرنیوالوں میں سے بنا دے ''اللھم امین''

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت سے سرکشی کرنیوالوں کو ڈرایا ہے اور ان کے لیے فرشتوں کی اطاعت و عبادت کی ایک مثال پیش کی ہے، ارشاد ہے:

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ هُمْ لَا يَسْاَمُوْنَ﴾ (فصلت: ۳۸)

''اگر یہ لوگ سرکشی کریں تو (خدا کو بھی ان کی پرواہ نہیں) جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح

---

[1] ''الاتحاف'' زبیدی ۸/۳۴۲؛ ''الکنز'' ھندی (۲۰۴۸)

[2] ''الکنز'' ھندی (۲۰۶۱۱) اور دیلمی میں بھی یہی مضمون ہے۔

کرتے رہتے ہیں اور (کبھی) تھکتے نہیں۔''

''فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا'' کا مطلب یہ ہے کہ ''وہ اکیلے اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور اس سے انکار کرتے ہیں''۔

الاّ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرا کر اس کی عبادت کریں، فالذین عند ربک'' ''یہ فرشتے ہیں'' یسبحون له باللیل و النهار و هم لا یسأمون'' یہ ارشادِ خداوندی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے:

﴿فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰؤُلاَءِ فَقَدْ وَ کَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَیْسُوْا بِهَا بِکَافِرِیْنَ﴾ (انعام: ۸۹)

''اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لاَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لاَ یَسْتَحْسِرُوْنَ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لاَ یَفْتُرُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۹۔۲۰)

''اور جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب اس کے (مملوک اور اسی کا) مال ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کنیاتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ (نہ تھکتے ہیں) نہ اکتاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرشتوں کی اللہ کی عبادت اور ان کی رات دن کی اللہ کی طاعت کی عادت کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ عِنْدَهٗ'' یہ فرشتے ہیں، اور ''لا

یستکبرون عن عبادته" یعنی "وہ اللہ کی عبادت سے عار نہیں کرتے" جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا﴾ (النساء: ۱۷۲)

"مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں) اور جو شخص خدا کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو خدا سب کو اپنے پاس جمع کر لے گا۔"

اور اللہ تعالیٰ کے قول "ولا یستحسرون" کا مطلب ہے کہ "وہ نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں" اور "یسبحون اللیل والنهار لا یفترون" کا مطلب ہے کہ وہ "دن رات عمل کرنے کے عادی ہیں اور ارادہ وعمل دونوں اعتبار سے مطیع وفرمانبردار ہیں اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر قادر ہیں"

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحریم: ٦)

"جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔"

محمد بن اسحاق، حسان بن مخارق سے اور وہ عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"میں کعب احبار کے پاس بیٹھا تھا اور میں ایک نوعمر لڑکا تھا پس میں نے ان سے پوچھا کہ "آپ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے اس قول "یسبحون و اللیل و النهار لا یفترون" کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا بات چیت کرنا اور فرامین الٰہی کا پہنچانا اور

دوسرے کام انہیں تسبیح کرنے سے روک نہ دیتے ہوں گے؟ تو اس پر انہوں نے پوچھا، ''یہ لڑکا کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ (خاندانِ) بنی عبدالمطلب کا چشم و چراغ ہے'' عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں، ''پس کعب احبار نے میرا سر چوما اور کہا، ''اے میرے بیٹے! ان کے لیے تسبیح کرنا ایسا بنا دیا گیا ہے جیسا کہ تم لوگوں کے لیے سانس لینا، کیا تم لوگ بات کرتے ہوئے اور چلتے ہوئے سانس نہیں لیتے؟''

تو جان لے کہ تسبیح بہت بڑا ذکر ہے پس حاملین عرش اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ (غافر:۷)

''جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو لوگ ان کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ اپنے پروردگار کی تسبیح کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔''

اسی طرح ہم عموماً سب ملائکہ کو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ (شوری:۵)

''اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔''

وہ ہمیشہ اللہ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں کہ جو دن رات میں کبھی ختم نہیں ہوتی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ (الانبیاء:۲۰)

''دن رات اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں) نہ اکتاتے ہیں''

اور اپنی اس قدر کثرت سے تسبیح کرنے کی وجہ سے درحقیقت یہی (فرشتے) مُسَبِّحُوْن (کے لقب کے حقدار) ہیں اور انہیں اس بات پر فخر کرنے کا حق بھی پہنچتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾

(الصافات: ۱۶۵، ۱۶۶)

''اور ہم ہی ہیں صف باندھنے والے اور ہم ہی ہیں پاکی بیان کرنے والے''

تسبیح سب سے افضل ذکر ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

''کونسا ذکر (سب سے) افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے لیے یا اپنے بندوں کے لیے چنا ہے (اور وہ ہے) ''سبحان اللّٰہ و بحمدہ''[1]

---

[1] مسلم باب الذکر والدعا نمبر ۲۲ حدیث نمبر ۸۴؛ نسائی ''باب عمل الیوم واللیلۃ'' (۸۲۴) ''مشکوٰۃ'' تبریزی (۲۳۰۰)۔

﴿ملائکہ کی معصومیت﴾

فرشتوں کو اللہ کی اطاعت کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور وہ رب کی نافرمانی سے معصوم و محفوظ ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں، ''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''فرشتے ایمان والے اور اہل فضل ہیں، اور آئمہ مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''ملائکہ میں سے جو مرسلین ہیں ان کا حکم انبیاء کا حکم ہے چاہے وہ اس عصمت میں سے ہو کہ جو ہم نے انبیاء کے بارے میں گذشتہ میں بتلائی ہے اور ان کا انبیاء کے حقوق اور ان کی طرف (وحی الٰہی کی) تبلیغ کے حقوق کے بارے میں وہ حکم ہے جو انبیاء کا اپنی امتوں کے ساتھ ہوتا ہے اور آئمہ کرام نے غیر مرسلین فرشتوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے علماء کی ایک جماعت ان سب فرشتوں کی گناہوں سے عصمت کی طرف گئی ہے۔[1]

صفوی ارویؒ نے اپنے ایک رسالہ میں یہ ذکر کیا ہے، ''تمام فرشتے معصوم ہیں اور اس کی دلیل کئی طرح پر ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے۔

﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحریم:٦)

''جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔''

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ﴾ (الانبیاء:٢٧)

''اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔''

---

[1] اس کے لیے دیکھیں ''الحبائک فی اخبار الملائک'' ص ۲۵۳

میں کہتا ہوں کہ اس ارشادِ ربانی میں بھی یہ بات آتی ہے:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

(النحل: ۵۰)

''اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں۔ اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔''

صفوی کہتے ہیں، ''یہ دونوں آیتیں مامورات کے کرنے اور منہیات کے ترک کو شامل ہیں کیونکہ نہی بھی درحقیقت کسی شے کے ترک کا امر ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ آیت معرضِ مدح میں آئی ہے۔ اور یہ مدح تو دونوں کے مجموعہ (یعنی مامورات کے فعل (اور ترکِ منہیات) سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

دوسری دلیل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۰)

''رات دن اس کی پاکی بولتے رہتے ہیں (نہ تھکتے ہیں) نہ اکتاتے ہیں''۔

یہ آیت ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے میں پورے مبالغہ کا فائدہ دیتی ہے اور یہ مبالغہ مطلوب کا فائدہ دیتی ہے۔

(کہ فرشتوں کے بارے میں ان کی عبادت میں اسی عبادت میں مبالغہ بتلانا مقصود ہے۔ نسیم)

تیسری دلیل

فرشتے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ (فاطر: ۱)

''فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔''

اور رسول وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی تعظیم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

﴿اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام: ۱۲۴)

''اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت کا کون سا محل ہے۔''

اور یہ بات فرشتوں کی تعظیم میں پورے مبالغہ کا فائدہ دیتی ہے، پس رسول یہ سب لوگوں سے زیادہ متقی ہوتا ہے''۔[1]

فرشتوں کی عصمت کے مخالف نے ''ھاروت اور ماروت'' کے قصہ سے دلیل پکڑی ہے اور یہ قصہ ہماری کتاب کا موضوع بھی ہے اور ابلیس کے آدم کے ساتھ قصہ سے اور فرشتوں کے آدم علیہ السلام کی تخلیق پر ان الفاظ کے ساتھ اعتراض کرنے سے بھی (ان کے غیر معصوم ہونے پر دلیل پکڑی ہے) ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا﴾ (البقرہ: ۳۰)

''کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا جو خرابیاں کرے۔''

امام بلقینیؒ نے ''منہج الاصلین'' میں فرمایا ہے، ''انبیاء اور فرشتوں کے لیے عصمت ماننا واجب ہے اور ان دونوں کے علاوہ کے لیے ماننا جائز ہے۔[2]

اور جس کے لیے عصمت ماننا واجب ہو، اس سے نہ کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے اور نہ ہی صغیرہ گناہ۔ اسی لیے فرشتوں میں سے ہم رسول اور غیر رسول دونوں کو معصوم مانتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحریم: ۶)

''جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔''

۲۔ ایضاً

﴿فرشتوں کی شکلیں اختیار کرنے کی قدرت﴾

تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی شکلوں کے علاوہ دوسری شکلیں اختیار کرنے کی بھی قدرت عطا فرمائی ہے، پس تحقیق کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس (انسانی شکل اختیار کر کے) آئے، ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿وَ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ، فَلَمَّا رَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ، وَ امْرَاَتُهٗ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ، قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ، قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

(ھود: ۶۹۔۷۳)

"اور ہمارے فرشتے ابراھیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا، انہوں نے (جواب میں) سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراھیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا (فرشتوں نے کہا) خوف نہ کیجئے ہم قومِ لوط کی طرف (ان کو ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراھیم کی بیوی (جو) پاس کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اس کو

اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اس نے کہا
اے ہے! میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں
بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے انہوں نے کہا کیا تم
خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلِ بیت تم پر خدا کی رحمت
اور اس کی برکتیں ہوں وہ سزاوارِ تعریف اور بزرگوار ہے۔"

سدی کہتے ہیں، "جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قومِ لوط کی طرف بھیجا تو وہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے آئے حتی کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فروکش ہوئے، تاکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بنیں، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو انہیں روک لیا اور جا کر ان کے لیے ایک موٹا تازہ بچھڑا لے کر آئے، پھر اس کو ذبح کر کے ایک گرم پتھر پر اس کو بھونا اور وہ بھونا ہوا بچھڑا ان کے پاس لے آئے پھر ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور حضرت سارہ ان کی خدمت کرنے کھڑی ہو گئیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھنا ہوا بچھڑا ان کے قریب کیا تو کہا تم لوگ کھاتے کیوں نہیں ہو؟ وہ کہنے لگے "اے ابراہیم! ہم تو قیمت دے کر ہی یہ کھانا کھائیں گے"، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "(ہاں) اس کھانے کی ایک قیمت ہے۔" انہوں نے پوچھا، "اس کی قیمت کیا ہے؟" آپ نے فرمایا، "تم اس کے شروع میں اللہ کا نام لو اور اس کے آخر میں اللہ کی حمد بیان کرو"۔ پس وہ فرشتے (یہ بات سن کر) ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے، "یہ شخص اس کا مستحق ہے کہ اس کا رب اس کو خلیل بنائے" پھر جب آپ نے دیکھا کہ وہ تو کھا نہیں رہے تو آپ ان سے گھبرائے اور جی میں ان سے ڈرنے لگے، پس جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ انہوں نے اپنے مہمانوں کا اکرام کیا ہے تو وہ خود بھی ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو گئیں، وہ ہنس کر کہنے لگیں، "ہمارے ان مہمانوں پر حیرت ہے ہم خود ان کی خدمت کر رہے ہیں تاکہ ان کی عزت ہو وے جب کہ وہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے"

اللہ کے اس قول "لاتخف" کا مطلب یہ ہے کہ ان فرشتوں نے کہا، "آپ

ہم سے نہ ڈریں، ہم فرشتے ہیں، ہمیں قومِ لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے‘‘
حضرت سارہ قوم لوط کے حد سے بڑھے ہوئے فساد اور ان کے کفر وعناد کی سختی کی وجہ سے ان کی ہلاکت کی خبر پا کر ہنسیں۔ اسی لیے آپ کو مایوسی کے بعد اولاد کی بشارت کا بدلہ دیا گیا۔

قتادہؒ کہتے ہیں، ’’حضرت سارہ اس بات پر ہنسیں اور انہوں نے تعجب کیا کہ ’’ایک قوم پر عذاب آ رہا ہے اور وہ غفلت میں ہے‘‘۔

(عکاشہ عبدالمنان کہتے ہیں کہ) قتادہ کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ اولاد کی بشارت صریح طور پر ان کے ہنسنے پر مرتب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾

’’پھر ہم نے خوشخبری دی ان کو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی‘‘

یعنی حضرت سارہ کی اولاد ہوگی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا، پوتا اور (آگے اس کی) نسل ہوگی کیونکہ حضرت یعقوب، حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشادِ خداوندی ہے۔

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرہ: ۱۳۳)

’’بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے

باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبودِ یکتا ہے۔ اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔"

اور یہاں سے دلیل پکڑنے والوں نے اس بات پر دلیل پکڑی کہ ذبیح بے شک وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں اور یہ کہ ذبیح حضرت اسحاق نہیں ہیں کیونکہ اولاد کی بشارت ان کے بارے میں آئی ہے اور یہ کہ عنقریب حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی اولاد ہوں گے تو بھلا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے جب کہ وہ ابھی نابالغ بچہ ہوں اور ابھی تک ان کے بعد وہ یعقوب بھی پیدا نہیں ہوئے کہ جن کی ولادت کا وعدہ ان کے وجود کے سبب کیا گیا ہے جب کہ اللہ کا وعدہ حق ہے کہ اس میں خلاف نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب صورت یوں ہو تو حضرت اسحاقؑ کے ذبح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا متعین ہو گیا کہ وہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں اور یہ نہایت عمدہ، بہت صحیح اور نہایت واضح استدلال ہے۔ "وللہ الحمد"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت "قَالَتْ يَا وَيْلَتٰى ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَ هٰذَا بَعْلِى شَيْخًا" میں حضرت سارہ کے قول کی حکایت کی ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ان کے فعل کی بھی حکایت کی ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِىْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾ (الذاریات: ۲۹)

"تو ابراہیم کی بیوی چلاتی آئی اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگی کہ (اے ہے! ایک تو) بڑھیا (اور دوسرے) بانجھ۔"

جیسا کہ تعجب کے وقت عورتوں کی اپنے اقوال و افعال میں یہی عادت ہے۔

﴿قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾

"وہ بولے کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے امر سے"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ "فرشتوں نے حضرت سارہ سے یہ کہا کہ "تو اللہ کے امر پر

تعجب مت کر جب وہ ایک بات کو چاہ لیتے ہیں تو اس بات کو کہتے ہیں ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتی ہے، لہٰذا تو اس بات پر تعجب نہ کر اگرچہ تو بڑھیا بھی ہے اور بانجھ بھی ہے اور تیرا خاوند بھی بہت بوڑھا ہے۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے''۔(وہ اس بڑھاپے میں بھی تم کو اولاد دے سکتا ہے)

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بتلاتے ہیں کہ، ''فرشتوں کے نہ کھانے کی وجہ سے ان کے جی میں جو ڈر آ گیا تھا جب وہ ڈر ختم ہوا اور اس کے بعد فرشتوں نے انہیں اولاد کی خوشخبری دی اور قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں بھی بتلایا تو وہ کہنے لگے، جیسا کہ حضرت سعید بن جبیر اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں، ''جب حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہنے لگے:

﴿اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ﴾ (العنکبوت: ۳۱)

''ہم کو غارت کرنا ہے اس بستی والوں کو''

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا، ''کیا تم وہ بستی غارت کرو گے جس میں تین سو مومن ہیں؟ انہوں نے کہا ''نہیں'' آپ علیہ السلام نے کہا، ''کیا تم وہ بستی تباہ کرو گے جس میں دو سو مومن ہیں؟ انہوں نے کہا، ''نہیں'' آپ نے پوچھا، ''کیا تم وہ بستی برباد کرو گے جس میں چالیس مومن ہیں؟'' انہوں نے کہا، ''نہیں'' آپ نے پوچھا، ''(اچھا کیا وہاں) تیس (مومن ہیں)؟ انہوں نے کہا ''نہیں''۔ حتی کہ آپ پوچھتے پوچھتے پانچ کی تعداد تک آ گئے تو فرشتوں نے کہا کہ ''نہیں''، آپ نے فرمایا، ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہاں ایک بھی مومن ہوا تو کیا تم وہ بستی غارت کر دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ''نہیں'' تو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا

﴿إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَ أَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ (العنکبوت: ٣٢)

''بولا اس میں تو لوط بھی ہے، وہ بولے ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے، ہم بچالیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت''

''پس حضرت ابراہیم علیہ السلام (ان کا یہ جواب سن کر) خاموش ہوگئے اور ان کے جی کو اطمینان ہوگیا''

قتادہؒ اور دوسرے علماء کرام نے بھی تقریباً یہی کہا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قومِ لوط کی ہلاکت کی خبر دینے اور ان سے جدا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اس رات میں قومِ لوط ہلاک کر دینے کی خبر سنانے کے بعد اپنے ملائکہ مرسلین کے بارے میں بتلاتے ہیں کہ ''وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے'' جب کہ ایک قول میں وہ اپنی زمین میں تھے اور ایک قول میں وہ اپنے گھر میں تھے، اور وہ فرشتے آپ کے ہاں وارد ہوئے اور وہ بڑے خوبصورت روپ میں تھے، نوجوانوں کی ہیئت بنائے ہوئے تھے، حسین چہروں والے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش تھی، ''اور حکمت اور حجتِ بالغہ اللہ کی ہے'' (کہ اپنے کاموں کی حکمتیں وہی جانتا ہے) ان کی یہ حالت اور ہیئت حضرت لوط علیہ السلام کو بڑی ناگوار لگی، ان کی وجہ سے آپ کا جی گھٹ گیا اور وہ اس بات سے ڈر گئے کہ ''اگر انہوں نے ان کی میزبانی نہ کی تو ان کی قوم کا کوئی شخص ان کی مہمانی کرے گا، اور وہ ضرور انہیں گزند پہنچائے گا''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ لوط علیہ السلام کہہ اٹھے۔

﴿وَ قَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ﴾ (ھود: ٧٧)

''اور بولا آج دن بڑا سخت ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں ''یعنی آج بڑی سخت آزمائش کا دن ہے اور یہ اس لیے کہ وہ یہ بات جان گئے کہ وہ ان کو بچائیں گے اور یہ بڑا مشکل کام تھا۔''

قتادہؒ نے کہا ہے، ''فرشتے ان کے پاس ان کی زمین پر آئے تا کہ وہ ان کے مہمان بنیں، حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے حیاء اور شرم کی اور ان کے آگے چلنے لگے اور انہیں راستے میں ان کی بھلائی چاہتے ہوئے کہنے لگے کہ ''وہ ان کے پاس سے چلے جائیں'' اور فرمایا ''اے آنیوالو! خدا کی قسم میں زمین پر بسنے والوں لوگوں میں کوئی شہر والے ان سے زیادہ خبیث نہیں جانتا ہوں''، پھر آپ نے کچھ اور چل کر اسی بات کو دھرایا یہاں تک انہیں چار بار یہ کہا''۔

قتادہ کہتے ہیں، ''تحقیق انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان بستی والوں کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک کہ ان کے نبی اس بات پر ان کے خلاف گواہی نہ دے دیں''۔

سدیؒ کہتے ہیں، ''فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کی طرف چل دیئے، پس وہ دوپہر کے وقت نہر سدوم کے پاس پہنچ گئے۔ وہ حضرتِ لوط علیہ السلام کی ایک بیٹی سے ملے کہ جو پانی بھر رہی تھی، انہوں نے کہا، ''اے لڑکی! کیا کوئی ٹھکانہ ہے ٹھہرنے کو؟'' اس نے جواب دیا ''تم یہیں ٹھہرے رہو حتی کہ میں تمہارے پاس لوٹ آؤں'' اور اپنی قوم سے ان پر ڈر کھایا (یعنی اسے ترس آیا کہ کہیں میری خبیث قوم انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے کہ یہ تو بیچارے مہمان ہیں) پس وہ اپنے والد کے پاس آ کر کہنے لگیں، ''اے ابا جان! شہر کے دروازہ پر چند نوجوانوں کو جا لیجئے میں نے کسی قوم کے لوگ ان سے زیادہ حسین چہروں والے نہ دیکھے ہیں، آپ کی قوم ان کو نہ پکڑ لے؟''

اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے انہیں کسی مرد کی مہمان نوازی کرنے سے

منع کر رکھا تھا اور کہتے تھے کہ ''ہمیں چھوڑ دو کہ ہم مردوں کی مہمان نوازی کریں۔'' پس حضرت لوط علیہ السلام انہیں (اپنے گھر) لے آئے اور آپ کے گھر والوں کے علاوہ کسی کو ان کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی۔ پس آپ کی بیوی نے جا کر آپ کی قوم کو ان مہمانون کے بارے میں بتلا دیا، وہ تو ان نوجوانوں کی آمد کی خوشی سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے اختیار تیزی سے دوڑے چلے آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (هود:۷۸)

''اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعلِ شنیع کیا کرتے تھے۔''

یعنی ان کی یہی عادت (بدفعلی کرنے کی) رہی کہ اسی حال میں ان کی (اللہ کی طرف سے) پکڑ آ گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے یہ کہا۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ (هود:۷۸)

''لوط نے کہا، اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی عورتوں کی طرف راہ نمائی کی (کہ تم عورتوں سے نکاح کر کے پاکی حاصل کرو اور یہ بدفعلی نہ کرو) بے شک نبی اپنی امت کے لیے باپ کے درجہ میں ہوتا ہے کہ وہ انہیں ایسی بات کی راہ نمائی کرتا ہے کہ جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں نفع بخش ہو۔ جیسا کہ آپ نے اپنی قوم کو ایک دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾

(الشعراء: ۱۶۵، ۱۶۶)

''کیا تم اہل عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو اور تمہارے پروردگار نے جو تمہارے لیے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ

دیتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔''

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ﴾ (ھود: ۷۸)

''تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں میری آبرو نہ کھوؤ۔''

یعنی میں جو تم کو اپنی عورتوں پر ہی قناعت کرنے کا حکم دے رہا ہوں اس کو قبول کرو۔

پھر فرمایا:

﴿اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ﴾ (ھود:۷۸)

''کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں''

یعنی جس میں خیر (کا مادہ اور جذبہ) ہو اور جو میں حکم دے رہا ہوں اس کو مانے اور جس سے روک رہا ہوں اس کو چھوڑ دے۔

پھر ان کی قوم نے اس پر یہ جواب دیا۔

﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ﴾ (ھود: ۷۹)

''وہ بولے کہ تم کو معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں۔''

یعنی آپ جانتے ہیں کہ ہمیں اپنی عورتوں کی کوئی آرزو (اور ان کی ضرورت) نہیں اور نہ ہی ہمیں ان کی خواہش ہے (پھر کہا)

﴿وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ﴾ (ھود: ۷۹)

''اور جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب) جانتے ہو۔''

یعنی ہم کو تو فقط مردوں سے ہی مطلب ہے اور آپ یہ بات خوب جانتے ہیں اب بھلا اس تکرار کا کیا فائدہ؟

سدیؒ کہتے ہیں، ''انک تعلم ما نرید'' یعنی ہم مردوں کی ہی خواہش رکھتے ہیں۔''

حضرت لوط علیہ السلام نے یہ جواب سن کر فرمایا:

﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾

(ھود:۸۰)

''لوط نے کہا، اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں یہ بتلایا ہے کہ انہوں نے ''لو انَّ لی بکم قوۃ'' کہہ کر اپنی قوم کو ڈرایا یعنی ''(اگر میں کچھ کر سکتا ہوتا تو) میں تمہیں عبرتناک سزا دیتا اور تم پر بڑی سختیاں کرتا۔''

اسی لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحمت کرے کہ انہوں نے ایک مستحکم پناہ گاہ تلاش کر کے اس کی پناہ لی'' [1] یعنی انہوں نے اللہ عزوجل کی پناہ لی''

پس ٹھیک اسی وقت فرشتوں نے آپ کو بتلایا کہ ''وہ اللہ کی طرف سے ان کی طرف بھیجے گئے ہیں اور یہ کہ یہ لوگ ان تک نہیں پہنچ سکتے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ﴾

(ھود:۸۱)

''فرشتوں نے کہا کہ لوط ہم تیرے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''

اور فرشتوں نے آپ کو کہا کہ ''وہ اپنے گھر والوں کو رات کے آخری پہر میں

---

[1] ترمذی (۳۱۱۶) مسند احمد ۳۳۲/۲، ''الادب المفرد'' بخاری (۶۰۵) ''مشکل الآثار'' طحاوی (۱۳۶/۱)

لے نکلیں (ارشادِ باری تعالیٰ ہے) اوران کے پیچھے پیچھے چلیں یعنی گھر والوں کو پیچھے سے ہانکتے ہوئے لے چلیں۔'' (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

﴿وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَا اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ﴾

(هود: ٨١)

''اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہ اس پر پڑے گی۔ ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے۔''

ادھر قومِ لوط (شہر کے) دروازہ پر جمگھٹا لگا (دروازہ پر گھیرے ڈالے) کھڑے تھے، اور وہ حضرت لوط علیہ السلام پر ہر جانب سے بے اختیار ٹوٹ پڑے اور حضرت لوط علیہ السلام شہر کے دروازے پر ڈٹ کر کھڑے ہو کر ان کو دور کر رہے تھے اور ان کو پرے دھکیل رہے تھے اور جو وہ چاہتے تھے اس سے انہیں منع کر رہے تھے اور وہ آپ کی بات نہیں مان رہے تھے بلکہ وہ آپ کو دھمکیاں دے رہے تھے اور آپ کو بہت ڈرا (اور خوفزدہ کر رہے) تھے پس اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور اپنے دونوں پروں سے ان کو چہروں پر ضرب لگانے لگے پس ان کی آنکھیں مٹا ڈالیں، پس وہ اس حال میں لوٹے کہ انہیں راہ سجھائی نہ دے رہا تھا (اور نہ ہی ان کو کچھ دکھائی دے رہا تھا) جیسا کہ (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَا اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ﴾ (القمر: ٣٧)

''اور ان سے ان کے مہمانوں کو لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں سو (اب) میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔''

معمر، قتادہ سے وہ حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے پاس آکر یہ کہا کرتے تھے،

''تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا نشانہ بننے سے روکتا ہے'' مگر ان لوگوں نے نہ مانا حتی کہ جب لکھا ہوا اپنے وقت کو آن پہنچا تو فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور وہ اس وقت اپنی زمین میں کوئی کام کر رہے تھے، پس آپ نے انہیں اپنی مہمانی کی دعوت دی انہوں نے کہا، ''ہم تیرے رات کے مہمان ہیں'' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام ان (کی قوم) کے خلاف تین بار گواہی نہ دے دیں ان کو عذاب مت دینا، جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ضیافت کی طرف متوجہ کیا تو آپ نے اس برائی کا تذکرہ کیا جو ان کی قوم کرتی تھی، پھر آپ کچھ راہ ان کے ساتھ چلے پھر (دوبارہ) ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، ''کیا تم کو کچھ معلوم ہے کہ اس بستی والے کیا کرتوت کرتے ہیں؟ میں زمین پر رہنے والوں میں سے ان سے زیادہ شریر کو نہیں جانتا، میں تمہیں (اب تم ہی بتلاؤ) کہاں لے جاؤں (کہ جہاں ان کا شر تم تک نہ پہنچے) کیا اپنی قوم کے پاس لے جاؤں، جو اللہ کی سب سے زیادہ شریر مخلوق ہے؟'' تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی متوجہ ہو کر کہنے لگے، ''یہ بات ایک دفعہ کی یاد کرلو'' حضرت لوط علیہ السلام پھر ان کے ساتھ چلنے لگے پس جب بستی کے بیچ پہنچے تو ان کے بارے میں (اپنی قوم سے) ڈرنے لگے اور ان سے حیا کھا کر کہنے لگے، ''کیا تم معلوم ہے کہ یہ بستی والے کیا برا کام کرتے ہیں؟ میں زمین پر ان سے زیادہ برے لوگوں کو نہیں جانتا، بیشک میری قوم اللہ کی سب سے بری مخلوق ہے'' پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں کی توجہ کر کے فرمایا، ''اس دوسری دفعہ کی بات کو محفوظ کرلو'' پھر جب حضرت لوط علیہ السلام گھر کے دروازے تک پہنچے تو ان سے حیاء کے مارے اور ان پر ترس کھا کر رونے لگے اور کہا ''بے شک میری قوم اللہ کی سب سے شریر مخلوق ہے۔

کیا تم جانتے ہو کہ اس بستی والے کیا برا کام کرتے ہیں؟ میں زمین پر ان سے برے بسنے والے لوگوں کو نہیں جانتا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرشتوں کو فرمایا، ''اس بات (کو بھی) محفوظ کرلو، پس ان پر عذاب واجب ہو چکا'' پھر جب وہ (گھر میں) داخل ہوئے تو وہ بڑھیا (لوگوں کو ان کے بارے میں بتلانے کے لیے بستی کے

گھروں کی طرف) چلی گئی، پس وہ ایک بلند جگہ چڑھ گئی اور وہ اپنے کپڑے کو ہلا ہلا کر اشارہ کر کے لوگوں کو یہ بات سنانے کے لیے اپنے پاس بلانے لگی، پس وہ نافرمان لوگ اس کی طرف بے اختیار ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے "تیرے پاس کیا خبر ہے؟ کہنے لگی، "لوط کے مہمان ایسے (ایسے حسین چہرے والے) لوگ ہیں میں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرے والے اور ان سے زیادہ عمدہ خوشبو والے پہلے کبھی نہیں دیکھے" پس وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے دروازہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے ساتھ (گھر کے) دروازہ پر (خوب ڈٹ کر) مقابلہ کیا اور انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے بڑی طویل مزاحمت کی جب کہ آپ (دروازہ کے) اندر تھے اور وہ لوگ باہر تھے آپ انہیں اللہ کا واسطہ دے دے کر یہ کہہ رہے تھے۔

﴿هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ (هود: ٧٨)

"یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو ان (مردوں) سے"

پس فرشتہ نے کھڑے ہو کر دروازہ بند کر دیا جو کہہ رہا تھا، "اس دروازہ کو مضبوطی سے بند کر دو"

اِدھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو عذاب دینے کی (اللہ سے) اجازت چاہی تو اللہ نے ان کو عذاب دینے کی اجازت دے دی، پس آپ اپنی اس صورت میں کھڑے ہوئے کہ جو آپ کی آسمانوں میں ہوتی ہے پھر آپ نے اپنے دونوں پَر پھیلائے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام (کا حلیہ یہ ہے کہ آپ) کے دو پَر ہیں جس پر پروئے موتیوں کے ہاروں کی لڑیاں ہیں آپ کے اگلے دانت چمکتے ہیں آپ کا ماتھا روشن ہے اور آپ کا سر مرجان موتی کی طرح نہایت مضبوط ہے اور مرجان یہ ایک مضبوط موتی ہوتا ہے گویا کہ آپ کا سر برف (کی ٹکڑی کی طرح) ہے اور آپ کے دونوں پاؤں سبزی مائل ہیں، پس آپ نے فرمایا، "اے لوط!

﴿اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ﴾ (هود: ٨١)

"ہم تیرے پروردگار کے فرشتے ہیں، یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ

سکیں گے۔''

اے لوط! تو دروازہ سے ہٹ جا اور مجھے اور ان کو آپس میں چھوڑ دے (میں خود ان سے نبٹ لوں گا) پس لوط علیہ السلام دروازہ سے ایک طرف کو ہو گئے، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی طرف نکلے اور اپنا ایک پَر پھیلا کر اس کی ایک ضرب ان کے چہروں پر ماری جس نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا، پس وہ سارے اندھے ہو گئے انہیں راہ نہ سجھائی دیتا تھا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس رات اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ (هود: ۸۱)

''تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو''

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ (هود: ۸۲،۸۳)

''تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر پتھر کی تہہ بہ تہہ کنکریاں برسائیں جن پر تیرے پروردگار کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے اور وہ (بستی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔''

(یہ قصہ تو یوں تمام ہوا کہ جس میں فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا مذکور ہے۔)

اور (اب ایک اور قصے کو سنئے کہ جس میں فرشتے انسانی شکل میں آئے اور وہ یہ کہ) فرشتے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی مردوں کی شکل میں آئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ، اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ

تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ، قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ﴾ (ص: ۲۱ تا ۲۵)

''بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے۔ جس وقت وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا اٹھے، انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے (کیفیت یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے (ہاں) ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے، یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالہ کر دے۔ اور گفتگو میں میرے ساتھ زبردستی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اس کو بھی اپنی دنبیوں میں ملا لے۔ بے شک تم پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں۔ ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور داؤد نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے۔ اور (خدا کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو بخش دیا۔ اور بے شک ہمارے ہاں ان کے لیے قرب اور عمدہ مقام ہے۔''

مفسرین نے اس مقام پر ایک قصہ ذکر کیا ہے جس کا اکثر (حصہ) اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے اور اس میں وہ باتیں ثابت نہیں ہیں کہ جو ایک معصوم کے بارے میں ہوتی ہیں۔ پس (ہمیں صحیح) احادیث کا اتباع واجب ہے بہتر یہ ہے کہ ہم اس قصہ کی تلاوت پر ہی اکتفا کریں اور اس کے (صحیح) علم کو ہم اللہ عزوجل کے حوالہ کر دیں کیونکہ قرآن بھی حق ہے اور جن باتوں کو شامل ہے وہ بھی حق ہیں۔

قرطبیؒ نے فرمایا ہے[1] ''نحاس کہتے ہیں، ''مفسرین میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس قصہ میں ان دو شخصوں سے مراد دو فرشتے ہیں اور ''تَسَوَّرُوْا'' جمع کا صیغہ کہا گیا ہے اگرچہ وہ دو تھے کیونکہ یہ جمع کا صیغہ ہے تاکہ اس کو خصم پر حمل کیا جا سکے اور اس کو خصم کے مشابہ بنایا جا سکے۔

اس کی مثال ''رکب'' اور ''صحب'' کے الفاظ ہیں (یہ بھی خصم کی طرح تثنیہ اور جمع دونوں پر بولے جاتے ہیں لہٰذا اس آیت میں جمع کا اطلاق لفظِ خصم پر ہوگا تاکہ یہاں دو کو مراد لیا جا سکے) اور دو کے لیے (لفظِ خصم کی) تقدیری عبارت ''ذوا خصم'' (دو جھگڑنے والے) اور جمع کے لیے اس کی تقدیری عبارت ''ذو خصم'' (کئی جھگڑنے والے) ہوگی۔''

اور علماء کی ایک جماعت نے تو ان دو فرشتوں کو متعین بھی کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ''یہ جبرئیل اور میکائیل تھے''

ایک قول یہ بھی ہے کہ ''وہ دونوں فرشتے انسانی صورت میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف ان کی عبادت کے دن بھیجا تھا۔ پس عبادت کی حرص نے انہیں اندر داخل کرنے سے روکا۔ پس وہ دیوار پھلانگ کر ان کے عبادت خانہ میں آ گھسے اور آپ کو نماز میں ہونے کی وجہ سے ان کے آ گھسنے کا پتا نہ چلا مگر یہ کہ وہ دونوں ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، اور یہی بات اس ارشاد ربانی میں ہے:

﴿وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾

''یعنی وہ دیوار پر چڑھ گئے اور ان کی طرف دیوار کے اوپر سے

---

[1] الجامع لاحکام القرآن ص ۱۶۶ ج ۱۵

عبادت خانہ میں اترے''

سفیان ثوریؒ اور دیگر علماء کرام نے بھی یہی کہا ہے۔

جصاصؒ فرماتے ہیں،[1] ''حسن بصری فرماتے ہیں، ''حضرت داؤد علیہ السلام نے وقت کو چار دنوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک دن بیویوں کا تھا، ایک دن ان کے فیصلوں وغیرہ کا تھا، اور ایک دن وہ خلوت میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے اور ایک دن بنی اسرائیل کے سوالات کے لیے تھا۔ کہتے ہیں کہ محراب یہ ایک کمرہ ہوتا ہے اور ایک قول میں یہ مجلس کی نمایاں جگہ کو کہتے ہیں'' اور ''مسجد کی محراب'' یہ اسی لفظ محراب سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ'' اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔

اور لفظ خصم یہ واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام ان سے اس لیے ڈر گئے کیونکہ وہ آدمیوں کی صورت میں بغیر ان کی اجازت سے ان کی عبادت اور نماز کی جگہ میں آن گھسے تو اس پر انہوں نے کہا،

﴿لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ﴾

''وہ بولے مت گھبرا ہم دونوں جھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر''

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ''آپ کا خیال کیا ہے اگر دو جھگڑتے ہوئے آدمی تیرے پاس آ کر یہ کہیں کہ ''ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے (تو آپ ان کے درمیان کیسے اور کیا فیصلہ کریں گے) اور بیشک اس عبارت میں تثنیہ کی ضمیر ہے کیونکہ یہ بات معلوم تھی کہ وہ دونوں فرشتے تھے اور ان میں سے کسی ایک نے دوسرے پر زیادتی نہ کی تھی۔ اور فرشتوں پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں۔ پس، نے یہ بات جان لی کہ انہوں نے یہ بات توریہ کے طور پر کہی تھی کہ جو ان کو جھوٹ کے ا سے نکال دیتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ مراد کو اور معنیٰ کو اس مثال کے ذریعہ قریب کرنے سمجھا دیں کہ جو

---

[1] احکام القرآن ص ۳۷۹ ج ۳

انہوں نے دی تھی۔ [1]

(یہ قصہ بھی فرشتوں کے آدمیوں کی صورت میں آنے کا پورا ہوا)

اور یہ بھی آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشری صورت میں آئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (مریم: ۱۶، ۱۷)

''اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی مذکور کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر مشرق کی طرف چلی گئیں تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کرلیا۔ (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل کا بن گیا۔''

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا اور انہیں ان کے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کی حالت میں ایک ستھرا، پاک اور مبارک بیٹا عطا کیا، تو اس قصہ پر حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ کا عطف ڈالا اور اس میں انہیں بغیر باپ کے ایک بیٹا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عطا کرنے کا ذکر کیا۔ بیشک ان دونوں قصوں کے درمیان مناسبت اور مشابہت وہ ظاہر ہے، اسی وجہ سے ان دونوں قصوں کو سورۂ آل عمران، سورۂ مریم اور سورۂ الانبیاء میں اکٹھا ذکر کیا کیونکہ ان دونوں قصوں کے معانی قریب قریب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی قدرت اور بادشاہت کی عظمت بتلائے۔

اور یہ بتلائے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] متنِ کتاب میں لفظ معاریض لکھا ہے، معاریض یہ معراض کی جمع ہے حدیث میں آتا ہے کہ ''اِنَّ فِی الْمَعَارِیْضِ لَمَنْدُوْحَةٌ عَنِ الْکِذْبِ'' بیشک توریہ کے ذریعہ جھوٹ سے بچا جا سکتا ہے (نسیم) بحوالہ القاموس الوحید ص ۱۰۶۹ کالم نمبر ۲

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ﴾ (مریم: ۱۶)

''اور مذکور کر کتاب میں مریم کا''

یہ مریم بنت عمران ہیں کہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ بنی اسرائیل کے ایک نیک اور شریف خاندان سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ان کی والدہ کے ان کے جننے کے قصہ کو ذکر کیا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کو آزاد کر دینے کی نذر مانی تھی یعنی وہ (پیدا ہونے کے بعد) ہمیشہ بیت المقدس کی خدمت کرتی رہیں گی اور لوگ اس قسم کی نذریں مان کر قربِ الٰہی حاصل کیا کرتے تھے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾

(آل عمران: ۳۷)

''پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا''

حضرت مریم علیہا السلام نے بنی اسرائیل میں بڑی عمدہ تربیت اور پرورش پائی۔ پس آپ بہت زیادہ عبادت گذاری، دنیا کی بے رغبتی اور جفا کشی میں ایک مشہور عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں اور آپ اپنی بہن کے خاوند حضرت زکریا علیہ السلام کہ جو بنی اسرائیل کے نبی تھے کی کفالت میں تھیں کہ جب آپ کے یہ احوال تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک عظیم الشان شخص تھے کہ جنکے دین کی بابت لوگ ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت مریم علیہا السلام میں ایسی کراماتِ عظیمہ دیکھیں کہ جس سے آپ حیران رہ گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران: ۳۷)

''زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں ان کے پاس جاتے تو ان کے پاس
کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن) مریم سے پوچھنے لگے کہ مریم
یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے وہ بولیں کہ خدا کے پاس سے
آتا ہے بے شک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس گرمیوں میں جاڑے کے پھل اور جاڑوں میں گرمیوں کے پھل پاتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے بندے، اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا کہ جو پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ایک ہیں، ''اور حکمت اور حجت بالغہ اللہ ہی کی ہے'' (کہ اپنے ہر کام کی حکمت وہی جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے)

﴿اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾ (مریم:١٦)

''جدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں''

یعنی وہ ان سے علیحدہ اور جدا ہو گئیں اور وہ بیت المقدس کی شرقی جانب چلی گئیں (پھر)

﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا﴾ (مریم:١٧)

''تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا۔''

یعنی ان سے پردہ کر کے ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ ارشاد ہے

﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (مریم:١٧)

''تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔''

یعنی وہ ان کے سامنے ایک کامل انسان کی صورت میں آئے۔

مجاہد، ضحاک، قتادہ، ابن جریج، وھب بن منبہ اور سدی (وغیرہ) اللہ تعالیٰ کے قول

﴿فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا﴾ (مریم:١٧)

''پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ''

کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، اور ان حضرات نے جو یہ

فرمایا ہے وہ قرآن کا ظاہر ہے(آگے قصہ یوں ہے)

﴿قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا﴾ (مریم:۱۸)

''مریم بولیں اگر تم پر پرہیز گار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔''

یعنی جب فرشتہ ان کے پاس اس وقت انسانی صورت میں آیا کہ جب وہ ایک تنہا مکان میں تھیں اور ان کے اور ان کی قوم کے درمیان پردہ تھا تو وہ ڈر گئیں اور سوچنے لگیں کہ یہ شخص (جو بظاہر ایک ناواقف شخص ہے) ان کی جان کی ساتھ کوئی برائی کرنا چاہتا ہے تو آپ نے (بے اختیار اس کو یہ) کہہ دیا

﴿اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا﴾

''مریم بولیں اگر تم پر پرہیز گار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔''

یعنی ''اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے''

یہ انہوں نے اس شخص کو خدا کی یاد دلائی ہے اور یہ شر کو دور کرنے کے لیے آسان اور پھر اس سے زیادہ آسان صورت کو اختیار کرنے کا شرعی طریقہ ہے پس حضرت مریم علیہا السلام نے سب سے پہلے ان کو اللہ سے ڈرایا۔ (آگے حضرت جبرئیل یہ جواب دیتے ہیں)۔

﴿قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ﴾ (مریم:۱۶)

''انہوں نے کہا میں تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں۔''

یعنی فرشتہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو جواب دیتے ہوئے اور ان کو جو اپنی جان کا ڈر پیدا ہو گیا تھا اس کو دور کرتے ہوئے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ آپ گمان کر رہی ہیں لیکن میں تو آپ کے رب کا رسول ہوں یعنی اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت مریم علیہا السلام نے انہیں اللہ رحمٰن کی یاد دلائی (اور ان کا واسطہ دیا) تو حضرت جبرئیل ڈر کے مارے ٹوٹنے لگے اور اپنی اصلی حالت پر واپس آ گئے (یعنی صحیح فرشتہ کی شکل میں آ گئے) اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِیَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا﴾
(مریم:۱۹)

''انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں تا کہ تمہیں (ایک) پاکیزہ لڑکا بخشوں۔''

اس آیت کو ابوعمرو بن العلاء نے جو قرأ میں ایک مشہور قاری ہیں، اسی طرح پڑھا ہے (یعنی ''لِیَھَبَ'' مضارع غائب کے صیغہ کے ساتھ) اور دوسرے قرأ نے ''لِاَھَبَ'' (مضارع متکلم کے صیغہ کے ساتھ) پڑھا ہے اور ان دونوں ہی قرأتوں کی عمدہ وجہ اور صحیح مطلب و معنی ہے اور ہر ایک قرأت (معنی اور مطلب کے لحاظ سے) دوسری قرأت کو لازم ہے (اب حضرت مریم نے یہ سن کر یہ جواب دیا)۔

﴿قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ﴾ (مریم:۲۰)

''مریم بولیں میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا۔''

یعنی حضرت مریم یہ سن کر تعجب میں پڑ گئیں اور بولیں، ''میرا لڑکا کہاں سے ہوگا'' یعنی یہ لڑکا مجھ سے کس طرح پیدا ہوگا جب کہ میرا خاوند نہیں اور مجھ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا بھی متصور نہیں، اسی لیے آپ نے (بے اختیار) یہ کہا،

﴿وَ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِیًّا﴾ (مریم:۲۰)

''مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔''

''بغیی'' یہ زانیہ کو کہتے ہیں (یعنی مجھ سے زنا کا بھی ارتکاب نہیں ہوا)

(اب فرشتہ یہ سن کر اللہ کا پیغام دیتا ہے)۔

﴿قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ﴾ (مریم:۲۱)

''(فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے۔''

یعنی حضرت مریم علیہ السلام نے جو فرشتہ سے پوچھا تھا، انہوں نے ان کو ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا، ''بیشک اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ عنقریب آپ سے ایک بچہ

پیدا ہوگا اگر چہ تمہارا خاوند بھی نہیں اور نہ ہی تم سے کوئی بدکاری سرزد ہوئی ہے (مگر بات یہ ہے) کہ اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے (کرسکتا ہے) اسی لیے فرمایا:

﴿وَلِنَجْعَلَهُ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ (مريم: ۲۱)

''تاکہ اس کو لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔''

یعنی لوگوں کو اپنے اس خالق اور پیدا کرنے والے کی قدرت پر دلالت اور نشانی بنانے کے لیے (ان کو پیدا کریں گے) کہ جس نے اپنی طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہے پس اس نے تمام انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حضرت حواء کو عورت کے بغیر فقط مرد سے پیدا کیا اور تمام باقی مخلوق کو مرد اور عورت کے ذریعہ پیدا کیا، سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انہیں فقط عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا، پس یہ چار قسم کی تقسیم پوری ہوگئی کہ جو اللہ کی کمالِ قدرت اور بادشاہت کی عظمت پر دلالت کرتی ہے (اور وہ چار قسم کی پیدائش کی تقسیم یہ ہے۔

(۱) بغیر ماں باپ کے پیدا کرنا (جیسے آدم علیہ السلام)

(۲) بغیر عورت کے پیدا کرنا (جیسے حواء علیہا السلام)

(۳) بغیر مرد کے پیدا کرنا (جیسے عیسیٰ علیہ السلام)

(۴) مرد اور عورت سے پیدا کرنا'' (تسیم)

پس اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں، اس کے علاوہ کوئی رب نہیں اور اللہ تعالیٰ فرمان

﴿وَ رَحْمَةً مِّنَّا﴾ (مريم: ۲۱)

''اور اپنی طرف سے ذریعہ مہربانی''

یعنی ہم اس لڑکے کو اللہ کی رحمت (کا مظہر) اور ایک نبی بنائیں گے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وتوحید کی دعوت دے گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (آل عمران: ۴۵، ۴۶)

''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہوگا (اور جو) دنیا و آخرت میں باآبرو اور (خدا کے) خاصوں میں سے ہوگا۔ اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔ اور نیکو کاروں میں ہوگا۔''

یعنی وہ ماں کی گود میں بھی اور اپنی بڑی عمر میں بھی لوگوں کو اپنے رب کی عبادت کی طرف بلائے گا'' اور مشہور حدیث جبرئیل علیہ السلام میں بھی یہی بات ہے کہ جب وہ صحابہ کرام کو اسلام، ایمان اور احسان کی معنی کی تعلیم دینے اور قیامت کی علامات بتلانے کے لیے آئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں آئے جن کے کپڑے نہایت سفید تھے، بال نہایت سیاہ تھے، ان پر سفر کا اثر بھی دکھائی نہ دیتا تھا اور وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنے گھٹنے ان کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے اور اپنے ہاتھوں کو آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیا پھر سوال وغیرہ کرنے شروع کئے'' اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔[1]

(یہ دونوں قصے بھی فرشتوں کے انسانی شکلوں میں آنے پر دلالت کرتے ہیں)

---

[1] بخاری (۵۰، ۴۷۷۷) ''السنۃ'' ابن ابی عاصم (۵۵، ۵۸، ۷۵) ''الاعتقاد'' بیہقی (۱۲۶) ''الایمان'' ابن مندہ (۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۵۱، ۳۱۳) مسند احمد ۲/ ۴۲۶، سنن بیہقی ۱/ ۲۰۳، ''الکبیر'' طبرانی ۱۲/ ۴۳۱ بخاری شریف میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں، ''ایک دن نبی ﷺ لوگوں میں جلوہ افروز تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، ''ایمان کیا ہے؟ فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور ایمان لائے مرنے بعد جی اٹھنے پر'' پھر پوچھا، ''اسلام کیا ہے؟ فرمایا، ''اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اور نماز قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔'' پھر پوچھا، ''احسان کیا ہے؟ فرمایا، ''کہ تو اللہ کی یوں عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے'' پھر پوچھا، ''قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، ''جس سے سوال ہوا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا'' آگے طویل حدیث ہے۔

﴿فرشتوں کی قدرت اور قوت وطاقت﴾

فرشتوں کے پاس خارقِ عادت قوتیں اور زبردست طاقتیں ہیں اور ان طاقتوں پر اللہ نے ان کو قدرت دی ہے پس ان میں سے کچھ فرشتے کم تعداد میں ہونے کے باوجود اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ وَّالْمَلَكُ عَلٰى
اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾

(الحاقه: ١٦، ١٧)

''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر (اتریں گے) اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے سروں پر اٹھائے ہوں گے۔''

ابن کثیر کہتے ہیں[1] ''والملک علی ارجائها'' یہاں لفظ ملک یہ فرشتوں کے لیے اسم جنس ہے یعنی اس دن فرشتے آسمان کے کناروں پر ہوں گے۔''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''یعنی فرشتے آسمان کے کناروں پر ہوں گے''۔

حضرت سعید بن جبیرؒ اور اوزاعیؒ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

ضحاک کہتے ہیں، ''یعنی آسمان کے اطراف میں ہوں گے'' حسن بصری فرماتے ہیں، ''یعنی آسمان کے دروازوں پر ہوں گے''

ربیع حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، ''یعنی فرشتے آسمان کے اس باریک حصہ پر ہوں گے کہ جہاں سے وہ زمین والوں کو جھانک کر دیکھتے ہیں۔

اور ''وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ''

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر ص ۴۱۴ ج ۴

''اور اٹھائیں گے تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ شخص'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے قیامت کے دن اٹھا رکھا ہوگا۔ اور اس عرش سے عرش عظیم بھی مراد ہوسکتا ہے یا وہ عرش بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جو قیامت کے دن زمین پر فیصلہ کرنے کے لیے بچھایا جائے گا۔ واللہ اعلم

ابنِ ابی حاتم، عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، ''عرش اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتہ کی آنکھ کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک سو سال کی مسافت کی مدت ہے۔

ابنِ ابی حاتم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''مجھے حاملینِ عرش فرشتوں کے بارے میں بتلانے کی اجازت دی گئی، (کہ تحقیق) ایک فرشتہ کے کان کی لو سے لے کر اس کی گردن تک کا فاصلہ ایک تیز رفتار پرندہ کی سات سو سال تک کی اڑان ہے''

ابنِ کثیر کہتے ہیں، ''اس حدیث کی سند عمدہ ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

> ''مجھے عرش اٹھانے والے فرشتوں کے بارے میں بتلانے کی اجازت دی گئی کہ ایک فرشتہ کی کان کی لو سے لے کر اس کے کندھے تک کی مسافت سات سو سال تک کا چلنا ہے۔''[1]

کچھ فرشتے دوزخ کے نگران ہیں ان کے سردار ''مالک'' ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ابوداؤد صحیح اسناد کے ساتھ (۵۷۲۸) مشکاۃ المصابیح (۵۷۲۸)

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحریم: ۶)

''مومنو! اپنے آپ کواور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔''

یعنی فرشتوں کی خلقی ترکیب میں ان کے دلوں سے اللہ کا انکار کرنے والوں کے لیے رحمت کو نکال کر ان کی طبیعت کو نہایت سخت بنا دیا گیا ہے اور یہ شدت اور سختی نہایت بھیانک منظر والی ہے۔

ابن ابی حاتم، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، ''جب اہلِ جہنم پہلی دفعہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو جہنم کے دروازہ پر چار ہزار دربان پائیں گے جن کے چہرے سخت سیاہ ہوں گے، ہونٹ اوپر چڑھے ہوں اور بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوں گے۔ تحقیق کہ اللہ نے ان کے دلوں سے رحمت وشفقت نکال دی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بھی دل میں ذرہ برابر رحم نہیں، اگر ان میں سے ایک کے ایک کندھے سے ایک پرندہ اڑایا جائے تو وہ دو مہینے تک اڑتا ہوا دوسرے کندھے تک پہنچے گا، پھر وہ جہنم کے دروازے پر انیس فرشتے پائیں گے ہر ایک کے سینے کی چوڑائی ستر سال تک کی ہے پھر انہیں جہنم کے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک دھکیل کر گرایا جائے گا جو پانچ سو سال تک کی مسافت تک کا ہوگا، پھر وہ جہنم کے ہر دروازہ پر اسی طرح کے اتنے ہی فرشتے پائیں گے جتنے کہ پہلے دروازہ پر تھے۔ یہاں تک کہ وہ آخری دروازہ تک جا پہنچیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحریم: ٦)

''جو ارشاد خدا کا ان کو ہوتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔''

یعنی اللہ جب بھی انہیں کسی بات کا حکم کرتے ہیں وہ اس کے ماننے کی طرف لپکتے ہیں اور آنکھ جھپکنے کی بھی تاخیر نہیں کرتے اور وہ ہر حکم ماننے پر قادر ہیں انہیں اس سے کوئی درماندگی نہیں۔

''دوزخ کی آگ دھکیلنے والے ان فرشتوں سے اللہ کی پناہ''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا......﴾

(المدثر: ۳۰.۳۱)

''اس پر انیس داروغہ ہیں اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں۔ اور ان کا شمار کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر ہے۔''

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں، ''فرشتے عظیم اور نہایت سخت مخلوق ہیں''

بزاز نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں، ''ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، ''اے محمد (ﷺ) آج تو آپ کے ساتھی مغلوب ہو گئے'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''کس بات سے؟'' اس نے کہا، ''یہود نے ان سے پوچھا، ''کیا تمہیں تمہارے نبی نے جہنم کے داروغوں کی صحیح تعداد بتلائی ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''ہمیں نہیں معلوم جب تک

کہ ہم اپنے نبی ﷺ سے پوچھ نہ لیں'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''کیا وہ لوگ بھی مغلوب ہوتے ہیں جن سے وہ پوچھا جائے جو وہ جانتے نہ ہوں پھر وہ یہ (بھی) کہیں کہ ''ہم نہیں جانتے جب تک کہ اپنے نبی ﷺ سے پوچھ نہ لیں؟ ان اللہ کے دشمنوں کو میرے پاس لاؤ (میں ان کو اس سوال کا جواب دوں گا) لیکن ان لوگوں نے تو اپنے نبی سے سوال کیا تھا کہ وہ اللہ کو سامنے دکھلائیں۔ پس آپ ﷺ نے ان کے پاس پیغام بھیج کر انہیں بلوایا، ''وہ کہنے لگے، ''اے ابوالقاسم! جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اتنی اتنی'' (آپ نے ایک مرتبہ دونوں ہتھیلیوں کو کھول کر ملایا کہ ''دس'' پھر دوسری مرتبہ دونوں ہتھیلیوں کو ملایا اور ایک انگلی اندر کر لی یعنی ''۹'' بتلایا، تو یہ کل انیس کی تعداد ہوئی)۔ اور اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا، ''اگر تم سے جنت کی مٹی کے بارے پوچھا جائے تو تحقیق کہ وہ ملائم سفید رنگ کی مٹی ہے'' (پس جب وہ آئے اور) انہوں نے آپ ﷺ سے (جہنم کے داروغہ کی تعداد کو) پوچھا تو آپ نے انہیں جہنم کے داروغوں کی تعداد کو بتلا دیا۔

تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا، ''جنت کی مٹی کس چیز کی ہے؟ تو اس پر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پس انہوں نے جواب دیا، ''اے ابوالقاسم! وہ روٹی کی طرح ہے'' آپ نے فرمایا، ''وہ روٹی، سفید آٹے سے ہے'' امام ترمذی نے اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں یونہی روایت کیا ہے۔[1]

اور ''**وما جعلنا اصحاب النار**'' میں ''**اصحاب النار**'' سے مراد جہنم کے داروغہ ہیں اور ''**ملائکة**'' سے مراد جہنم کی آگ گھسیٹنے والے سخت اور شدید فرشتے ہیں اور یہ آیت مشرکینِ قریش پر رد پر ہے کہ جب ان کے سامنے جہنم کے داروغوں کا ذکر کیا گیا تو ابوجہل کہنے لگا، ''اے قریش کی جماعت! کیا تم میں سے دس اس ایک فرشتہ کو کافی

---

1. مسلم کتاب الفتن باب نمبر ۹ حدیث نمبر ۹۲، ترمذی (۳۳۲۷) ابن کثیر ۲۹۴/۸ طبعۃ الشعب تفسیر قرطبی ۸۰/۱۹

نہ ہوں سکیں گے کہ تم ان سب پر غالب آ جاؤ؟ تو اس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾

''اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر داروغہ وہ فرشتے ہی ہیں''

یعنی وہ بڑی سخت مخلوق ہیں کہ جن کا نہ تو مقابلہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ مغلوب ہوں گے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ابوالاشدین کہ جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے کہا، ''اے قریش کی جماعت! تم ان میں سے دو کے لئے، میرے لئے کافی ہو جاؤ میں تمہارے لئے ان میں سے سترہ کے لیے کافی ہو جاؤں گا''، اس نے یہ بات اپنے اوپر فخر اور غرور کرتے ہوئے کہی تھی۔ اور وہ قریش کے گمان کے مطابق اس قدر طاقتور تھا کہ جب وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا تھا اور پھر دس آدمی اس کھال کو اس کے قدموں کے نیچے سے کھینچ کر نکالنے کی کوشش کرتے تو وہ کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی لیکن وہ اس کھال پر سے سرکتا تک نہ تھا۔ (یعنی اس پر ڈٹ کر کھڑا رہتا تھا)

سہیل کہتے ہیں، ''یہ وہی شخص ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو لڑنے کی دعوت دی تھی اور کہا تھا، ''اگر تم مجھ سے کشتی کر لو گے تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا'' پس آپ ﷺ نے اس کے ساتھ کئی بار کشتی لڑی (اور اس کو نیچے دے مارا) مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ (المدثر: ۳۱)

''اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو مگر خود ہی''

یعنی ان کی تعداد اور ان کی کثرت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا تا کہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کر بیٹھے کہ وہ تو فقط انیس ہی ہیں۔ جیسا کہ یونانی فلاسفہ کی ایک گمراہ اور جاہل جماعت اور اس آیت کو سننے والی ان ملتوں نے بھی یہی کہا ہے کہ

جنہوں نے ان یونانی گمراہ فلسفیوں کی پیروی کی۔ پس انہوں نے فرشتوں کو ان عقولِ عشرہ اور نفوسِ تسعہ کے درجہ میں اتارنا چاہا کہ جن کا انہوں نے اپنی طرف سے دعوی گھڑا پھر خود ہی اس کے مقتضا پر دلائل قائم کرنے سے عاجز ہو گئے، پس انہوں نے اس آیت کے شروع کا مطلب تو خوب سمجھا مگر اس کے آخر کا انکار کر بیٹھے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ﴾ (زخرف:۷۷)

''اور پکاریں گے، اے مالک! کہیں ہم پر موت ڈال دے تیرا رب وہ کہے گا تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔''

ابنِ کثیر فرماتے ہیں، ''مالک یہ جہنم کا داروغہ ہے''

امام بخاریؒ صفوان بن ابی یعلی سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔''

﴿وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾

یعنی وہ ہماری روحیں قبض کر کے ہمیں اس عذاب سے راحت دے دے کہ جس میں ہم گرفتار ہیں۔ کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا﴾ (فاطر:۳۶)

''نہ ان پر حکم پہنچے کہ مر جائیں اور نہ ان پر ہلکی ہو وہاں کی کچھ کلفت''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ثُمَّ لَا

يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى﴾ (اعلی: ۱۳)

''اور (بے خوف) بدبخت پہلوتہی کرے گا جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جیئے گا''

پس جب یہ لوگ اپنے مرنے کا سوال کریں گے تو مالک فرشتہ ان کو جواب دے گا۔''

﴿قَالَ اِنَّكُمْ مَا كِثُوْنَ﴾

''وہ کہے گا تم کو ہمیشہ رہنا ہے''

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''وہ فرشتہ ایک ہزار سال تک ٹھہرا رہے گا اور پھر یہ کہے گا۔ ''تم کو ہمیشہ رہنا ہے'' اس حدیث کو ابنِ ابی حاتم نے روایت کیا ہے یعنی نہ تم کو اس جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت ہے اور نہ ہی اس سے تم کو کوئی مفر ہے''

(آگے دوسرے فرشتوں کا تعارف ہے)

اور ایک فرشتہ وہ ہے جو ایک دفعہ صور پھونکے گا اور آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہے وہ اس صور کی پھونک سے بے ہوش ہو جائے گا۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ (زمر: ٦٨)

''اور جب صور پھونکا جاوے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر دوسری دفعہ پھونکا جاوے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔''

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

''میں کیسے خوش ہوں جب کہ صور والے نے صور کو منہ میں لے لیا ہے اور اپنے کان (اللہ کے حکم کی طرف) لگا دیئے ہیں اور اپنا ماتھا جھکا دیا ہے کہ منتظر ہے کہ کب اس کو صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا، ''تم کہو حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل''[1]

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں جب کہ ایک آدمی نے ان سے یہ کہا، '' آپ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں وقت تک قیامت آجائے گی'' (تو آپ نے فرمایا) ''میرا جی چاہتا ہے کہ میں تم لوگوں کو کچھ بھی نہ بتایا کروں، میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم لوگ عنقریب ایک عظیم امر دیکھو گے۔'' پھر آپ نے فرمایا، ''رسول اللہ ؟ نے فرمایا، ''دجال میری امت میں نکلے گا، وہ ان میں چالیس...... ٹھہرا رہے گا، میں نہیں جانتا وہ چالیس دن ہوں گے یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجیں گے گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں (یعنی ان کی شکل ان سے ملتی جلتی ہوگی) پس آپ نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کر دیں گے پھر لوگ سات سال تک یوں رہیں گے کہ کسی دو میں بھی باہمی عداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلائیں گے، کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا یہ ہوا ضرور اس کی جان لے لے گی حتی کہ ان میں اگر کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی ہوگا اس کو بھی جا لے گی (اور اس کی بھی جان لے لے گی)'' راوی کہتے ہیں، ''میں نے یہ آپ ﷺ کو فرماتے سنا (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) ''پھر برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں جیسے خیالات والے ہوں گے وہ کسی نیکی

[1] ترمذی (۵۵۲۷) بحوالہ مشکوۃ (۵۵۲۷)، ''موارد الظمان'' ھیثمی ''۲۵۶۹''۔

کو نیکی نہ جانیں گے اور کسی منکر پر نکیر نہ کریں گے۔ پھر شیطان ان کے سامنے انسانی صورت میں آ کر کہے گا، ''تم میری بات کیوں نہیں مانتے ہو؟ پھر وہ انہیں بتوں کی پوجا کا حکم دے گا پس وہ لوگ بت پوجنے لگیں گے۔ اور اس وقت وہ لوگ نہایت خوشحال اور عمدہ زندگی میں ہوں گے پھر صور پھونکا جائے گا، جو بھی اس کو سنے گا وہ گردن اس کی طرف موڑے گا اور (اس کو سننے کے لیے اس کی طرف) گردن اٹھائے گا۔ اور جو شخص سب سے پہلے صور کی آواز سنے گا وہ اپنے حوض کو گارے سے لیپ رہا ہوگا پس وہ بے ہوش ہو جائے گا پھر ہر ایک بے ہوش ہو جائے گا پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا گویا کہ وہ (بارش برسانے والا) بادل ہوگا یا یہ کہ بارش ہوگی (راوی نعمان کو شک ہے کہ لفظ ظِلّ (بادل) ہے یا طَلّ (بوندا باندی یا بارش) ہے) پس اس بارش سے لوگوں کے جسم زمین سے اگیں گے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا وہ لوگ کھڑے ہو کر ہر طرف دیکھنے لگیں گے۔ پھر آواز دی جائے گی، ''اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ﴾ (الصافات: ۲۴)

''اور کھڑا رکھو ان کو، ان سے پوچھنا ہے''

فرمایا، ''پھر کہا جائے گا، (ان میں سے) جہنم والے نکال دو'' فرمایا، ''کہا جائے گا کہ کتنے؟'' تو جواب دیا جائے گا ہر ''ہزار میں نو سو ننانوے''۔ پس یہ وہ دن ہوگا کہ بچوں کو بھی بوڑھا بنا کر اٹھایا جائے گا اور اس دن ''ساق'' کی تجلی ہوگی۔[۱]

کچھ وہ فرشتے تھے کہ جو حضرت لوط علیہ السلام کی طرف بھیجے گئے کہ جنہوں نے اس قوم کے کفر اور ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ایک ہی دفعہ میں ان کی بستی الٹ کر اوپر سے نیچے کر دی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[۱] مسلم باب الفتن (۱۱۶) مسند احمد ۲/۱۶۶، مسند حاکم ۴/۵۵۰، ''فتح الباری'' حافظ ابن حجر ۱۳/۱۰۴

﴿فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ (هود: ۸۲،۸۳)

''تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس (بستی) کو (اُلٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کئے ہوئے تھے اور وہ (بستی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔''

مجاہدؒ کہتے ہیں، ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قومِ لوط کے جانور، ان کے گھر، ان کی عورتوں ان کے مویشی چوپائے اور ان کے ساز و سامان کو پکڑا اور اوپر اٹھایا حتیٰ کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی پھر ان کو اوندھے منہ نیچے دے مارا اور قومِ لوط کی عورتیں ان کے دائیں پَر کے کنارے پر تھیں۔''

مجاہدؒ کہتے ہیں، ''جب جبرئیل علیہ السلام نے وہ بستی الٹ دی تو سب سے پہلے بستی کے کنگرے اور برجیاں گریں تھیں۔''

قتادہؒ کہتے ہیں، ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے بستی کو درمیان سے مضبوطی سے پکڑا اور اس کو اوپر آسمانی فضاء میں اٹھا کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں تو ان سب کو (وہاں) ہلاک کر دیا پھر ان میں سے رہ جانے والے (کہ جو اس وقت بستی میں نہ تھے اور کہیں سفر وغیرہ پر نکلے ہوئے تھے) پر پتھر برسائے۔''

قتادہؒ کہتے ہیں، ''ہمیں معلوم ہوا کہ یہ چار بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک لاکھ آدمی تھے' اور ایک روایت میں ہے کہ ''یہ تین بستیاں تھیں ان میں سب سے بڑی ''سدوم'' کی بستی تھی۔''

قتادہؒ کہتے ہیں، ''ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ''شہر سدوم''

کو اوپر سے دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ ''سدوم ایک دن برباد ہوگا''۔

قتادہؒ اور دیگر حضرات سے ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں، ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب صبح کی تو اپنا ایک پَر پھیلایا اور اس سے ان کی زمینوں کو اور جو کچھ ان میں محلات، جانور، پہاڑ وغیرہ تھے ان کو جڑ سے اکھاڑ لیا اور اس سب کو اپنے پَر میں ملا لیا اور ان کو اپنے پَر کے بیچ میں اکٹھا کر لیا پھر انہیں آسمان دنیا کی طرف چڑھا کر لے گئے حتی کہ آسمان کے رہنے والوں نے لوگوں اور کتوں کی آوازیں سنیں اور وہ لوگ چار لاکھ کی تعداد میں تھے پھر اس بستی کو الٹ کر ان لوگوں کو اوندھے منہ زمین پر دے مارا اور انہیں ایک دوسرے پر ڈال کر پیس کر ہلاک کر دیا اور اس بستی کو زیرو زبر کر دیا کہ اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دی پھر اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔''

محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں، ''قومِ لوط کی پانچ بستیاں تھیں ایک ''سدوم'' کی بستی جو سب سے بڑی تھی، باقی یہ تھیں صعبہ، صعود، غمرہ اور دوحاء''۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو اپنے پَر پر اٹھایا پھر انہیں اوپر لے گئے حتی کہ آسمانِ دنیا والوں نے ان کے کتوں کی بھونکنے اور ان کی مرغیوں کی کڑکڑاہٹ سنی پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس بستی کو اوندھے منہ نیچے دے مارا پھر اس کے پیچھے پتھر برسائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ أَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾ (هود: ۸۲)

''کر ڈالی وہ بستی ہم نے اوپر نیچے اور برسائے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے''

اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا''

سدیؒ کہتے ہیں: ''جب قومِ لوط نے صبح کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین

پرنازل ہوئے اوران کی بستی کی زمین کوسات زمینیں نیچے سے اکھاڑ لیا پھراس بستی کو اٹھایا (اوپر لے گئے) حتی کہ اس کو آسمان تک لے گئے حتی کہ آسمانِ دنیا والوں نے ان کے کتوں کی بھونک اوران کی مرغیوں کی کڑکڑاہٹ سنی۔ پھرآپ نے وہ بستی الٹ دی اور ان سب کوقتل کردیا۔"

یہی بات اس ارشادِ باری تعالیٰ میں مذکور ہے۔

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى﴾ (النجم:۵۳)

"اوراسی نے الٹی ہوئی بستیوں کودے پٹکا۔"

اوران میں سے جوزمین پرگرنے تک بھی نہ مرا تواللہ تعالیٰ نے اس پر پتھر برسائے جب کہ وہ زمین کے نیچے تھا (یعنی زمین اس پرالٹی ہوئی تھی) اورجواس وقت بستی میں موجود نہ تھے توان پتھروں نے ان کا بھی پیچھا کیا، پس ایک آدمی (کہیں کسی سے) بات کررہاہوتا تھا کہ ایک پتھرآتا اوراس کوہلاک کردیتا۔

یہی بات اس ارشادِ خداوندی میں مذکور ہے۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ﴾ (الاعراف:۸۴)

"اور برسایاہم نے ان کے اوپرمینہ (یعنی پتھروں کی بارش)"

یعنی ان بستیوں پر پتھروں کی کنکریاں برسائیں۔" امام سدیؒ نے اسی طرح فرمایاہے۔

"امام ابوحنیفہؒ (اغلام بازی کرنے والے کی سزا کے بارے میں) اس طرف گئے ہیں کہ اغلام بازی کرنے والے کوکسی اونچی پہاڑی کی چوٹی سے گراکر پیچھے سے پتھروں کی بارش کردی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ساتھ کیا (کہ پہلے ان کو اوپرسے گرایا پھران پرپتھر برسائے) واللہ اعلم۔

(عکاشہ عبدالمنان کہتے ہیں) یہ فرشتوں کی طاقت اورقوت کا تھوڑا سا تذکرہ ہے۔

﴿فرشتوں کے کام﴾

اوراب ہم فرشتوں کے بعض اعمال اور کاموں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) ''رضوان'' جنت کا دربان

ابن کثیر فرماتے ہیں[۱]''جو فرشتہ جنت کا دربان ہے اس کا نام ''رضوان'' ہے، بعض احادیث میں اس کا یہ نام صراحۃً آتا ہے۔''

اس فرشتہ کا بھی وہی کام ہے کہ جو باقی جنتیوں کے دربان فرشتوں کا ہے اور یہ جنت کا دربان بھی ہے اور ان سب دربانوں کا سردار بھی ہے اور یہ اتنے فرشتوں کا مسئول ہے کہ جن کی (صحیح) تعداد فقط اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں،

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (الرعد: ۲۳، ۲۴)

''اور فرشتے (بہشت کے) ہر ایک دروازے سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔''

طبریؒ کہتے ہیں[۲] ''حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''فرشتے اہل جنت کے پاس جنت کے آٹھ دروازوں سے آئیں گے'' اور ایک قول یہ بھی ہے کہ، ''ہر نیکی کے دروازہ سے آئیں گے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ (کہ ان میں سے ہر ایک نیکی کا ایک دروازہ ہوگا اور ہر دروازہ سے اہلِ جنت کے پاس فرشتے آئیں گے)

اور ایک قول میں ہے کہ ''فرشتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سلام، تحفے اور ہدیے

۱۔ البدایہ والنھایہ ۱/۵۳

۲۔ ''مجمع البیان'' تفسیر سورۂ رعد ص ۱۲۹

لے کر جنت کے محلات اور باغوں کے دروازوں سے آئیں گے اور آکر کہیں گے ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ'' (تمہارے صبر کے بدلے تم پر سلام ہو)

(عکاشہ عبدالمنان اس آیت کی نحوی ترکیب بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مذکورہ بالا جملہ ''مقولہ'' ہے اور اس کا) قول (یعنی ''یقولون'' وغیرہ کا صیغہ) یہ محذوف ہے کیونکہ آپ ﷺ کی احادیث میں اس پر دلالت موجود ہے۔''

اور فرشتوں کا سلام اور بشارت، ہر قسم کی سلامتی اور عزت اور ہر اس بات کی نفی کی ہوگی کہ جس میں کسی قسم کی مضرت کا شائبہ بھی ہو۔ یعنی وہ یہ کہیں گے، ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور اللہ کی اطاعت میں مشقتیں اٹھانے کے بدلے میں ہر قسم کے خوف اور ناگواری سے سلامتی دے دی''۔

''فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ'' یعنی آخرت کے گھر کی خوبی اور بھلائی وہ عزت اور کرامت ہے کہ جس میں تم اب ہو۔

ابن کثیر کہتے ہیں[1]، ''یعنی یہیں جنت کے دروازوں سے ہی فرشتے ان کو جنت میں داخل ہونے پر مبارک دینے کے لیے چلے آئیں گے پس جنت میں داخل ہونے کے وقت، انہیں صدیقین، رسولوں اور انبیاء کرام کے پڑوس میں جو (اس جنت) دارالسلام میں قیام اور اللہ تعالیٰ کا قرب و انعام حاصل ہوا ہے اس پر وہ انہیں مبارکباد دیتے اور سلام کہتے ہوئے وفد کے وفد بن کر آئیں گے۔''

امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، ''آپ ﷺ نے فرمایا، ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے جنت میں کون داخل ہوگا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ''اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ کی مخلوق میں جو سب سے پہلے جنت میں داخل

---

1. تفسیر ابن کثیر ۲/۵۱۰-۵۱۱

ہوں گے یہ وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے ذریعہ سرحدات کی حفاظت کی جاتی ہے اور جن کے ذریعے مشکلات اور ناگواریوں سے بچا جاتا ہے اور ان میں سے ایک اس حالت میں مرتا ہے کہ اس کی ضرورت اس کی جی میں رہ جاتی ہے اور وہ اس کو پورا بھی نہیں کرسکتا (یعنی وہ ایسی کسمپرسی کی حالت میں دنیا سے چلا جاتا ہے) پس اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جس کو چاہے گا اس کو فرمائے گا، ''انہیں (میرے سامنے) لے آؤ اور انہیں (تم لوگ) سلام کرو'' تو فرشتے کہیں گے، ''ہم تیرے آسمان کے باسی، اور تیری مخلوق میں سب سے بہتر کیا آپ ہمیں ان کو لا کر ان پر سلام کہنے کا حکم دیتے ہیں،؟'' پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، ''یہ میرے وہ بندے ہیں جو میری عبادت کرتے تھے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتے تھے اور ان کے ذریعہ سرحدات کی حفاظت کی جاتی تھی، اور مصیبتوں سے بچا جاتا تھا ان میں سے ایک اپنے جی میں اپنی حاجت لئے مرجاتا تھا اور اس کو پورا نہ کرسکتا تھا''۔ (راوی کہتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا، ''پس اس وقت پھر فرشتے انہیں لے آئیں گے اور ان کے پاس جنت کے ہر دروازہ سے آئیں گے۔ (اور یہی بات اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے)

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

''سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا سو خوب ملا عاقبت کا گھر''

طبرانیؒ نے ابنِ عمروؓ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے، ''آپ ﷺ نے فرمایا، ''سب سے پہلے گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ ان فقراء مہاجرین کا ہوگا جن کے ذریعہ ناگواریوں سے بچا جاتا تھا اور جب ان کو حکم دیا جاتا تھا وہ سنتے تھے اور مانتے تھے اور اگر ان میں سے کسی کو بادشاہ سے کوئی کام پڑ جاتا تھا تو پورا نہ ہوتا تھا حتی کہ وہ اپنی اس حاجت کو جی میں لئے مر گئے اور بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو پکارے گا پس وہ جنت اپنی تمام زیب و زینت کے ساتھ آئے گی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں

گے ''میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری راہ میں قتال کیا اور میری راہ میں ستائے گئے اور میری راہ میں جہاد کیا؟ (آج تم) جنت میں بغیر کسی حساب و کتاب کے داخل ہو جاؤ اور فرشتے آ کر سجدہ کر کے کہیں گے، ''اے ہمارے رب! ہم نے ان لوگوں سے زیادہ دن رات تیری پاکی بیان کی اور عظمت بیان کی کہ جن کو آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے؟'' پس اللہ رب العزت فرما دیں گے، ''یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا، جو میری راہ میں ستائے گئے'' پس (یہ سن کر اب) فرشتے ان کے پاس جنت کے ہر دروازہ سے آئیں گے (اور آ کر یہ کہیں گے)۔

''سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار''[1]

عبداللہ ابن مبارک ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، ''بیشک مومن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا اور اس کے سامنے خادم دو لائنوں میں کھڑے ہوں گے اور دونوں لائنوں کی ایک طرف ایک دروازہ ہوگا کہ جس پر دربان ہوگا۔ پھر ایک فرشتہ آئے گا اور اجازت طلب کرے گا، وہ فرشتہ اپنے پاس والے سے اجازت طلب کرنے کے لیے کہے گا اور وہ شخص اپنے پاس والے سے حتیٰ کہ اس مومن تک اجازت کی طلبی پہنچے گی تو وہ سن کر کہے گا، ''انہیں آنے کی اجازت دو'' پھر قریب والا پچھلے کو، وہ اس سے پچھلے کو اور وہ اس سے پچھلے کو اسی طرح آخری شخص کو جو دروازہ کے پاس ہوگا، یہ کہا جائے گا کہ ''اس کو اجازت دے دو'' پس اس آنے والے فرشتہ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا وہ آ کر اس مومن کو سلام کر کے چلا جائے گا'' اس حدیث کو ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے بھی اپنی روایت میں یہی مضمون ذکر کیا ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''آپ ﷺ ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں کی زیارت کو جاتے

---

1. مسند احمد ۲/۱۶۸، ''موارد الظمآن'' ھیثمی (۲۵۶۵)

اور (وہاں) ان کو (مخاطب کر کے یہ) فرماتے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"

حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی یونہی کیا کرتے تھے۔

(۲) "مالک" دوزخ کا داروغہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ نَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَا كِثُونَ﴾ (زخرف:۷۷)

"اور پکاریں گے اے مالک! کہیں ہم پر موت ڈال دے تیرا رب وہ کہے گا تم کو ہمیشہ رہنا ہے"۔

طبریؒ فرماتے ہیں[۱]، "جب اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ وہ مجرمین کے ساتھ کیا کرنے والا ہے تو یہ بھی بیان کیا کہ ایسے کرنے میں اللہ نے ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا ہے۔

"وَنَادَوا يا مَالك" یعنی وہ جہنم کے داروغہ کو آواز دیں گے اور کہیں گے۔

"یا مالک لیقضی علینا ربک" یعنی

"تیرا رب ہمیں مار کیوں نہیں ڈالتا تا کہ ہم اس عذاب سے چھوٹ جائیں اور راحت پائیں"

پھر وہ جہنم کا داروغہ ان کو جواب دیتے ہوئے کہے گا۔

"انکم ماکثون" یعنی "تم کو ہمیشہ ہمیشہ اس عذاب میں رہنا ہے"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور سدیؒ کہتے ہیں، "مالک داروغہ ان کو یہ

---

۱ "مجمع البیان" تفسیر سورۂ زخرف ص۹۹

جواب بھی ایک ہزار سال بعد دے گا"۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، "وہ چالیس سال بعد جواب دے گا"۔

(۴) ملک الموت (موت کا فرشتہ)

جمہور علماء کرام نے کہا ہے کہ ان کا نام "عزرائیل" ہے، مگر یہ کہ ہم فرشتوں کے ان ناموں سے زیادہ کوئی (مزید دوسرے) نام نہ لیں گے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو بتلا دیئے ہیں۔ اور وہ جبرئیل، میکائیل اور مالک ہیں اور اسرافیل اور منکر نکیر کا نام صحیح احادیث میں آتا ہے رہا عزرائیل کا نام، تو نہ تو قرآن ہی نے یہ نام لیا ہے اور نہ ہی صحیح احادیث ہی میں یہ نام آتا ہے۔[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ (سجدہ: ۱۱)

"کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کرتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں، "اس آیت کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ ملک الموت فرشتوں میں سے ایک معین شخص ہے اور احادیث میں اسی طرح آتا ہے کہ اس کے دوسرے ساتھی پورے بدن سے روح کھینچتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ روح حلق تک آن پہنچتی ہے تو یہ ملک الموت اس کو لے لیتا ہے"۔

مجاہدؒ کہتے ہیں، "زمین ملک الموت کے لیے سمیٹ کر ایک تھال کی طرح بنا دی گئی ہے وہ اس میں سے جب چاہے (جس کی چاہے اس کی جان) لے لیتا ہے"۔

اس حدیث کو زہیر بن محمدؒ نے نبی ﷺ سے مرسلاً اسی طرح روایت کیا ہے

---

[1] اس کے لیے دیکھیں ابن عبدالوہاب کی "اصول الایمان" ص ۱۴۰ اور ڈاکٹر محمد نعیم کی "الایمان"

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ابنِ ابی حاتمؒ، جعفر بن محمدؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، میں اپنے والد کو سنا وہ فرما رہے تھے، ''رسول اللہ ﷺ نے ملک الموت کو ایک انصاری شخص (کی موت کے وقت اس) کے سر پر دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''اے ملک الموت! میرے ساتھی کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا کہ یہ مومن ہے'' تو ملک الموت نے جواب دیا، ''اے محمد! آپ جی مطمئن رکھیں، آنکھیں ٹھنڈی رکھیں کہ میں ہر مومن کا رفیق ہوں (سنیے!) آپ کو معلوم ہو برّ و بحر میں اور زمین میں کوئی کچا یا ادنیٰ گھر نہیں مگر یہ کہ میں روزانہ پانچ مرتبہ ان گھر والوں کو (جا کر) غور سے دیکھ آتا ہوں حتیٰ کہ میں ان سے بھی زیادہ ان کے چھوٹے بڑے کو پہچانتا ہوں۔ خدا کی قسم اے محمد! اگر میں ایک مچھر کی روح بھی قبض کرنا چاہوں تو مجھے اس کی قدرت نہیں جب تک کہ اللہ اس کی روح قبض کرنے کا حکم نہ دے۔''[1]

جعفر کہتے ہیں، ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت لوگوں کو نمازوں کے وقت آ کر غور سے دیکھتا ہے پھر جب وہ اس شخص کی موت کے وقت آتا ہے تو اگر تو وہ شخص نمازوں کی حفاظت کرتا تھا تو فرشتہ اس کے قریب ہو جاتا ہے اور شیطان کو اس سے دفع کر دیتا ہے اور وہ فرشتہ اس کو ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' کی اس سخت حالت میں بھی تلقین کرتا ہے''۔

رہے ملک الموت کے ساتھی تو ان کا ذکر اس ارشادِ باری تعالیٰ میں آتا ہے۔

﴿حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ (انعام: ۶۱)

''یہاں تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے

---

[1] تفسیر کبیر'' طبرانی ۴/۲۶۱ ''المجمع'' ھیثمی ۲/۳۲۔

لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے''۔

ابنِ کثیرؒ ''حتی اذا جاء احدکم الموت'' کا مطلب بیان کرتے ہیں، ''یعنی جب اس پر عالمِ مرگ طاری ہوجائے اور اس کی موت کا وقت قریب آجائے۔

''توفته رسلنا'' کا مطلب یہ ہے ''وہ فرشتے جو جان نکالنے پر مامور ہیں''

حضرتِ ابن عباسؓ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں، ''ملک الموت کے ساتھی اور مددگار وہ ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور ملک الموت اس روح کو اس وقت قبضہ میں لیتا ہے کہ جب وہ حلقوم تک آجائے۔ ''وھم لا یفرطون'' کا مطلب یہ ہے کہ ''وہ روح کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کو وہیں چھوڑ آتے ہیں جہاں اللہ چاہے۔ اگر نیک روح ہوتو ''علیین'' میں چھوڑ آتے ہیں اور اگر گنہ گار روح ہوتو ''سجین'' میں چھوڑ آتے ہیں (اللہ تعالیٰ سجین سے بچائے آمین)

آگے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰاهُمُ الْحَقِّ﴾ (انعام: ۶۱)

''پھر پہنچائے جائیں گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے سچا''

ابن جریرؒ کہتے ہیں، ''یہ پہنچانے والے فرشتے ہوں گے اور پہنچائیں گے بارگاہِ الٰہی میں''

امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''بے شک مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں، پھر اگر وہ نیک آدمی ہوتو کہتے ہیں، ''اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی، نکل، تو نکل تیری تعریف کی گئی ہے تو خوشخبری لے جنت کی ہواؤں اور درختوں کی، اور تیرا رب ناراض نہیں۔'' اس روح کو یہ بات اس وقت تک کہی جاتی رہے گی جب تک اس آسمان تک نہیں پہنچ جاتی کہ جس میں اللہ ہے اور جب وہ کوئی برا شخص ہوتو وہ کہتے ہیں اے خبیث بدن کی خبیث روح نکل، نکل تیری برائی بیان کی گئی ہے اور تو

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ظالموں کی روحوں کو نکالنے کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء: ۹۷)

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز وناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بری جگہ ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل: ۲۸)

''(ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں (اور یہ) اپنے ہی حق میں ظلم کرنیوالے (ہوتے ہیں) تو مطیع ومنقاد ہو جاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے خدا اس کو خوب جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ان ظالم مشرکوں کی کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، حالت کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جب ان جب عالم مرگ طاری ہوگا اور فرشتے ان کی خبیث روحیں نکالنے ان کے پاس آئے ہوں گے تو وہ کہیں گے۔''

''فَاَلْقَوُا السَّلَمَ'' یعنی وہ یہ کہتے ہوئے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری اور

تابعداری ظاہر کریں گے۔

"ما کنا نعمل من سوءٍ" (کہ ہم تو کوئی برا کام کرتے ہی نہ تھے) جیسا کہ وہ قیامت کے دن بھی یہی کہیں گے۔

﴿وَاللّٰهِ[1] رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ﴾ (مجادلہ:۱۸)

"ہمارے رب کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔ جس دن خدا ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں اٹھاتے ہیں اسی طرح خدا کے سامنے بھی قسمیں اٹھائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ ان کی اس خلافِ واقع بات کو جھٹلاتے ہوئے فرمائیں گے۔

﴿بَلٰى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فَادْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

(النحل:۲۸۔۲۹)

"ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے خدا اس کو خوب جانتا ہے سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ اس میں رہو گے اب تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔"

یعنی یہ جو جھوٹ موٹ گھڑ کر سنایا ہے یہ بہت برا ہے اور وہ ذلت کا گھر یہ اللہ کی آیات اور رسولوں کی اتباع سے تکبر کرنیوالوں کے لیے ہے اور یہ لوگ اپنی روحوں کے ساتھ تو مرتے ہی جہنم میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے جسم قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپٹوں کے عذاب کو سہیں گے اور جب قیامت آئے گی تو ان کی روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹا دیا جائے گا اور پھر انہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ

[1] سورۂ مجادلہ میں اس آیت کے شروع میں "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" کے الفاظ نہیں۔ (نسیم)

عَذَابِهَا﴾ (فاطر:۳٦)

''نہ انہیں موت آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ان کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (انعام: ۹۳)

''اور کاش تم ان ظالم (یعنی مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں گے۔ اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لیے کہ تم خدا پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں میں سرکشی کرتے تھے۔''

ابن کثیرؒ ''ولو تری اذا الظالمون فی غمرات الموت'' کا مطلب بیان کرتے ہیں یعنی ''وہ موت کی سختیوں، تکلیفوں اور اذیتوں میں ہوں گے۔

اور فرشتوں کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ''وہ ضربیں لگائیں گے'' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَئِنْ بَسَطْتَّ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ﴾ (المائدہ: ۲۸)

''اگر تو ہاتھ چلائے گا مجھ پر مارنے کو مجھے''

اور ﴿يبسطوا اليكم ايديهم و السنتهم بالسوء﴾

(الممتحنة: ۲)

''اور ایذاء کے لیے تم پر ہاتھ بھی چلائیں اور زبانیں بھی۔''

(کہ یہاں ''بسط'' سے مراد ہاتھ چلانا اور ضرب لگانا ہے)

ضحاک اور ابو صالح "باسطوا ایدیهم" کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''فرشتے ان کو عذاب دیں گے''۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ﴾ (انفال: ۵۰)

''اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت کو) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ان کے مونھوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں۔''

اسی لیے "والملئکة باسطوا ایدیهم" فرمایا یعنی فرشتے ان کو مارتے ہوں گے حتیٰ کہ ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل جائیں۔ اسی لیے فرشتے ان لوگوں سے کہیں گے،

"اخرجوا انفسکم" اپنی روحیں نکالو۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی کافر پر موت کا عالم طاری ہوتا ہے تو فرشتے اس کو سزا، عبرتناک انجام اور بدلہ، اور طوق اور زنجیروں اور جہنم کی آگ اور کھولتے پانیوں، اور رب رحمٰن کے غضب کی خوشخبری سناتے ہیں۔ تو یہ سن کر اس کی روح اس کے جسم کے اندر گھس گھس جاتی ہے اور نکلنے سے انکار کرتی ہے تب فرشتے اس کو مارتے ہیں حتیٰ کہ ان کافروں کی روحیں ان کے بدنوں سے نکلتی ہیں اور فرشتے ان کو یہ کہہ رہے ہوتے ہیں:

﴿اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون بما تقولون علی الله غیر الحق﴾

''نکالو اپنی جانیں! آج تم کو بدلہ میں ملے گا ذلت کا عذاب اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں''

یعنی آج تم کو نہایت ذلیل کیا جائے گا جیسا کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے اور اس کی آیات کی اتباع اور اس کے رسولوں کی پیروی سے تکبر کیا کرتے تھے۔

اور تحقیق کہ مومن اور کافر کی موت کے وقت ان کی جانکنی کی کیفیت احادیث میں آتی ہے اور وہ منکر نکیر دو فرشتوں کے تذکرہ کے وقت ذکر کی جائے گی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَ أَدْبَارَهُمْ﴾ (محمد: ۲۷)

''پھر کیسا ہوگا حال جب کہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہوں ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر''

یعنی اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب فرشتے تو ان کی روحوں کو (ان جسموں سے) قبض کرنے کے لیے آئیں گے اور ان کی روحیں ان کے جسموں میں نکلنے سے انکار کر رہی ہوں گی اور فرشتے، قہر و غضب اور سختی اور زور سے زبردستی ان کو نکال رہے ہوں گے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

رہے مومنین تو ان کے مختلف احوال ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلٰئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل: ۳۲)

''جب فرشتے ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ (کفر و شرک سے) پاک ہوتے ہیں۔ تو ''سلام علیکم'' کہتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلہ میں بہشت میں داخل ہو جاؤ۔''

اللہ تعالیٰ مومنین کی حالتِ مرگ کی خبر دیتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ وہ ستھری روحیں ہوتی ہیں یعنی وہ شرک اور گندگی اور ہر برائی سے صاف ستھری ہوتی ہیں اور یہ کہ فرشتے ان کو سلام کہہ کر ان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں''۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي

الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ (فصلت: ۳۰.۳۲)

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہوں اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو بھی تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خَالِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

(الانبیاء: ۱۰۱-۱۰۳)

''جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے (یہاں تک کہ) اس کی آواز بھی تو نہیں سنیں گے اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اُس میں (یعنی ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔ اُن کو (اُس دن کا) بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں اور ان کے اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے ان کے عذاب کا ذکر کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے نیک بختوں کے

ذکر کا ان اہلِ جہنم کے ذکر پر عطف ڈالا اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے سعادت (اور خوش بختی) مقدر ٹھہر چکی ہے اور ان لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے تھے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس: ۲۶)

''جنہوں نے کی بھلائی ان کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی''

اور فرمایا

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰)

''اور کیا بدلہ ہے نیکی کا مگر نیکی''

پس جس طرح ان لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے اللہ تعالیٰ بھی ان کے انجام اور ثواب کو اچھا کرے گا اور ان کو عذاب سے بچائے گا۔ اور ان لوگوں کو عظیم ثواب ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا﴾

''وہ اس سے دور رہیں گے نہ سنیں گے اس کی آہٹ''

یعنی وہ (جہنم کی) آگ کے (دوزخیوں کے) جسموں کو جلانے کی آواز نہ سنیں گے۔

﴿وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ﴾

''اور وہ اپنے جی کے مزوں میں ہمیشہ رہیں گے''

یعنی اللہ ان کو خوفزدہ کرنے والی اور ڈرانے والی باتوں سے محفوظ کر دیں گے اور ان لوگوں کو اپنا مطلوب ومحبوب حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں،

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ (الانبیاء: ۹۸)

''تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے (وہ) ایندھن ہے دوزخ کا، تم کو اس پر پہنچنا ہے۔''

پھر اس ارشاد سے استثناء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى﴾ (الانبیاء: ۱۰۱)

''جن کے لیے پہلے سے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی''

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے اور دیگر حضرات ہیں کہ جن کو لوگوں نے اللہ کا شریک ٹھہرا لیا (اور انہوں نے اس کی تعلیم نہ دی تھی لہٰذا یہ لوگ جہنم کا ایندھن نہ ہوں گے)۔

ایک دوسری روایت میں آپؓ فرماتے ہیں، ''یہ آیت حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔

ابنِ ابی حاتمؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس ارشادِ باری تعالیٰ ''اِن الذین سبقت لھم منا الحسنی'' کے بارے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے علاوہ جس چیز کی بھی پوجا کی جائے گی وہ جہنم میں ڈال دی جائے گی سوائے سورج، چاند اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے''

''اولٰئک عنھا مبعدون'' کے بارے میں مجاہدؒ فرماتے ہیں، ''یہ حضرت عیسیٰ و عزیر و ملائکہ علیہم السلام ہیں''۔

ضحاکؒ کہتے ہیں، ''یہ عیسیٰ و مریم و ملائکہ علیہم السلام اور شمس و قمر ہیں۔''

ابن مردویہؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں، ''عبداللہ بن زبعری نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، ''کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آپ ﷺ پر نازل کی ہے،

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ﴾

ابن زبعری کہتا ہے، ''کہ تحقیق (اس طرح تو) سورج، چاند، فرشتوں اور حضرت عزیر و عیسی ابن مریم علیہم السلام کی بھی عبادت کی گئی ہے تو کیا یہ بھی ہمارے بتوں

کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟

تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ وَ قَالُوْا ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلاً بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ (زخرف: ۵۷۔۵۸)

''اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے اور کہنے لگے بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ انہوں نے عیسیٰ کی مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو''

پھر یہ آیت نازل ہوئی،

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾[1]

اس حدیث کو حافظ نے اپنی کتاب ''الاحادیث المختارہ'' یں روایت کیا ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسارؒ اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں فرماتے ہیں، اور اس بات کے بارے میں کہ جو مجھے پہنچی ہے (وہ یہ ہے کہ) ایک دن نبی ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھ رہے کہ نضر بن حارث بھی آ کر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور مسجد میں قریش کے کئی دوسرے احباب بھی موجود تھے، پس آپ ﷺ نے گفتگو شروع کی، پھر نضر بن حارث نے اپنی معروضات پیش کیں پس آپ ﷺ نے اس کو جواب دے کر اس کو لاجواب کر دیا۔ اور آپ ﷺ نے اس کو اور سب قریش کو یہ آیت تلاوت کر کے سنائی۔

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ اٰلِهَةً مَا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خَالِدُوْنَ

[1] اس کا ترجمہ گزشتہ میں گزر گیا ہے۔ (نسیم)

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّ هُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۹۸۔۱۰۰)

''تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ (قیامت کے دن) دوزخ کا ایندھن بنو گے۔ اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔ اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہاں ان کو چلانا ہونا ہوگا اور وہ (کچھ) نہ سن سکیں گے۔''

پھر آپ ﷺ (یہ کہہ کر) اٹھ گئے اور ''عبداللہ بن زبعری سہمی'' اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر ولید بن مغیرہ نے عبداللہ بن زبعری سے کہا، ''خدا کی قسم! نضر بن حارث نہ تو ابن عبدالمطلب (یعنی آپ ﷺ) کے لیے ابھی نہ تو کھڑا ہوا نہ بیٹھا (یعنی آپ ﷺ جو کچھ فرماتے رہے اس نے کسی بات کا جواب بھی نہ دیا اور نہ ہی اپنے معبودوں کا دفاع کیا) جب کہ محمد یہ کہتے رہے کہ ہم بھی اور جن معبودوں کو ہم پوجتے ہیں وہ بھی جہنم کا ایندھن ہیں'' تو اس پر عبداللہ بن زبعری نے کہا، ''خدا کی قسم! اگر مجھے نضر بن حارث کہیں مل جائے تو میں ضرور اس سے جھگڑوں''، پس پوچھو محمد سے، کہ جب ہر وہ شے کہ جس کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جائے گی وہ جہنم میں جائے گی اپنے پوجنے والے سمیت تو ہم فرشتوں کی (بھی) پوجا کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیر کی اور نصاری حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ (تو کیا یہ لوگ بھی جہنم میں جائیں گے؟)'' تو عبداللہ بن زبعری کی اس بات پر ولید بن مغیرہ اور اس مجلس کے سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے (کہ اس نے کیسی انوکھی دلیل ڈھونڈی ہے)۔ اور ان لوگوں نے یقین کر لیا کہ اس نے آپ ﷺ کی بات کی دلیل ڈھونڈ نکالی ہے اور اب یہ آپ ﷺ سے جھگڑے گا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جا کر کہا، ''ہر وہ ذات کہ جو یہ پسند کرتی ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی بھی پوجا ہووے تو وہ اپنے عبادت گزار کے ساتھ ہوگی۔ یہ قریش بیشک یہ تو شیطان کی عبادت کرتے ہیں تو ان کو شیطان کی عبادت کا حکم کس نے دیا ہے؟[1] تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

1. تفسیر ابن کثیر، ۵/۳۷۵، ''البدایہ والنھایہ'' ۲/۸۹، سیرت ابن ہشام ۱/۳۸۷

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى .... الى آخر الآية﴾

یعنی حضرت عیسیٰ وعزیر علیہما السلام اور اللہ کے وہ اطاعت گذار برگزیدہ نیکوکار احبار ورحبان کہ جو دنیا سے چلے گئے پھر جن گمراہوں نے بعد میں ان کو اللہ کے علاوہ اپنا رب ٹھہرا کر ان کی عبادت کی (کہ اس آیت میں یہ مذکورہ لوگ مراد ہیں اور وہ اس وعید میں شامل نہیں) اور یہ جو وہ لوگ کہتے تھے کہ ''وہ فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی''

﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا .... الى قول ....
"وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْ إِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نُجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الانبياء: ٢٦.٢٩)

''اور کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو وہ اس کے بیٹا یا بیٹی سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں۔ اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہوگا ان سب سے واقف ہے۔ اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے خدا خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ خدا کے سوا میں معبود ہوں تو اسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور یہ کہ ان کی عبادت کی گئی ہے (اس بارے میں) اور ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھ موجود دوسرے حاضرین کا عبداللہ بن زبعری کی دلیل اور اس کے جھگڑا کرنے سے تعجب کرنا، تو اس (سب) بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ وَ

قَالُوْا ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾

(الزخرف: ۵۷. ۶۱)

''اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ۔ انہوں نے عیسیٰ کی جو مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے کہ جن پر خدا نے فضل کیا۔ اور بنی اسرائیل کے لیے ان کو (خدا کے فضل کا) نمونہ بنا دیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے اور وہ قیامت کی نشانی ہیں (تو کہہ دو کہ لوگو) اس میں شک نہ کرو۔''

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو چنگا کر دینے کی جو نشانیاں دی گئیں ہیں وہ ان کے قیامت کی نشانی ہونے کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

(زخرف: ۶۱)

''سو اس میں شک مت کرو۔ اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔''

اور یہ جو ابنِ زبعری کہا ہے، وہ بہت بڑی خطا (اور بہت ہی غلط بات) ہے کیونکہ یہ آیت تو اہل مکہ کی ان بتوں کی پوجا کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ جو بت جماد

(یعنی) پتھر ہیں کچھ سمجھتے (سنتے اور بولتے) نہیں تا کہ یہ بات ان کے پوجنے والوں کے لیے دھمکی اور سخت جھڑکی بن جائے۔

اور اسی لیے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾

''تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ ایندھن ہے جہنم کا''

لہٰذا یہ دھمکی حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام اور ان حضرات جیسے دیگر نیک اور عمل صالح والے افراد کے لیے کیسے ہو سکتی ہے کہ جو کسی بندے کی بندگی پر راضی نہیں ہیں۔

علامہ ابنِ جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اس بات پر بھروسہ کیا ہے (اور اس بات کو معیار بنایا ہے) کہ ''ما'' کا کلمہ یہ عرب میں غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے (لہٰذا اس ''ما'' کو جو ''وَمَا تعبدون'' میں ہے وہ حضرت عیسیٰ اور عزیر اور ملائکہ علیہم السلام پر کہ جو ذوی العقول میں سے ہیں، بولا ہی نہیں جا سکتا ہے تو بھلا یہاں یہ لوگ کس طرح مراد ہو سکتے ہیں)۔

اور یہ عبداللہ بن زبعری بعد میں اسلام لے آیا تھا اور یہ بڑا مشہور شاعر تھا۔ اور یہ پہلے مسلمانوں کی ہجو میں اشعار پڑھا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اپنے اس فعل پر ندامت کا اظہار کرتا تھا اور اپنا عذر بیان کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے،

یارسول الملیک اِن لسانی   راتق ما فتقت اِذ أنا بور

اے بادشاہوں کے رسول بے شک میری زبان بند تھی اور میں نے اس کو درست نہ کیا کیونکہ میں بے فیض تھا۔

اِذ اُجاری الشیطان فی سنن الغیّ   و من مال میله مثبور

کیونکہ میں گمراہی کے سالوں میں شیطان کا ہم نوا تھا اور جو شیطان کی طرف مائل ہوتا ہے وہ ہلاک اور برباد ہو جاتا ہے۔

﴿رحمت اور عذاب کے فرشتے﴾

اوران باتوں کا بیان کہ جو مومنوں اور کافروں کو فرشتوں سے ملتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ﴾

(ابراهيم: ۲۷)

''خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان سے قبر میں جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ ''لا الہ الا اللّٰہ و محمد رسول اللّٰہ'' کی شہادت دیتا ہے اور تیرے رب کے قول سے یہی مراد ہے، ''یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول

---

۱ الدر المنثور ''سیوطی'' ۳/ ۸۷ اور اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند طیالسی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی وغیرہ سب حضرات نے ''عذاب القبر'' کے باب میں ذکر کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' اور احمد بن حنبل اور ھناد بن السری نے ''زہد'' کے باب میں اور عبد بن حمید نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو روایت کر کے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، ''البتہ مومن تو اللہ اس کو قولِ ثابت سے مضبوط کرے گا، دنیا کی

الثابت"۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ "یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت" یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی پس قبر والے سے سوال ہوگا "تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا "میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں"۔[1]

حضرت براء سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، "ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے پس آپ ﷺ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور آپ اس شخص کو قبر میں اتار رہے تھے،

بقیہ حاشیہ

زندگی میں، رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا، "ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا میں نے تو لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا تو میں بھی وہی بات کہتا ہوں" علامہ منذری "الترغیب والترھیب" میں فرماتے ہیں، "کہ یہ "ھاہ، ھاہ" کا کلمہ یہ ہنسی مذاق اور غیر سنجیدہ یہ باتوں کے وقت کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی تکلیف اور مصیبت کے وقت بھی کہتے ہیں اور یہ دوسرا معنی اس حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم (الترغیب والترھیب ۴/۱۸۷)

اور ابن اثیر "جامع الاصول" (ص ۱۷۹ ج ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ "بندھے ہوئے، حیران و پریشان شخص کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ یوں ہی "ھاہ، ھاہ" کہتا ہے کہ جب اس کو خطاب کیا جائے۔ گویا کہ وہ یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ مجھ سے کیا پوچھا جا رہا ہے پھر بعد میں وہ کہے گا، "میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

ابن ابی جمرہ "بھجۃ النفوس" ص ۱۲۸ ج ۱ میں فرماتے ہیں، "اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کی بغیر صحیح علم کے اتباع یہ مہلک (یعنی ہلاک و برباد کر دینے والی) ہے کیونکہ اس کے ہلاک کر دینے والا سبب یہ بات بنی کہ اس شخص نے بغیر کسی علم اور معرفت کے اپنا دین وہ بنا لیا کہ جو لوگوں کا تھا اور ان کی اتباع کی۔ جب کہ عقلمند آدمی ان شرعی قواعد کو بنیاد بنا کر اپنا دین حاصل کرتا ہے کہ جو صحیح دین کا معیار اور خلاصہ ہیں۔" (اس میں ہمارے لئے بھی عبرت ہے، نسیم)

[1] بخاری (۱۳۶۹) (۴۶۹۹) مسلم (۲۸۷۱) ترمذی (۳۱۲۰) ابوداؤد (۴۷۵۰)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا، ''میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

پھر فرمایا، ''بیشک جب مومن کی آخرت شروع ہو رہی ہوتی ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہو رہی ہوتی ہے تو اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک کفن اور خوشبو ہوتی ہے اور وہ حد نگاہ تک اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں حتیٰ کہ جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے درمیان کا ہر فرشتہ اور آسمان کا بھی ہر فرشتہ اس پر رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ کے فرشتے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اس روح کو ان کے دروازہ سے گزار کر اوپر چڑھایا جائے۔ وہ کہتے ہیں، ''اے رب! یہ تیرا فلاں (فلاں) بندہ ہے، (اس کو ہمارے دروازہ سے اوپر لے جایئے) پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: ''اس کو واپس لے جاؤ میں نے ان بندوں کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ میں نے ان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی ہی میں ان کو لوٹاؤں گا اور دوبارہ مٹی ہی سے ان کو پیدا کروں گا۔'' پس بیشک یہ مرنے والا (کہ جب اس کی روح کو دوبارہ آسمان دنیا سے واپس لا کر اس کے بدن میں ڈال دیا جاتا ہے تو یہ) اپنے ساتھیوں کی جوتوں کی آہٹ سنتا ہے جب وہ اس سے (اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر) لوٹ رہے ہوتے ہیں، پس (بعد میں قبر میں) ایک آنے والا آ کر کہتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟'' پس وہ کہتا ہے، ''میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس وہ (دوبارہ) اس کو خوب جھڑک کر کہتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) یہ آخری آزمائش ہے کہ جو مومن پر ڈالی جاتی ہے، پس یہ وہ وقت ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''**یثبت اللّٰہ الّذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و الآخـرۃ**'' پس وہ کہتا ہے، ''میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں'' پس وہ فرشتہ اس کو کہتا ہے، ''تم نے درست کہا'' پھر اس کے پاس ایک

خوبصورت چہرے والا شخص آتا ہے کہ جس کی خوشبو عمدہ اور لباس اچھا ہوتا ہے وہ اس کو کہتا ہے، ''تم اللہ کی طرف سے عزت وکرامت اور ہمیشہ کی نعمت کی بشارت لے لو'' پھر وہ قبر والا (اس سے) کہتا ہے، ''اللہ تجھے بھی خیر کی بشارت دے'' تم کون ہو؟ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ خدا کی قسم! تو اللہ کی اطاعت میں چست اور اللہ کی معصیت میں سست تھا (یعنی کرتا ہی نہ تھا) پس اللہ نے تجھ کو بہتر بدلہ دیا'' پھر اس (قبر والے) کے لیے ایک کھڑکی جنت کی اور ایک کھڑکی دوزخ کی کھول دی جاتی ہے اور اس کو (جنت کی طرف اشارہ کرکے) کہا جاتا ہے، ''یہ تیرا ٹھکانہ ہے (اور پھر جہنم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ) اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو اس نافرمانی کے بدلہ میں تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا''۔ پھر جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھے گا تو کہے گا، ''اے اللہ! جلدی قیامت قائم کر تاکہ میں کہیں اپنے (دنیا کے) گھر اور مال کی طرف نہ لوٹا دیا جاؤں'' تو اس کو کہا جائے گا، ''تم (یہیں) ٹھہرو'' اور بیشک جب کافر کی آخرت شروع ہونے لگتی ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہونے لگتی ہے تو اس کے پاس سخت تندخو فرشتے آتے ہیں جو اس کی روح کھینچ (کھینچ کر) نکالتے ہیں جیسے کہ ایک نہایت کانٹے دار بڑی سیخ کو گیلی اون سے نکالا جاتا ہے (کہ وہ اس میں الجھ الجھ کر رہ جاتی ہے اور اون کو ادھیڑتی ہوئی باہر آتی ہے) اور اس کی روح کو رگوں سمیت نکالا جاتا ہے (کہ جس سے تکلیف کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے) پھر جب اس کی روح نکل آتی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان کے تمام فرشتے اور آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ کے فرشتہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ہمارے دروازہ سے اوپر نہ لے جایا جائے۔ پھر جب اس کی روح کو اوپر لے آیا جاتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں، ''یا اللہ! یہ تیرا فلاں بندہ ہے'' (اسے میرے دروازہ سے اوپر نہ چڑھایئے گا) پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''اس کو واپس لے جاؤ بیشک میں نے ان سے عہد کیا ہے کہ میں نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس میں ہی تم کو لوٹاؤں گا اور دوبارہ (زندہ کرکے بھی)

اسی سے اٹھاؤں گا۔ (پھر جب اس کی روح دوبارہ اس کے بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے دوست احباب اس کو قبر میں اتار چکے ہوتے ہیں تو اس بارے میں) آپ ﷺ فرماتے ہیں، ''وہ اپنے ساتھیوں کی جوتوں کی آہٹ سنتا ہے'' پس جب وہ لوٹ جاتے ہیں تو ایک آنے والا آکر اس سے پوچھتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے، ''میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں'' پس وہ فرشتہ نہایت سختی کے ساتھ اس کو ڈانٹ کر دوبارہ پوچھتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے، ''میں نہیں جانتا'' تو وہ فرشتہ کہتا ہے ''نہ تو نے جانا اور نہ ہی (کسی کی) پیروی کی (کہ اس کی پیروی ہی تجھ کو نجات دے جاتی) پھر اس کے پاس ایک ایک نہایت خراب کپڑوں والا اور بدبودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے، ''تم کو اللہ کی طرف سے ذلت و رسوائی اور ہمیشہ کے عذاب کی بشارت ہو، اور وہ قبر والا کہتا ہے، ''اللہ تجھ کو (بھی) بری بشارت دے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے، ''میں تیرا خبیث عمل ہوں، تو اللہ کی اطاعت میں سست اور اس کی نافرمانی میں چست (کمربستہ) تھا، پس اللہ نے تجھے برا بدلہ دیا''۔ پھر اس پر ایک اندھا، گونگا (اور) بہرا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے کہ جس کے ہاتھ میں اتنا بڑا ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر اس کی ایک ضرب پہاڑ پر مارے تو وہ (ٹوٹ پھوٹ کر) مٹی ہو جائے۔'' پس وہ فرشتہ اس کو ایک دفعہ ہتھوڑا مارے گا تو وہ (چکنا چور ہو کر) مٹی ہو جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی کر دیں گے جیسا کہ وہ تھا، پھر وہ اس کو ایک اور ضرب لگائے گا، وہ قبر والا ایسی چیخ مارے گا کہ جس کو انسانوں اور فرشتوں کے علاوہ کائنات کی تمام مخلوق سنے گی'' پھر اس کے لیے ایک دوزخ کی کھڑکی کھول دی جائے گی اور اس کے لیے ایک آگ کا بچھونا بچھایا جائے گا۔''[1]

---

[1] مصنف عبدالرزاق (۶۷۳۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۸۰۔۳۸۲) مسند احمد ۴/۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۵و۴/۲۹۶۔

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازہ پڑھنے کے لیے گئے جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی تک اس کو دفنایا نہ گیا تھا پس آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں یا کیا کرتے ہیں) اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے زمین کھود رہے تھے (یعنی کرید رہے تھے) پس آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور تین یا دو مرتبہ فرمایا، ''قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو'' پھر فرمایا، ''جس مومن بندہ کی دنیا کی زندگی ختم ہو رہی ہوتی ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہو رہی ہوتی ہے تو اس کے پاس آسمان دنیا کے سورج کی طرح روشن، سفید چہروں والے فرشتے اترتے ہیں، ان کے ساتھ جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کے سامنے حدِ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، ''اے ستھری روح اپنے اللہ کی مغفرت اور اس کی رضوان (ورضا) کی طرف چل''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، ''پس وہ ایسے ٹپکتے ہوئے نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ ٹپکتا ہوا نکلتا ہے (یعنی بڑی آسانی سے نکل جاتی ہے) پھر وہ اس روح کو لے لیتا ہے۔ پس جب ملک الموت اس روح کو لیتا ہے تو آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اس کو فرشتے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے کہ ان کو لے لیتے ہیں اور اس کو اس جنت کے کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور وہ روح اس خوشبو اور کفن سے زمین پر پائی جانے والی مشک سے زیادہ خوشبودار ہو کر نکلتی ہے پس وہ اس کو اوپر لے کر چڑھتے ہیں۔ پھر وہ جن فرشتوں کے پاس سے بھی گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں، ''یہ پاک روح کون ہے؟ پس وہ اس کا دنیا میں لیا جانے والا سب سے اچھا نام لے کر کہتے ہیں، ''یہ فلاں بن فلاں ہے'' حتیٰ کہ وہ اس کو آسمانِ دنیا تک لے جاتے ہیں۔ پھر اس کے لیے دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دیتے ہیں، پس اس کے لیے

دروازہ کھولا جاتا ہے پس ہر آسمان کے مقرب فرشتے آگے والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک جا پہنچتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''میرے بندے کا نامہء اعمال علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور دوبارہ بھی ان کو اسی سے نکالوں گا۔'' (آپ ﷺ نے فرمایا) ''پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس کر دیا جاتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں (جب وہ قبر میں ہوتا ہے) پھر وہ اس کو بٹھلا کر پوچھتے ہیں، ''تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے، ''میرا رب اللہ ہے'' پھر وہ کہتے ہیں، ''تیرا دین کیا ہے؟'' وہ کہتے ہیں، ''میرا دین اسلام ہے'' پھر وہ دونوں کہتے ہیں، ''وہ شخص کون ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟'' وہ کہتا ہے ''وہ اللہ کے رسول ہیں'' پھر وہ دونوں اس کو کہتے ہیں، ''تیرا علم کیا ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، پس اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی'' پس ایک نداء کرنے والا آسمان سے ندا کرتا ہے، ''میرے بندے نے صحیح کہا، پس اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی ایک کھڑکی اس کے لیے کھول دو''۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) پھر ایک ہوا آ کر اس کو خوشبو دار بنا دیتی ہے اور اس کو پاک صاف کر دیتی ہے پھر اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور ایک خوبصورت چہرے والا، اچھے کپڑوں والا اور عمدہ خوشبو والا شخص اس کے پاس آ کر کہتا ہے، ''تو اس بات کی بشارت لے لے کہ جو تجھ کو خوش کرے گی، یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا'' پھر وہ قبر والا کہے گا، ''تو کون ہے؟'' تیرا چہرہ تو ایسا ہے کہ جو خیر کی خبر لاتا ہے'' تو وہ کہے گا، ''میں تیرا نیک عمل ہوں'' (یہ جواب سنکر قبر والا) کہے گا، ''اے میرے رب! قیامت قائم کر دے حتیٰ کہ میں اپنے اہل اور مال میں لوٹ جاؤں (کہ جو جنت میں ہوں گے) (اس کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا، ''بیشک جب کافر بندے کی دنیا کی زندگی ختم ہونے لگتی ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے لگتی ہے تو اس کے

پاس سخت سیاہ چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جن کے ساتھ (جنت کے کفن کی بجائے پیوند لگے) ٹاٹ ہوتے ہیں۔ پس وہ اس کے سامنے حد نگاہ تک بیٹھ جائیں گے۔ پھر ملک الموت آئے گا اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہے گا، ''اے خبیث جان! نکل اللہ کی ناراضی اور غضب کی طرف (آپ ﷺ نے فرمایا) ''اس کی روح اس کے بدن میں گھس جائے گی پس اس کو اس طرح کھینچ کر نکالا جائے گا جس طرح کہ کانٹے دار سلاخ کو گیلی اون سے نکالا جاتا ہے (کہ وہ بری طرح اس میں الجھی اور پھنسی ہوتی ہے) پس وہ فرشتہ اس کی روح کو پکڑ لے گا، اور جیسے ہی وہ ملک الموت اس روح کو قبضہ کرتا ہے تو دوسرے فرشتے پلک جھپکنے میں اس کو اس ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اور اس سے زمین کے سب سے زیادہ بدبودار مردار کی طرح کی بدبو نکلتی ہے۔ وہ اس کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں، ''یہ خبیث روح کس کی ہے؟'' اور وہ فرشتے اس کا دنیا میں لیا جانے والا سب سے برا نام لے کر کہتے ہیں، ''یہ فلاں بن فلاں ہے'' حتی کہ اس کو آسمانِ دنیا تک اوپر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دیتے ہیں تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا'' پس آپ ﷺ نے (اس موقع پر یہ) آیت تلاوت فرمائی،

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (اعراف: ۴۰)

''نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں۔''

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''اس کا نامۂ اعمال سب سے نچلی زمین میں سجین میں لکھ دو'' پھر اس کی روح کو نیچے دے مارا جائے گا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی،

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ (الحج: ۳۱)

''جو شخص (کسی کو) خدا کا شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے کہ جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے۔''

پس اس کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے (جب کہ وہ قبر میں ہوتا ہے) پھر (قبر میں) اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھلاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں، ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''ھاہ ھاہ! میں نہیں جانتا'' پھر وہ دونوں پوچھتے ہیں، ''وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟'' تو وہ (پھر) کہے گا، ''ھاہ ھاہ! میں نہیں جانتا'' پس ایک ندا کرنے والا آسمان سے نداء کرے گا، ''میرے بندے نے غلط کہا، پس اس کے لیے آگ کا ایک بچھونا بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی ایک کھڑکی کھول دو'' پس اس کی گرمی اور سخت تپتی ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی، پھر اس کے پاس ایک گندے کپڑوں (میں ملبوس)، بری شکل اور سخت بدبو والا شخص آئے گا پس وہ کہے گا، ''تم اس بات کی خوش خبری لو جو تم کو غمزدہ کرے، یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا'' پس وہ قبر والا کہے گا، ''تو کون ہے؟ یہ تو اس شخص کا چہرہ ہے جو بری خبر لاتا ہے'' تو وہ کہے گا، ''میں تیرا خبیث عمل ہوں'' پس وہ قبر والا کہے گا، ''اے اللہ! قیامت قائم نہ کرنا''۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے اعمش سے اور نسائی اور ابن ماجہ نے منہال بن عمرو سے روایت کیا ہے۔[1]

مسعودی، عبداللہ بن مخارق سے وہ اپنے والد سے وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود

---

[1] مسند احمد ۱۸۵۵۷۔ مستدرک حاکم ۱/۳۷۔ ''الشریعۃ'' الآجری ۳۶۸۔ ''مشکوۃ'' تبریزی ۱۶۳۰

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا، ''جب مومن مر جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھلا کر کہا جاتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو مضبوط کرتا ہے اور وہ کہتا ہے، ''میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں'' اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی،

''یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ''[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، ''بیشک بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں حتی کہ وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھلا کر کہتے ہیں، ''تم اس آدمی (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ پس جو تو مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے، ''میں گواہی دیتا ہوں یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' پس اس کو کہا جاتا ہے، ''تو (پہلے) اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھو، اللہ نے اس کے بدلہ میں تجھ کو جنت کا ایک ٹھکانہ دے دیا ہے''

رہا کافر اور منافق تو اس کو کہا جاتا ہے، ''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا'' وہ کہے گا، ''میں نہیں جانتا، میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے'' تو اس کو کہا جائے گا نہ تو تو نے جانا اور نہ ہی کسی کی اتباع ہی کی (کہ وہ تجھے سمجھا کر صحیح رستہ بتلا دیتا) پھر اس کو لوہے کے ایک بہت بڑے ہتھوڑے کی اس کی دونوں کانوں کے درمیان ضرب لگائی جاتی ہے'' پس وہ چیخ مارتا ہے کہ جس کو جن و انس کے علاوہ زمین کی تمام مخلوق سنتی ہے۔''[2]

---

[1] دیکھیں تفسیر ابن کثیر ۲/۵۳۲

[2] مسند احمد۔ ۳/۱۲۶۔ بخاری ۱۳۷۴، ۱۳۳۸۔ مسلم ۲۸۷۰۔ نسائی ۴/۹۷۔۹۸۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب مومن اپنی قبر میں جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بڑی سختی سے ڈانٹتے ہیں، پس وہ مومن اس طرح اٹھ کھڑا ہوتا ہے جیسے کوئی نیند سے اٹھ کھڑا ہو، وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ پس وہ کہتا ہے، ''اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد (ﷺ) میرے نبی ہیں'' تو وہ دونوں اس کو کہتے ہیں، ''تم نے صحیح کہا تو ایسا ہی تھا'' پس کہا جاتا ہے، ''اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو اور جنت کا لباس اس کو پہنا دو'' وہ کہتا ہے، ''مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنا خاندان اور مال لے آؤں'' وہ کہتے ہیں، ''یہیں ٹھہرے رہو''[1]

---

[1] ابن ابی عاصم نے ''السنہ'' میں روایت کیا (۸۶۶) اور اس کی سند حسن ہے اور سیوطی نے ''الدر المنثور'' ۸۱/۴ میں امام احمد اور ابن ابی دنیا سے، اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں اور بیہقی نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے قبر کے فتنوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا، ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ''بیشک اس امت کو قبر میں بھی آزمائش پیش آئے گی، پس جب مومن کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو ایک سخت جھڑکنے والا فرشتہ اسکے پاس آتا ہے وہ کہتا ہے، ''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا؟'' پس مومن شخص تو کہتا ہے، ''میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں'' تو فرشتہ اس کو کہتا ہے، ''تو اپنا دوزخ والا ٹھکانہ دیکھ لے تحقیق اللہ نے تجھ کو اس سے نجات دے دی اور یہ جو تو اپنا دوزخ والا ٹھکانہ دیکھ رہا ہے، اللہ نے اس کے بدلہ میں تیرے لیے جنت کا ایک ٹھکانہ بنا دیا'' پس وہ دونوں کے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا تو مومن کہے گا، ''مجھے چھوڑو میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے آؤں'' تو اس کو کہا جائے گا ''یہیں ٹھہرے رہو'' البتہ منافق تو جب اس کے ساتھی اس کو چھوڑ جائیں گے تو اس کو بٹھلایا جائے گا اور کہا جائے گا، ''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا'' وہ کہے گا ''میں نہیں جانتا میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے'' تو اس کو کہا جائے گا، ''تم نے صحیح نہ جانا، یہ تیرا جنت کا ٹھکانہ تھا پس اللہ نے اس کے بدلہ میں تجھ کو دوزخ کا ایک ٹھکانہ دے دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''قبر میں ہر مومن کو اس (کے اس) ایمان پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا اور منافق کو اس (کے اس) نفاق پر جس پر وہ مرا تھا۔''

اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، ''ہم ایک جنازہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا، ''اے لوگو! اس امت کو قبر میں بھی آزمایا جائے گا، پس جب کسی انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا لیے اس کے پاس آتا ہے اور اس کو بٹھلا کر کہتا ہے، ''تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے''؟ پس اگر تو وہ مومن ہوگا تو وہ کہے گا، ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' تو اس کو کہا جائے گا. ''تم نے صحیح کہا'' اور اس کے لیے (پہلے) دوزخ کا دروازہ کھول کر کہا جائے گا، ''اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانہ تھا، البتہ اب جب کہ تو اس پر ایمان لا چکا تو اس کے بدلہ میں اللہ نے تمہیں یہ ٹھکانہ دیا ہے (پس وہ جنت کا ٹھکانہ اس کو دکھانے کے لیے اس کے لیے) اس کی قبر میں (جنت کی ایک کھڑکی) کھول دی جاتی ہے۔

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہے ''پس اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔''

رہا کافر اور منافق تو اس سے کہا جاتا ہے، ''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے'' وہ کہے گا، ''میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا ہے'' تو اس کو کہا جائے گا، ''نہ تو نے جانا اور نہ ہی اتباع کی اور نہ ہی سیدھی راہ پائی'' پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے، ''اگر تو اپنے رب پر ایمان لاتا ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا۔ البتہ اب جب کہ تو اپنے رب کے ساتھ کفر کر چکا تو اللہ نے اب تمہارے لیے اس کے بدلہ میں یہ ٹھکانہ بنایا ہے'' پھر اس کے لیے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر فرشتہ اس کو ہتھوڑے کی ایک زبردست ضرب لگاتا ہے کہ جس کو جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے۔''

(تو اس پر) کسی صحابی نے عرض کیا، ''ہم میں سے تو جس کے سر پر بھی فرشتہ

یوں ہتھوڑا لے کر کھڑا ہوگا تو وہ تو اس وقت سب بھول جائے گا (اور ہوش کھو بیٹھے گا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

"یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الآخرۃ و یضل اللّٰہ الظالمین"[۱]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جب مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ آ کر اس کو بٹھلا کر کہتا ہے، "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے، "اللہ" فرشتہ کہتا ہے، "تیرے نبی کون ہیں؟" وہ کہتا ہے، "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" فرشتہ کہتا ہے، "تیرا دین کیا ہے" وہ کہتا ہے، "اسلام" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "(اس سوال جواب کے بعد) اس کے لیے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے، اور وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے" اور جب وہ (دفنایا جانے والا) کافر ہوتا ہے تو فرشتہ اس کو بٹھلا کر پوچھتا ہے، "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے، "مجھے نہیں پتا" (وہ یوں بولتا ہے) جیسے اس نے اپنا کچھ کھو دیا ہو" پھر فرشتہ کہتا ہے، "تیرے نبی کون ہیں؟" تو وہ کہتا ہے، "مجھے نہیں پتا" جیسے کچھ گم کر بیٹھا ہو" پھر فرشتہ کہتا ہے، "تیرا دین کیا ہے؟" وہ کہتا ہے، "میں نہیں جانتا" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "پس اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے اور وہ اپنا جہنم کا ٹھکانہ دیکھتا ہے او فرشتہ اس کو ایک زبردست ہتھوڑا مارتا ہے کہ جس کی آواز کو جن و انس کے علاوہ ہر ایک سنتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی

"یثبت اللّٰہ الّذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ و یضل اللّٰہ الظالمین و یفعل اللّٰہ مایشاء"[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

---

۱ مسند احمد ۳/۴-۴- اس کو ابن ابی عاصم (۸۸۶۵) اور بزار (۸۷۴) نے بھی روایت کیا ہے ہیثمی نے "المجمع" میں کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔

۲ مسند امام اعظم ص ۲۱

''بے شک جب میت قبر میں جاتی ہے تو مومن نیک آدمی بغیر کسی ڈر اور پریشانی کے اٹھ بیٹھتا ہے پھر اس کو کہا جاتا ہے، ''تو کس مذہب پر تھا؟'' وہ کہتا ہے، ''میں اسلام پر تھا'' اس سے پوچھا جاتا ہے، ''یہ شخص کون ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''یہ محمد رسول اللہ ہیں یہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن دلیلیں لے کر آئے ہم نے ان کی تصدیق کی''۔ پھر وہ فرشتہ اس سے پوچھے گا، ''کیا تم نے اللہ کو دیکھ رکھا تھا؟'' وہ کہے گا، ''اللہ کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا'' تو پھر (اس سوال و جواب کے بعد) اس کے لیے دوزخ کی طرف سے ایک شگاف کھولا جاتا ہے وہ ادھر دیکھے گا کہ لوگ (اس میں سخت پریشانی کے عالم میں) ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہیں'' پھر اس کو کہا جائے گا، ''دیکھو تو ذرا اللہ نے تمہیں اس سے بچا دیا ہے'' پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک شگاف کھولا جائے گا، پس وہ جنت کی رونق اور اس کی نعمتیں دیکھے گا، اس کو کہا جائے گا ''یہ تیرا ٹھکانہ ہے'' اور اس کو کہا جائے گا، ''تو ایمان پر تھا، ایمان پر مرا، اور ایمان پر ہی اٹھایا جائے گا، انشاء اللہ'' اور برا (کافر) شخص قبر میں گھبرایا ہڑ بڑایا اٹھے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا، ''تو کس مذہب پر تھا؟'' وہ کہے گا، ''مجھے نہیں پتا'' فرشتہ کہے گا، ''یہ شخص کون ہے؟'' وہ کہے گا، ''میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے سنا میں بھی وہی کہتا تھا'' پس اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک شگاف کیا جائے گا، وہ جنت کی چمک دمک اور اس کی نعمتیں دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا، ''ذرا دیکھ تو اللہ نے کس کو چیز تم سے روک لیا'' پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک شگاف کیا جائے گا، وہ دوزخ اور اس میں لوگوں کی دھکم پیل دیکھے گا تو اس کو کہا جائے گا، ''یہ تیرا ٹھکانہ ہے، تو شک پر جیا، شک پر مرا، اور انشاء اللہ شک پر ہی اٹھایا جائے گا۔''[1]

فرشتے آتے ہیں، ''پس جو تو نیک آدمی ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں، ''اے نیک

---

[1] ابن ماجہ (٤٢٦٨) نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور نسائی نے اور تبریزی نے مشکوۃ (١٣٩) میں اور زبیدی نے ''الاتحاف'' ١٠/١١٣ میں اس کو روایت کیا ہے۔

پاک روح جو پاک بدن میں تھی، نکل! تو نکل کہ تیری تعریف کی گئی ہے، تو جنت کی ہواؤں اور سبزہ زاروں کی اور غیر ناراض رب کی بشارت لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''جب تک اس کی روح بدن سے نکل نہیں آتی اس کو یہی کہا جاتا رہے گا پھر اس کو آسمان کی طرف اوپر لے جایا جاتا ہے اور دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دی جاتی ہے تو پوچھا جاتا ہے، ''یہ کون ہے؟'' کہا جاتا ہے، ''یہ فلاں فلاں ہے'' وہ کہتے ہیں، ''اس پاک روح کو جو پاک بدن میں تھی مرحبا (خوش آمدید) تو تعریف والی ہو کر اندر آجا اور بشارت لے ہواؤں اور سبزہ زاروں کی اور غیر ناراض رب کی'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آسمان تک جانے تک کہ جس میں اللہ عزوجل ہیں اس کو یہی کہا جاتا رہے گا'' اور جب وہ کوئی برا شخص ہو تو فرشتے اس کو کہتے ہیں، ''اے خبیث بدن کی خبیث روح تو نکل تیری برائی کی گئی ہے، اور تو کھولتے پانی اور پیپ اور اس جیسی کئی دوسری مصیبتوں کی بشارت لے۔ اس کو یہ بات روح کے بدن سے نکلنے تک کہی جاتی رہے گی پھر اس کو آسمان تک لے جایا جائے گا اور اس کے لیے دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دی جائے گی، پوچھا جائے گا، ''یہ کون ہے؟ کہا جائے گا، ''یہ فلاں ہے، تو کہا جائے گا، ''خبیث بدن کی خبیث روح کو کوئی خوش آمدید نہیں، لوٹ جا تیری برائی ہے کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے'' پس اس کو آسمان سے نیچے بھیج دیا جائے گا پھر وہ قبر میں آئے گی (اس طرح بشارتیں لینے کے بعد مومن کی روح بھی واپس قبر میں آئے گی۔)

پس نیک آدمی اٹھے گا اس کو وہی کہا جائے گا جو پہلی حدیث میں ذکر کیا گیا اور برا آدمی بھی (اسی طرح ہی) اٹھ بیٹھے گا اور اس کو بھی وہی کہا جائے گا کہ جو پہلی حدیث میں ذکر کیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، ''جب مومن بندہ کی روح نکلتی ہے تو اس کو دو فرشتے لے کر اوپر چلے جاتے ہیں'' سند کے ایک راوی حماد کہتے ہیں، ''پھر آپ نے اس روح کی عمدہ خوشبو اور مشک کی خوشبو کا بھی

ذکر کیا'' آگے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، '' آسمان والے اس کو کہتے ہیں، '' ایک پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تجھ پر اور اس بدن پر بھی سلامتی نازل فرمائے کہ جس میں تو نے زندگی بتا دی، پس فرشتہ اس کو اللہ رب العزت کے حضور لے جائے گا پھر اس کو کہا جائے گا کہ اس کو لے جاؤ.......... آگے آخر تک حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، '' بیشک جب کافر کی روح نکلتی ہے'' حدیث کے ایک راوی حماد کہتے ہیں کہ '' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس روح کی بدبو اور اس پر برسنے والی لعنت کا بھی ذکر کیا'' (اور آگے فرمایا کہ)

اور آسمان والے اس کو کہتے ہیں، '' ایک خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے'' پھر اس کو کہا جائے گا، '' اس کو لے جاؤ'' .... آگے آخر تک حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، '' پھر آپ ﷺ اپنے اوپر جو باریک چادر تھی اس کو ناک پر رکھ کر کہا، '' اس کی اس قدر بدبو ہوگی۔'' [1]

ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، '' بیشک جب مومن کی جان کنی کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشم کے کپڑے لے کر آتے ہیں، اور کہتے ہیں، '' تو اللہ کے حکم کی طرف نکل'' پس وہ نیک مشک والی خوشبودار بن کر نکلتی ہے حتی کہ فرشتے اس روح کو ایک

---

[1] مذکورہ بالا حدیث میں لفظ '' ریطہ'' آتا ہے عکاشہ عبدالمنان اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، '' ریطہ'' یہ باریک کپڑا ہوتا ہے'' اور '' ریطہ'' یہ '' ملاء'' '' یعنی دہری چادر کو بھی کہتے ہیں اور آپ ﷺ نے ناک پر کپڑا کافر کی روح کے بدبودار ذکر کی وجہ سے رکھا (کہ اس کا ذکر بھی اس قدر بدبودار ہے تو خود اس کی بدبو کس قدر زیادہ ہوگی۔ اللہ ہم کو اس سے پناہ دے آمین۔ تمیم)

اس حدیث کو مسلم (۲۸۷۳) نے اور تبریزی نے '' مشکاۃ'' (۱۶۲۸) میں اور زبیدی نے '' الاتحاف'' ۱۰/۴۰۲ میں اور ابن کثیر نے ۴/۴۱۸ میں '' صحیح الجامع'' (۵۰۴) میں اور ھندی نے '' الکنز'' (۴۲۱۷۰) میں روایت کیا ہے۔

دوسرے سے لے کر سونگھتے ہیں (کہ کیسی عمدہ خوشبو ہے) یہاں تک کہ اس کو آسمان کے دروازہ تک لے آتے ہیں پس وہ فرشتے (جو وہاں ہوتے ہیں) کہتے ہیں، ''یہ کیسی پاکیزہ خوشبو ہے کہ جو زمین کی طرف سے آرہی ہے،'' پس وہ فرشتے جس آسمان کو بھی پہنچتے ہیں تو وہاں والے یہی کہتے ہیں پھر وہ فرشتے اس کو مومنین کی روحوں کے پاس لے آتے ہیں اور ان کو غائبانہ طور پر بھی اس طرح ایک دوسرے کے ذکر سے بڑی خوشی ہوتی ہے وہ پوچھتے ہیں، ''اس فلاں نے کیا کیا کام کیا؟ تو فرشتے کہتے ہیں، ''اس کو آرام کرنے دو یہ دنیا میں بڑی تکلیف میں تھا (اس سے دوسروں کے بارے میں آرام کرنے کے بعد پوچھنا)''

وہ روح جواب دیتی ہے کہ وہ فلاں (کہ جس کا تم نے پوچھا) وہ تو مر چکا کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں (کہ جس فلاں فلاں کا تم سب ذکر کر رہے ہو) وہ تو جہنم میں لے جایا جا چکا ہے'' رہا کافر تو عذاب کے فرشتے (اس کے لیے) ٹاٹ لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں، ''اللہ کے غضب کی طرف نکل'' پس وہ روح کسی مردار کے بدن کی سب سے بدبو والی بدبودار بن کر نکلتی ہے، پس اس کو زمین کے دروازہ کی طرف لے جاتا ہے'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، ''جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ دفنانے والوں کے جوتوں کی آواز بھی سنتی ہے جب اس کو چھوڑ کر وہ لوگ لوٹتے ہیں۔ پھر اگر وہ میت مسلمان ہو تو نماز اس کے سرہانے اور روزہ اس کے دائیں اور زکوٰۃ اس کے بائیں اور جو اس نے لوگوں کے ساتھ صدقہ، صلہ رحمی، نیکی اور احسان والے نیک کام کیے ہوں گے وہ اس کی پائینتی کی طرف ہوں گے۔ پس جب اس کے سرہانے کی طرف سے اس کے پاس کوئی فرشتہ آنا چاہا جائے گا تو نماز کہے گی، ''میری طرف سے کوئی راستہ نہیں'' پھر دائیں طرف آنے

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/ ۴۱۸، ''الاتحاف'' زبیدی ۱۰/ ۴۰۱

کی کوشش کی جائے گی تو روزہ بول اٹھے گا، ''میری طرف سے بھی کوئی راستہ نہیں'' پھر اس کے بائیں طرف سے پہنچنے کی کوشش کریں گے تو زکوٰۃ پکارے گی، ''میری طرف سے بھی کوئی راستہ نہیں''، پھر اس کے پاؤں کی طرف سے آنے کی کوشش کی جائے گی تو اس کی لوگوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیاں، صدقہ بھلائیاں اور احسان بولے گا، ''میری طرف سے بھی کوئی راستہ نہیں''۔ پھر اس کو کہا جائے گا، ''اٹھ بیٹھو'' پس وہ بیٹھ جائے گا جب کہ اس کو ایسا منظر دکھلایا جائے گا جیسے کہ شام کا وقت ہے اور سورج غروب کے قریب ہے، پس اس کو کہا جائے گا، ''تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو تم میں (مبعوث کیا گیا) تھا، تو اس کے بارے میں کیا کہتا ہے،'' ''اور تو ان کے بارے میں کس بات کی گواہی دیتا ہے؟'' وہ کہے گا، ''مجھے نماز پڑھنے دو'' وہ کہیں گے، ''بیشک تو یہ کرے گا، ابھی تو مجھے اس بات کا جواب دے جو میں نے پوچھی ہے، تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو تم میں (مبعوث) تھا تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو اور تم اس کے بارے میں کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ وہ کہے گا، ''(یہ شخص) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے'' اس کو کہا جائے گا، ''اس شہادت پر تو زندہ رہا، اسی پر تو مر گیا اور انشاء اللہ اسی پر (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔'' پھر اس کے لیے (قبر میں) جنت کی ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور اس کو کہا جائے گا، ''یہ تیرا جنت کا ٹھکانہ ہے اور جو کچھ اس میں اللہ نے تیرے لیے تیار کیا ہے وہ سب بھی تیرا ہے'' یہ سن کر اس کا رشک اور خوشی اور زیادہ ہو جائے گی، پھر اس کے لئے دوزخ کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا، ''اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو یہ اور جو اس میں مصیبتیں اور بلائیں ہیں وہ سب تیرا ٹھکانہ ہوتا۔'' پس اس کا رشک اور خوشی اور بڑھ جائے گی پھر اس کی قبر ستر ہاتھ تک کشادہ کر دی جائے گی اور اس کو روشن کر دیا جائے گا اور اس کو اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے گا (یعنی خاک میں ملا کر خاک کر دیا جائے گا) اور اس کی جان

کو پاکیزہ جانوں میں سے بنا دیا جائے گا اور وہ جان ایک پرندہ ہوگی جو جنت کے درختوں میں جھولتا (اور وہاں پھریریاں لیتا) ہوگا پس یہی وہ بات ہے جو اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے:

﴿یثبت اللّٰہ الّذین امنوا بالقول الثابت فی الحیواۃ الدنیا و فی الآخرہ و یضل اللّٰہ الظالمین و یفعل اللّٰہ مایشاء﴾

آگے فرمایا:

''بیشک کافر کے جب سر کی طرف سے آیا جائے گا تو وہاں کچھ بھی نہ ہوگا پھر اس کے دائیں طرف سے آیا جائے گا تو وہاں بھی کچھ نہ ہوگا پھر اس کے بائیں طرف سے آیا جائے گا تو وہاں بھی کچھ نہ ہوگا پھر اس کے پیروں کی طرف سے آیا جائے گا تو وہاں بھی کچھ نہ ہوگا۔ تو اس کو کہا جائے گا، ''اٹھ بیٹھ'' وہ خوفزدہ، سہما سہما اٹھ بیٹھے گا، پھر اس کو کہا جائے گا،'' تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ تم میں (مبعوث) تھا، تم ان کے بارے میں کیا کہتے ہو'' اور کس چیز کی ان کے بارے میں گواہی دیتے ہو؟ وہ پوچھے گا، ''کس کے بارے میں؟ اس کو کہا جائے گا، ''وہی جو تم میں (مبعوث) تھے'' پس وہ آپ ﷺ کا نام نہ پہچان پائے گا حتیٰ کہ اس کو کہا جائے گا کہ ''محمد'' (ﷺ کہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہو'') تو وہ کہے گا، ''میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کچھ کہتے سنا تھا، میں بھی وہ کہنے لگا تھا'' تو اس کو کہا جائے گا۔ ''تو اسی پر جیا، اسی پر مرا، اور ان شاء اللہ اسی (انکار) پر (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور کہا جائے گا'' یہ ہے تیرا جہنم کا ٹھکانہ اور جو اس میں اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے (عذاب وعقاب) تیار کر رکھا ہے (وہ بھی تیرا ہے) پس اس کی حسرت اور بربادی اور بڑھ جائے گی۔ پھر قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔''

یہ ہے وہ تنگ زندگانی کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے۔

﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾[۱] (طه:۱۲۴)

''اس کی زندگی تنگ ہو جائے اور قیامت کو ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

حضرت اسماء بنتِ ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ ''میں حضرت عائشہ رضی اللہ

---

۱ مصنف عبدالرزاق (۶۷۰۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۸۳-۳۸۴۔ ''السنۃ'' عبداللہ بن احمد اور ہناد بن السری کی ''کتاب الزھد'' ۳۳۸۔ ''جامع البیان'' طبری ۱۳/۲۱۵-۲۱۶۔ مسند حاکم ۱/۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱ ''الاعتقاد'' بیہقی ص ۲۲۰-۲۲۲ اور باب ''عذاب القبر'' (۶۷) ابن حبان (۳۱۱۹) حاکم ۱/۳۸۱، ابن ابی حاتم (اسی طرح ''الدر المنثور'' ۴۰/۳۱۱) ''المجمع'' ھیثمی ۳/۵۲۔ ھیثمی فرماتے ہیں، اس حدیث کو طبرانی نے ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ''الاکلیل'' (۱۷۷) میں ہے اور اس کی سند جید ہے۔ ابن قیم ''الداء والدواء'' ص ۱۳۷، ۱۶۳، ۱۶۴ میں فرماتے ہیں، ''معیشۃ ضنکا'' کی تفسیر ''عذابِ قبر'' سے کی جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ''عذاب قبر'' واقعی ''معیشت ضنک'' ہے اور آیت کا مفہوم ''عذاب قبر'' سے عام ہے اگرچہ یہ آیت کے سیاق میں نکرہ ہے جو کلام مثبت کے تحت ہے (یہ عبارت عکاشہ عبدالمنان نے ابن قیم کی عبارت میں معمولی تصرف کے ساتھ نقل کی ہے)

بندہ آصف نسیم کہتا ہے کہ یہاں ایک نحوی قاعدہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ نکرہ ہو اور منفی کلام کے تحت ہو تو وہ عام ہوتا ہے جب کہ یہاں نکرہ یعنی ''معیشۃ ضنکا'' نکرہ ہے لیکن نفی کے تحت نہیں بلکہ اثبات کے تحت ہے۔ علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ نکرہ مثبت کے تحت ہونے کے باوجود بھی عموم پر دلالت ہے لہٰذا اس سے نہ صرف یہ کہ عذاب قبر بلکہ دنیا و آخرت کی جملہ تنگیاں مراد لینا ممتنع نہیں ہے۔ یہ بھی قرآن کی سطوت اور بزرگی ہے کہ وہ عربوں کے رائج نحوی ضابطوں اور قوانین کا پابند نہیں۔ واللہ اعلم

عنہا کے پاس گئی کہ جب سورج گرہن لگ رہا تھا۔ دیکھا کہ لوگ تو کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی (مردوں کے پیچھے) نماز پڑھ رہی ہیں، پس میں نے پوچھا، ''لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور ''سبحان اللّٰہ'' کہا، میں نے پوچھا، ''کیا کوئی آیت (یا نشانی ظاہر ہوئی) ہے؟ تو انہوں نے اشارہ سے کہا کہ ''ہاں'' حضرت اسماء کہتی ہیں، ''میں بھی کھڑی ہوگئی، یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی تو میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا پس جب آپ ﷺ لوٹے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا، ''ہر وہ شے کہ جو میں پہلے نہیں دیکھتا تھا، میں نے وہ اپنی اس جگہ دیکھ لی حتی کہ جنت اور جہنم بھی اور تحقیق کہ مجھ پر وحی کی گئی کہ تمہیں قبروں میں دجال کے فتنہ جتنا یا اتنا ہی قریب قریب آزمایا جائے گا (راویہ کہتی ہیں) مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کون سی بات (آپ نے کہی) ہے (یعنی قبر کا فتنہ دجال کے فتنہ کے برابر ہے یا اس کے قریب قریب ہے) پس مرنے والے کو (قبر میں) کہا جائے گا، ''تیرا اس شخص کے بارے میں کیا علم ہے؟'' رہا مومن یا ڈرنے والا (راویہ کہتی ہیں، ''مجھے نہیں معلوم آپ نے مومن کہا یا موقن کہا یعنی ڈرنے والا'') حضرتِ اسماء کہتی ہیں، ''پس وہ مرنے والا کہے گا، ''یہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس کھلی کھلی نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے، پس ہم نے ان کو قبول کیا اس پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی'' تو اس کو کہے جائے گا، ''تم بھلائی کے ساتھ سو جاؤ تحقیق کہ ہم نے جان لیا کہ تم مومن ہو''۔

رہا منافق یا شک کرنے والا (راویہ کہتی ہیں مجھے نہیں معلوم آپ ﷺ نے منافق کہا یا مرتاب کہا یعنی شک میں پڑنے والا) اسماء کہتی ہیں، ''مرنے والا منافق کہے گا، ''میں نہیں جانتا میں لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا تو میں نے بھی وہ کہہ دیا (جو لوگ کہتے تھے)۔''[1]

---

[1] موطا امام مالک ۱/ ۱۸۸، ۱۸۹۔ بخاری شریف ایک دوسرے طریق سے (۱۸۴۔ ۱۰۵۳۔ ۷۲۸۲) ابوعوانہ ۲/ ۳۷۰۔ ابن حبان (۳۱۱۴) ''شرح السنۃ'' بغوی ۱۱۳۷ یہاں اس حدیث کی سند ان الفاظ

صوفی، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، ’’جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو سلام کر کے اس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں پس جب وہ مر جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے جنازہ میں چلتے ہیں پھر لوگوں کے ساتھ مل کر اس کا جنازہ پڑھتے ہیں پھر جب اس کو (اس کی قبر میں) کہا جاتا ہے، ’’تیرا رسول کون ہے؟‘‘ وہ کہتا ہے، ’’محمد (ﷺ)‘‘ پھر اس کو کہا جاتا ہے، ’’تیری گواہی کیا ہے؟‘‘ وہ کہتا ہے، ’’میں ”لا الـہ الا اللّٰہ اور محمد رسول اللّٰہ“ کی گواہی دیتا ہوں۔‘‘ پس اس کے لیے حدِ نگاہ تک قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

اور جو کافر ہوتا ہے تو اس پر فرشتے اترتے ہیں اور ان کو (منہ پر طمانچے اور ہتھوڑے) مارتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یضربون وجوھھم و ادبارھم﴾ (محمد: ۲۷)

’’ماریں گے ان کے منہ پر اور پیٹھ پر‘‘

اور یہ موت کے وقت ہوگا۔ پھر جب اس کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو بٹھلا کر پوچھا جاتا ہے، ’’تیرا رب کون ہے؟‘‘ تو وہ کوئی جواب ان کو دے نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ اس

بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا

کے ساتھ ہے، عن ھشام عن عروۃ عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء: مسند احمد ۳۴۵۔ بخاری شریف ۸۶، ۹۲۲، ۱۰۶۱، ۱۲۳۵۔ مسلم شریف (۹۰۵) ابوعوانہ ۲/ ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰۔ بغوی ۱۱۳۸ انہوں نے یہ روایت ھشام کے طرق سے نقل کی ہے۔

بخاری شریف ۱۳۷۳۔ نسائی ۴/ ۱۰۳۔ ۱۰۴ بیہقی ’’عذاب القبر‘‘ (۱۰۲) بروایت زھری عن عروۃ مختصراً۔ مسند احمد ۶/ ۳۵۲۔ ۳۵۳ اس میں حدیث کی سند یوں ہے عن حجین بن المثنی عن عبدالعزیز بن عبداللّٰہ بن ابی سلمة الماجشون عن محمد بن المنکدر عن اسماء عن النبی ﷺ آگے حدیث کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ اور یہ سند صحیح ہے۔ اور اس حدیث کو طبرانی نے ’’الکبیر‘‘ ۲۴/ ۲۸۱ میں اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عن حجاج بن الشاعر عن حجین آگے مسند احمد والی سند ہے۔ واللہ اعلم

کو یہ بات بھلا دیتا ہے اور جب اس کو کہا جاتا ہے کہ ''وہ رسول کون ہیں جنہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا''، تو اس کو راہ سجھائی نہیں دیتی اور وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے پاتا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكَافِرِيْنَ﴾ (غافر: ۷۴)

''اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو (منکروں کو)''

ابنِ ابی حاتم اس ارشادِ باری تعالیٰ

﴿يثبت اللّٰه الّذين اٰمنوا بالقول الثابت فى الحيوٰة الدنيا و فى الآخرة﴾ (ابراهيم: ۲۷)

کے بارے میں ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، ''جب مومن مر جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھلا کر پوچھا جاتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''اللہ'' پھر اس کو کہا جاتا ہے، ''تیرا نبی کون ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''محمد بن عبداللہ (ﷺ) یہ سوالات اس سے بار بار کئے جاتے ہیں (اور وہ ہر بار یہی جواب دیتا ہے) پھر اس کے لیے جہنم کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے، ''اگر تو بھٹک جاتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا (لو) اسے دیکھ لو' پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے پھر اس کو کہا جاتا ہے، ''کیونکہ تو ثابت قدم رہا اس لیے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے۔''

اور جب کافر مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھلا کر پوچھا جاتا ہے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟'' وہ کہتا ہے، ''مجھے نہیں معلوم میں لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا'' اس کو کہا جائے گا ''تو نے حقیقت کو نہ پایا'' پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھول کر کہا جاتا ہے، ''اگر تو ثابت قدم رہتا تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا (لو) اسے دیکھ لو' پھر اس کے لیے جہنم کی ایک کھڑکی کھول کر کہا جاتا ہے، ''کیونکہ تو بھٹک گیا اس لیے اب تیرا یہ ٹھکانہ ہے''

یہ ہے وہ بات جو اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ہے:

''يثبت اللّٰه الذين امنوا ....''

حکیم ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں عبدالرحمٰن بن سمرۃؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں، ''ایک دن ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے گزشتہ شب ایک عجیب بات دیکھی، میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے آیا کہ اس کی والدین کے ساتھ کی ہوئی نیکی آڑے آگئی پس موت کو اس سے ٹال دیا گیا۔ اور میں نے اپنی امت کا ایک شخص دیکھا کہ اس پر عذاب قبر لمبا کر دیا گیا پس اس کا وضو آیا اور اس نے اس کو اس عذاب سے چھڑایا۔ میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ شیطان نے اس کو وحشت میں ڈال رکھا تھا پس اللہ کا ذکر آیا اور اس نے اس کو ان شیاطین سے چھڑایا، میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ اس کو عذاب کے فرشتوں نے وحشت میں ڈال رکھا تھا پس اس کی نماز نے آکر اس کو ان فرشتوں سے چھڑایا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جو پیاس کی شدت کی مارے ہانپ رہا تھا جب بھی وہ حوض پر (پانی پینے) آتا تو اس کو روک دیا جاتا۔ پس اس کا روزہ آیا اور اس نے اس کو پانی پلایا اور اس کو سیراب کیا۔ میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ انبیاء حلقے بنا کر بیٹھے ہیں اور وہ جب بھی کسی ایک حلقہ کے پاس آتا ہے تو فرشتے اس کو پرے دھکیل دیتے ہیں۔ پس اس کا غسل جنابت آیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو میرے پہلو میں بٹھلا دیا۔ میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جس کے آگے، پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور وہ اس اندھیرے میں سرگرداں اور حیران ہے پس اس کا حج اور عمرہ آیا اور انہوں نے اس کو اس (تہہ بہ تہہ) اندھیرے سے نکالا اور اس کو نور میں داخل کر دیا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ وہ تو ایمان والوں کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہے جب کہ ایمان والے اس کے ساتھ بات نہیں کرتے، پس اس کے پاس صلہ رحمی آئی اور اس نے کہا، ''اے ایمان والوں کی جماعت! اس سے باتیں کرو۔ پس وہ اس سے باتیں کرنے لگے' اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے سے آگ کی لپٹیں اور شرارے ہٹا رہا ہے پس اس کا صدقہ آیا جو اس

کے چہرے کے آگے (آگ سے) آڑ بن گیا اور اس کے سر پر (ٹھنڈی چھاؤں کا) سائبان بن گیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ عذاب دینے والے سخت مزاج فرشتوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرا ڈال رکھا ہے پس اس کا ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' آیا۔ انہوں نے اس کو ان سب سے چھڑایا اور اس کو رحمت کے فرشتوں کے پاس لے گئے اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جو گھٹنوں کے بل گھسٹ رہا ہے اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ ہے پس اس کا حسنِ اخلاق آیا اور اس نے اس کو رحمتِ الٰہی میں داخل کر دیا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ اس کا نامہء اعمال اس کی بائیں طرف سے اس کے اوپر گرا۔ پس اس کا ''خوفِ خدا'' آیا اور اس نے اس کا نامہء اعمال پکڑ کر اس کے دائیں ہاتھ میں تھما دیا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جس کے اعمال کی ترازو ہلکی ہو گئی تھی پس اس کی آگے بھیجی ہوئی نیکیاں آئیں اور انہوں نے اس کی میزان کو بھاری کر دیا اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ جو جہنم کے کنارے کھڑا ہے (قریب ہے کہ وہ کنارہ ڈھ جائے) پس اس کا ''اللہ سے ڈرنا'' آیا اور اس نے اس کو وہاں سے بچایا اور چلا گیا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی دیکھا کہ وہ جہنم میں گر پڑا تھا تو اس کے وہ آنسو آئے کہ جو اس نے اللہ کے خوف سے بہائے تھے انہوں نے اس کو آگ سے نکالا۔ اور میں نے اپنا ایک امتی پلِ صراط پر دیکھا کہ کبھی تو وہ پیٹ کے بل رینگتا (ہوا چلتا) ہے اور کبھی سرینوں کے بل گھسٹا (ہوا چلتا) ہے۔ پس اس کے پاس ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کی شہادت آئی اس نے اس کے لیے دروازہ کو کھولا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔''[1]

---

[1] علامہ قرطبی اپنی کتاب ''التذکرہ'' میں اس حدیث کو اس طرح نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں، ''یہ ایک عظیم حدیث ہے جس میں ان خاص اعمال کا ذکر ہے جو خاص قسم کی گھبراہٹوں سے نجات دیتے ہیں۔

﴿منکر نکیر﴾

ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب میت کو قبر میں دفنا دیا جاتا ہے (یا یہ فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو دفنا دیا جاتا ہے) تو اس کے بعد دو سیاہ و نیلی آنکھوں والے فرشتے (اس کے پاس آتے) ہیں۔ (ان میں سے) ایک کا نام ''منکر'' اور دوسرے کا نام ''نکیر'' ہے۔ پس وہ دونوں اس سے کہتے ہیں، ''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا''؟ پس وہ کہے گا، ''میں یہ کہا کرتا تھا، ''یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں'' پس وہ دونوں کہیں گے، ''ہم کو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یہی کہا کرتا تھا'' پھر اس کے لیے ہر طرف سے ستر ستر ہاتھ قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے لیے قبر کو روشن کر دیا جاتا ہے پھر اس کو کہا جائے گا، ''تو سو جا'' وہ کہے گا، ''میں اپنے گھر والوں کو جا کر بتلاتا ہوں'' وہ دونوں اس سے کہیں گے، ''تو اس دلہن کی طرح سو جا کہ جس کو اس کے گھر والوں میں سے سب سے زیادہ محبوب (یعنی اس کا دلہا) ہی آ کر نیند سے بیدار کرتا ہے'' حتیٰ کہ (قیامت کے دن ہی) اللہ اس کو اس کی خواب گاہ (یعنی قبر کی آرام دہ نیند) سے اٹھائے گا''۔

اور اگر وہ مردہ منافق ہوگا تو (اس سوال کے جواب میں) وہ کہے گا، ''میں نے لوگوں کو (ان کے بارے میں کچھ کہتے) سنا تو میں نے بھی وہ کہہ دیا میں نہیں جانتا'' (درحقیقت یہ بزرگ کون ہیں) وہ دونوں اس کو کہیں گے، ''ہم جانتے تھے کہ تو یہ ہرگز نہ کہہ سکے گا، پس زمین کو کہا جائے گا، ''اس پر سمٹ آ، پس زمین اس پر سمٹنا شروع ہو گی حتیٰ کہ (وہ اتنی تنگ ہو جائے گی کہ) اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی اور اس میں (اسکو) عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ ہی اس کو اس کے اس ٹھکانہ سے اٹھائے گا''۔[1]

---

[1] ترمذی ۱۰۷۱۔ ''السنۃ'' ابن ابی عاصم ۸۶۴۔ ابن حبان ۷۸۰۔ ''الشریعۃ'' الآجری ص ۳۶۵۔ بیہقی

ابو یعلی موصلیؒ نے اپنی مسند میں انس بن مالکؓ سے انہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''اللہ جل جلالہ ملک الموت سے فرماتے ہیں، ''میرے اس دوست کے پاس جاؤ، (اور جا کر اس کو روح قبض کر کے میرے پاس لے آؤ) پس اس کو لے آیا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) بے شک میں نے اس کو خوشی اور غم دونوں میں آزمایا ہے اور میں نے اس کو ایسا ہی پایا ہے جیسا کہ میں نے چاہا۔ اس کو میرے پاس لے کر آؤ کہ میں اس کو راحت دوں''۔ پس ملک الموت اس کے پاس پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جاتا ہے کہ جن کے ساتھ جنت کے کفن اور خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ جنت کے اصلی پودوں کے بنڈل ہوں گے کہ جن کے اوپر بیس رنگ ہوں گے اور ہر رنگ کی خوشبو دوسرے رنگ کی خوشبو سے جدا ہوگی''، ابو یعلی کہتے ہیں ''ریحان کی اصل ریحانۃ ہے اور یہ واحد ہے اور ان کے ساتھ نہایت خوشبو سے بنے ہوئے سفید ریشم ہوں گے پس ملک الموت تو اس کے سرہانے بیٹھ جائے گا اور فرشتے اس کو گھیر لیں گے اور ہر ایک فرشتہ اس کے اعضاء پر (جہاں اس کو جگہ ملی) اپنا ہاتھ رکھ دے گا اور وہ سفید ریشم اور تیز خوشبو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دے گا اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پس بیشک اس کے نفس کو اس وقت کبھی تو جنت کی بیویوں کے ساتھ جنت کے راستوں میں بہلایا جائے گا اور کبھی جنت کے کپڑوں کے ساتھ اور کبھی جنت کے پھلوں کے ساتھ جیسے کہ بچہ کو اس کے گھر والے (اس وقت) بہلاتے ہیں جب (کہ) وہ روتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ''بے شک اس وقت اس کی جنت کی بیویاں بے حد خوش ہوتی ہیں اور اس کی روح نکلنے کے لیے بے چین ہوتی ہیں۔''

بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا

باب ''عذاب القبر'' (۵۶) اس کی سند صحیح ہے اور البانی نے ''ظلال الجنۃ'' میں اس کی سند کو حسن کہا ہے اور اپنی ''الصحیحہ'' میں کہا ہے، ''اس کی سند جید ہے اور اس کے سب رجال ثقہ ہیں اور مسلم ہیں۔ ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

برسانیؒ کہتے ہیں،''وہ (روح) اپنی پسندیدہ اشیاء کی طرف جانے کے لیے جلدی نکلنے کی کوشش کرے گی''

فرمایا،'' پھر ملک الموت کہے گا،''اے روح! تو نکل بیری کے درختوں کی طرف جن میں کانٹا نہیں، اور تہ بہ تہ کیلوں کی طرف اور لمبے سایہ کی طرف اور بہتے ہوئے پانی کی طرف'' آپ نے فرمایا کہ''ملک الموت کو اس روح کے ساتھ اس کی ماں سے بھی زیادہ پیار ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ روح رب کی محبوب ہے پس وہ ربّ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے اس کے ساتھ لطف و مہربانی والا معاملہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اللہ کی رضا چاہتا ہے، پس اس کی روح یوں نکلتی ہے۔ جیسے آٹے میں سے بال نکلتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں،

﴿اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ﴾ (النحل:۳۲)

''جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اور وہ ستھری ہیں''

اور فرمایا:

﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ﴾ (الواقعہ: ۸۹.۸۸)

''سو جو اگر وہ مردہ ہوا مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا''

ابو یعلیٰؒ کہتے ہیں،''راحت موت کے اعتبار سے ہے اور''ریحان'' یہ اس کو ملی گی اور نعمت کا باغ اس کے بالمقابل ہے۔''

آگے روایت ہے،'' پھر جب ملک الموت اس کی روح کو قبض کر لے گا تو روح جسم سے کہے گی،''اللہ تجھ کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ تو میرے ساتھ رب کی فرمانبرداری میں چست اور اس کی نافرمانی میں سست تھا، پس تو نے خود بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی۔'' راوی کہتے ہیں''اور جسم روح سے اس طرح ہی کہے گا۔ اور

چالیس دن تک زمین کے وہ ٹکڑے اس پر روئیں گے کہ جن میں وہ اللہ کی اطاعت کیا کرتا تھا۔ اور آسمان کا ہر وہ دروازہ روئے گا جس میں سے اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اور ان سے اس کا رزق اترتا تھا۔ اور جب ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب بھی نہلانے والے اس کو کسی کروٹ بدلتے ہیں فرشتے ان سے پہلے ہی اس کی کروٹ بدل دیتے ہیں (مگر ان نہلانے والوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا) اور ان کے نہلانے کفنانے اور خوشبو لگانے سے پہلے ہی اس کو غسل اور کفن دے کر خوشبو لگا دیتے ہیں۔ اور اس کے گھر کے دروازہ سے لے کر اس کی قبر تک فرشتے دو قطاروں میں کھڑے ہو کر استغفار کرتے ہوئے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ پس اس وقت ابلیس اتنی زور کی چیخ مارتا ہے کہ جس سے اس کے بدن کی ہڈیاں تڑاخ سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے چیلوں سے کہتا ہے، ''تمہارا ناس ہو یہ بندہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟'' وہ کہتے ہیں کہ ''یہ بندہ گناہوں سے بچا ہوا تھا'' پھر جب ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں اس روح کا استقبال کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ دوسرے سے جدا ایک (اور ہی) مژدۂ ربانی (اور بشارت رحمانی) سناتا ہے پھر جب ملک الموت اس روح کو لے کر عرش تک جاتے ہیں تو وہ روح سجدے میں گر پڑتی ہے، اللہ عزوجل ملک الموت سے فرماتے ہیں، ''میرے بندے کی روح کو لے جا کر بے کانٹے کی بیری کے درختوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں اور لمبے سایوں اور بہتے پانیوں میں چھوڑ آؤ۔''

پس جب اس کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں، روزہ اس کے بائیں، قرآن اس کے سرہانے، اور نمازوں کی طرف چل کر جانا اس کی پائینتی کی طرف اور صبر قبر میں ایک گوشہ میں جا کھڑا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ عذاب کی گردن (یعنی آگ کی ایک لپٹ) بھیجتے ہیں۔ جب وہ مردے کے دائیں طرف سے آتی ہے تو اس کے پیچھے سے نماز پکارتی

ہے، ''خدا کی قسم! یہ ساری زندگی محنت کرتا رہا، بیشک اس نے تو اب آرام کیا ہے جب اس کو قبر میں لٹایا گیا ہے''، پھر وہ عذاب بائیں طرف سے آتا ہے تو روزہ اس کے پیچھے سے یہی کہتا ہے، پھر وہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے تو قرآن اور ذکر اسی طرح کہتے ہیں، پھر وہ اس کے پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو اس کا نمازوں کے لیے چل کر جانا اسی طرح کہتا ہے، پس جس طرف سے بھی عذاب آکر اس کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کو وہاں سے رستہ ملے مگر وہ اللہ کے ولی کو اس طرف میں پاتا ہے کہ اس پر حفاظت کی ڈھال ہے جو اس نے لے رکھی ہے، پس اس وقت وہ عذاب غائب ہو جائے گا اور چلا جائے گا۔ اور صبر دیگر تمام اعمال سے کہے گا، ''بات یہ ہے کہ مجھے خود اس کے ساتھ کچھ کرنے نے کسی بات نے منع نہیں کیا مگر میں یہ دیکھ رہا تھا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو اگر تم لوگ عاجز ہو جاتے تو میں تمہارا مددگار ہوتا۔ پس جب تم سب اس میت کی طرف سے کافی ہو گئے ہو تو میں اس کا صراطِ مستقیم اور میزان کے وقت کے لیے ذخیرہ ہوں'' اور اللہ دو فرشتوں کو بھیجے گا کہ جن کی آنکھیں، نگاہ چندھیا دینے والی بجلی کی طرح ہوں گی اور ان آواز کڑکنے (گرجنے) والی بجلی کی کڑک کی طرح ہوگی، اور ان کے سامنے کے دانت تکلے کی طرح نوکیلے ہوں گے اور ان کی سانس آگ کے شعلوں کی طرح ہوگی اور وہ دونوں ہم قافیہ بات کریں گے (یعنی دونوں ساتھ مل کر قافیہ بند تکرار کے ساتھ بات کریں گے) اور (دونوں کے) ہر ایک کندھے کا فاصلہ اتنا اتنا ہوگا، اور ان دونوں کے دلوں سے رحمت و شفقت نکال لی گئی ہے۔ ان دونوں کو منکر نکیر کہتے ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں اس قدر بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ اگر ربیعہ اور مضر قبیلہ کے لوگ اس پر جمع ہو جائیں تو بھی اس کو اٹھا نہ سکیں۔ پس وہ دونوں میت سے کہیں گے، ''اٹھ بیٹھ'' پس وہ اٹھ بیٹھے گا اور سیدھا ہو جائے گا اور اس کا کفن اس کی کوکھ پر گر جائے گا وہ دونوں اس کو کہیں گے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟'' صحابہء کرام نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! اس وقت کس میں بات کرنے کی ہمت ہوگی جب کہ آپ ﷺ نے بتلایا کہ وہ فرشتے اس اس طرح کے

ہوں گے؟ پس آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی

"یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ ویضل اللّٰہ الظالمین و یفعل اللّٰہ مایشاء" (ابراھیم:۲۷)

پس وہ مردہ کہے گا، "اللہ وحدہٗ لاشریک لہ میرا رب ہے، اور میرا دین وہ اسلام ہے جس پر فرشتے چلتے ہیں اور میرے نبی محمد خاتم النبین (ﷺ) ہیں" وہ دونوں کہیں گے، "تم نے درست کہا،" پس وہ قبر کو ہاتھ ماریں گے اور (ہر طرف سے مثلاً) آگے کی طرف سے، دائیں طرف سے، بائیں طرف سے، پیچھے کی طرف سے، سر کی طرف سے اور پیروں کی طرف چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیں گے پس وہ قبر کو دوسو ہاتھ کشادہ کر دیں گے۔

برسائی کہتے ہیں، "میں (ان کو شمار کرتا ہوں اور) گمان کرتا ہوں کہ (جو) چالیس (ہاتھ رہ گئے ہیں) وہ اس کے گرد ہوں گے، پھر وہ دونوں اس کو کہیں گے، "اوپر دیکھو" پس وہاں ایک جنت کا دروازہ کھلا ہوگا۔ وہ دونوں اس کو کہیں گے، "اللہ کے ولی یہ تیری منزل ہے کیونکہ تو نے اللہ کی اطاعت کی" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اس وقت اس کے دل کو وہ خوشی حاصل ہوگی کہ جو کبھی واپس نہ لوٹے گی" پھر اس کو کہا جائے گا، "(اب ذرا) نیچے (بھی) دیکھ" پس وہ اپنے نیچے دیکھے گا کہ وہاں تو جہنم کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوگا، وہ دنوں اس کو کہیں گے، "اللہ کے ولی تو اس سے نجات پا گیا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اس وقت اس کے دل کو وہ خوشی ملے گی کہ جو کبھی واپس نہ لوٹے گی" حضرتِ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، "اس کے لیے (قبر میں) جنت کے ستتر (۷۷) دروازے کھولے جائیں گے جن سے جنت کی ہوا اور ٹھنڈک آتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دن) اٹھائیں گے۔"

اور ایک اور روایت میں کہ جس کی سند پہلی والی ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا، ''اللہ تعالیٰ ملک الموت سے کہے گا، ''اپنے اور میرے دشمن کے پاس تو جا اور اس کو میرے پاس لے کر آ کہ تحقیق میں نے (دنیا میں) اس کے رزق کو فراخ کیا اور اس پر نعمتوں کی آسائش کی پس اس نے فقط میری نافرمانی ہی کی۔ جا اس کو جا کر لے آ تا کہ میں اس سے انتقام لوں۔'' پس ملک الموت اس کی طرف اتنی بدصورت شکل میں جائے گا کہ جو کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی، اس کی بارہ آنکھیں ہوں گی، (اس کے پاس) آگ کی سلائیاں اور ڈھیر سارے کانٹے ہوں گے، اس کے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوں گے کہ جن کے پاس جہنم کے انگاروں میں سے چنگاریاں اور انگارے ہوں گے اور آگ کے کوڑے ہوں گے کہ جن کی لچک کوڑوں کی لچک کی طرح ہوگی اور وہ بھڑکتی (سلگتی) ایک آگ ہوگی، پس ملک الموت اس کو ان سلائیوں سے مارے گا کہ جس سے ہر بال کی جڑ اور ہر ناخن کی جڑ تک غائب ہو جائے گی پھر اس کو مروڑ کر رکھ دیں گے، پھر ملک الموت اس کی روح اس کے پیروں کے ناخنوں سے نکال دے گا پھر اس کو اس کی ایڑیوں میں پھینک دے گا، پس اس وقت اللہ کے دشمن پر سکرۃ الموت طاری ہو جائے گی (یعنی بے ہوش سا ہو جائے گا) پس ملک الموت اس کو (بری طرح جھنجھوڑے گا اور) جھڑ جھڑائے گا اور فرشتے ان آگ کے کوڑوں کو اس کے منہ اور پیٹھ پر برسائیں گے۔ پس ملک الموت اس پر نہایت سختی کرے گا پس اس کی روح کو اس کی ایڑیوں سے نکال کر اس کے گھٹنوں میں ڈال دے گا۔ پھر اللہ کے دشمن پر (ایک بار پھر) سکرۃ الموت طاری ہو جائے گی (اور وہ بے ہوش سا ہو جائے گا) پس ملک الموت اس کو (بری طرح) جھنجھوڑے گا اور فرشتے ان کوڑوں کو اس کے منہ اور پیٹھ پر برسائیں گے اور ملک الموت اس پر نہایت سختی کرے گا پس اس کی روح کو اس کے گھٹنوں سے نکال کر اس کے کولہے میں ڈال دے گا۔ پس اللہ کے دشمن پر غشی سی طاری ہو جائے گی اور ملک الموت اس کو بری طرح جھنجھوڑے گا اور فرشتے اس کے منہ اور پیٹھ پر وہ کوڑے برسائیں گے۔'' فرمایا ''اسی طرح اس کی روح کو سینے تک ڈالا جائے گا اور اسی طرح اس کے حلق تک۔ پھر فرشتے اس (کے لیے) جہنم کے پیتل اور انگاروں کو

بچھائیں گے حتیٰ کہ اس کی ٹھوڑی تک بچھائیں گے اور ملک الموت کہے گا، ''اے لعین روح! تیز بھاپ، اور جلتے پانی، اور دھوئیں کے سایہ کہ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ عزت کا ہے، اس کی طرف نکل'' پھر جب ملک الموت اس روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ روح جسم کو کہتی ہے، ''اللہ تجھ کو میری طرف سے برا بدلہ دے۔ تحقیق تو مجھے اللہ کی نافرمانی کی طرف چستی اور اس کی اطاعت کی طرف سستی سے لے جاتا تھا۔ پس تو (خود بھی) ہلاک ہوا اور (مجھے بھی) ہلاک کیا'' اور وہ جسم بھی روح کو اسی طرح کی بات کہے گا، اور زمین کے وہ ٹکڑے جن پر وہ اللہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں اور ابلیس کے لشکر اس کے پاس جا کر اس کو بشارت دیتے ہیں کہ ہم آدم کے وقت سے لے کر (اسی طرح نافرمان) بندہ کو جہنم میں ڈالتے رہے ہیں'' پھر جب اس کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں گھس گھس جاتی ہیں حتیٰ کہ دائیں بائیں میں اور بائیں دائیں میں گھسی چلی جاتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پر خبیث زہریلے، چتکبرے، سیاہ سانپ مسلط کر دیتا ہے جو اونٹوں کی گردن کی طرح (موٹے اور لمبے) ہوتے ہیں۔

(ان میں سے) ایک اس کو اس کے کانوں اور دونوں پیروں کے انگوٹھوں سے پکڑتا ہے اور اس کو کاٹتا (اور چیرتا جاتا) ہے حتیٰ کہ وہ سارے سانپ اس کے پیٹ کے درمیان تک پہنچ جاتے ہیں، اور اللہ دو فرشتے بھیجتا ہے ان دونوں کی آنکھیں، نگاہ اچک لے جانے والی بجلی کی طرح اور ان کی آوازیں کڑک دار (گرجتی) بجلی کی طرح ہوتی ہیں اور ان کے سامنے کے دانت تکلے کی سلائیوں کی طرح نوکیلے اور لمبے اور ان کی سانسیں بھڑکتے سلگتے شعلوں کی طرح ہوتی ہیں، وہ دونوں مل کر بولیں گے اور ہر ایک کے کندھے کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوگی۔ اور ان کے دلوں سے رحمت اور شفقت نکال لی گئی ہے۔ انہیں منکر اور نکیر کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں اس قدر وزنی ہتھوڑا ہوگا کہ ربیعہ اور مضر قبیلہ والے مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکیں۔ وہ اس کو کہیں گے، ''اٹھ بیٹھ'' پس وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اور اس کا کفن اس کے کولھوں پر گر جائے گا۔ پس وہ

دونوں اس سے پوچھیں گے، ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرے نبی کون ہیں؟'' وہ کہے گا، ''میں نہیں جانتا'' وہ کہیں گے، ''نہ تو نے جانا اور نہ ہی کسی کی پیروی کی'' ''پس وہ دونوں اس کو (ہتھوڑوں سے) مارنا شروع کریں گے کہ ہتھوڑوں کی ضربوں کی چنگاریاں اس کی قبر میں اڑنے لگیں، پھر وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو کر کہیں گے، ''ذرا اپنے اوپر دیکھ!'' پس وہ دیکھے گا کہ جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے'' وہ دونوں اس کو کہیں گے، ''اللہ کے دشمن! اگر تو نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی تو یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس کے دل میں وہ حسرت پیدا ہوگی جو کبھی واپس نہ لوٹے گی'' وہ دونوں اس کو کہیں گے، ''(اور) اب ذرا اپنے نیچے نگاہ ڈال!'' پس وہ نیچے دیکھے گا کہ جہنم کا ایک دروازہ کھلا ہے، پس وہ دونوں اس کو کہیں گے، ''اللہ کے دشمن! یہ تیرا ٹھکانہ ہے کیونکہ تو اللہ کا نافرمان تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اس کے دل کو وہ حسرت ہوگی جو کبھی دل سے نہ نکلے گی۔''

برسانی کہتے ہیں، ''اور حضرت عاشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ''اور اس کے لیے جہنم کے ستتر (۷۷) دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ جن سے وہاں کی گرمی، (اور) تپتا دھواں آئے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھائے گا۔''[1]

---

[1] ابن کثیر اپنی تفسیر ۲/۵۳۸ میں فرماتے ہیں، ''یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے اور اس کا مضمون عجیب ہے'' اور رقاشی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں کچھ مزید بھی ذکر کیا ہے کہ وہ نہایت ہی عجائب و منکرات پر مشتمل ہے۔ اور آئمہ کے نزدیک وہ روایت ضعیف ہے۔

اور جبائی اور ان کے بیٹے نے اس کا انکار کیا ہے اور بلخی نے فرشتوں کے ''منکر نکیر'' نام ہونے کا انکار کیا ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ بے شک منکر تو وہ ہے کہ جس کا صدور کافر سے اس کے شور و غل کے وقت اس وقت ہوتا ہے کہ جب اسے سوال کیا جاتا ہے اور نکیر بے شک یہ فرشتوں کی اس کو دھمکی دینا ہے اور یہ حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔ (واللہ اعلم)

﴿کراماً کاتبین﴾

کراماً کاتبین کا کام بندوں کے اعمال کو شمار کرنا اور ان کو لکھنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَاماً کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (انفطار: ۹-۱۲)

''حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں عالی قدر (تمہاری باتوں کو) لکھنے والے جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔''

یعنی ہم نے تم پر نگہبان فرشتے مقرر کئے ہیں جو عزت والے ہیں پس تم ان کے سامنے برے کام مت کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے تمام اعمال لکھتے ہیں۔

بزار نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''اللہ تم کو بالکل ننگا ہو جانے سے روکتے ہیں پس تم اللہ کے ان فرشتوں سے حیا کرو جو تمہارے ساتھ ہیں، عزت والے لکھنے والے ہیں (تمہارے اعمال کو) جو صرف تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے وقت ہی تم سے جدا ہوتے ہیں۔

(۱) پیشاب (پاخانہ) کرتے وقت

(۲) جنابت کے وقت

(۳) اور غسل کرتے وقت۔ پس جب تم میں سے کوئی بغیر آڑ (یعنی اوٹ) کے کھلی (اور خالی) جگہ نہائے تو چاہیے کہ اپنے کسی کپڑے کے ساتھ یا کسی دیوار یا اپنے اونٹ کی آڑ لے لے۔[1]

بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۸/ ۳۶۶، ''الاتحاف'' زبیدی ۹/ ۱۰۔ ''المجمع'' ھیثمی ۱/ ۲۶۸۔ ''الفقیہ والمتفقہ'' خطیب بغدادی (۳۵)

فرمایا، ''کراماً کاتبین ایک دن میں جو کچھ بھی لکھ کر اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس نامہء اعمال کے شروع اور آخر میں استغفار دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں، ''میں نے اپنے بندے کے نامہء اعمال کے بیچ میں (ان دو استغفاروں کے درمیان) جو کچھ ہے اس کو معاف کر دیا۔''

بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''بیشک اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو بنی آدم کو پہچانتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا، ''اور وہ ان کے اعمال (بھی) پہچانتے ہیں۔'' جب وہ بندے کو اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا دیکھتے ہیں تو اس کا اپنے درمیان ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، ''رات فلاں شخص فلاح پا گیا۔ رات فلاں شخص نجات پا گیا'' اور جب وہ کسی بندے کو اللہ کی نافرمانی میں لگا دیکھتے ہیں تو اس کا باہم ذکر کرتے ہیں اور نام لیتے ہوئے کہتے ہیں، ''فلاں شخص رات کو ہلاک ہو گیا۔''[1]

امام مالک، بخاری، مسلم، نسائی اور ابنِ حبان وغیرھم حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''تمہارے درمیان رات اور دن کو ایک دوسرے کے بعد فرشتے اترتے ہیں۔ اور وہ دونوں فجر اور عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں پھر جو فرشتے رات تمہارے ساتھ ہوتے ہیں وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں اور وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے ''تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا'' پس وہ فرشتے کہتے ہیں، ''ہم ان کو نماز پڑھتا چھوڑ آئے اور جب ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''[2]

۱۔ بزار ۴/۸۳، ''البدایہ والھایہ'' ابن کثیر ۱/۵۱۔ ''الترغیب والترھیب'' ۱/۴۶۰

۲۔ بخاری (۵۵۵) مسلم ''باب المساجد'' ۳۲۱۔ موطا امام مالک ۱/۱۷۰، مسند احمد ۲/۴۸۶۔ نسائی ۱/۲۴۰۔ ''مشکوۃ'' تبریزی ۶۲۶۔ ''الترغیب والترھیب'' منذری ۱/۲۴۰۔۲۹۳

بخاری اور مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان چار رکعتیں نماز پڑھی، پھر فرمایا، ''اللہ سوتا نہیں اور نہ ہی سو جانا اس کے لائق ہے وہ ترازو کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے، دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں''۔......الحدیث[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (ق: ۱۶-۱۸)

''اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔ جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو) دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں۔''

ابنِ کثیر فرماتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی قدرت کے بارے میں بتلاتے ہیں کہ وہ انسان کا خالق ہے اور اس کا علم انسان کے تمام کاموں کو محیط ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کے جی میں آنے والے خیر اور شر کے وسوسوں اور خیالات تک کو جانتا ہے۔ اور فرمایا

﴿و نحن اقرب اليه مِن حبل الوريد﴾

---

[1] مسلم ''کتاب الایمان'' ۲۹۴-۲۹۵۔ ابنِ ماجہ (۱۹۵)

''اور ہم اس سے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں''

یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔اور جس نے اس قرب کی تاویل علم الٰہی سے کی ہے تو بیشک اس کو (یہ دلیل لے کر) بھاگنا پڑے گا کہ کہیں (اللہ اور بندے کے درمیان حلول اور اتحاد (کا عقیدہ) لازم نہ آئے اور بالا جماع یہ دونوں عقیدے غلط ہیں۔اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند اور پاکیزہ ہے (کہ وہ کسی کی ذات میں حلول کرے اور اس کے اور اس کے بندے کے درمیان یگانگت پیدا ہو جائے)۔

جب کہ آیت کا لفظ بھی اس معنی کو نہیں چاہتا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "و انا اقرب الیه من حبل الورید" کہ ''میں خود شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہوں''

بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿و نحن اقرب الیه من حبل الورید﴾

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی جان نکل رہی ہوتی ہے:

﴿وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾

(الواقعة: ۸۵)

''اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں''

یعنی (اس وقت) اللہ تعالیٰ کے فرشتے (اس مرنے والے کے اس کے لواحقین سے زیادہ قریب ہوتے ہیں) اور جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان

ہیں"

پس یہ فرشتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ نصیحت (یعنی) قرآن لے کر اترے۔ اور اسی طرح یہ فرشتے، اللہ تعالیٰ کے انکو قدرت دینے کی وجہ سے، یہ انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ پس بیشک فرشتوں کو انسان کے ساتھ مصاحبت ہوتی ہے۔ جس طرح شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے اور اسی طرح شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے جیسا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ "الصادق والمصدوق" نے ہمیں خبر دی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر فرمایا ہے:

﴿یتلقی المتلقیان﴾

"لیتے جاتے ہیں دو لینے والے (یعنی دو لکھنے والے لکھتے چلے جاتے ہیں)"

یعنی وہ دو فرشتے جو انسان کا عمل لکھتے ہیں۔ آگے ارشاد ہے:

﴿عن الیمین و عن الشمال قعید﴾

"دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔"

یعنی تاک میں ہیں۔ اور ان کی کیفیت وہ نہیں ہے کہ جو لوگوں میں عام طور پر مشہور ہے کہ "ایک دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور دوسرا بائیں کندھے پر۔" آگے ارشاد ہے:

"مایلفظ" یعنی آدمی جو بولتا ہے۔

"من قول" یعنی جو کلمہ بھی وہ بولتا ہے۔

"الا لدیه رقیب عتید"

"مگر اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار بیٹھا ہے" یعنی آدمی جو کلمہ بھی بولتا ہے مگر یہ کہ ایک فرشتہ اس کی (راہ تکتا ہے اور اس کی) نگرانی میں ہوتا ہے کہ جو اس (کے کہے، کئے) کو شمار کر لیتا ہے اور لکھ لیتا ہے اور وہ کوئی

کلمہ اور حرکت (اور فعل انسانی) نہیں چھوڑتا (کہ جس کو وہ لکھ نہ لے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَاماً كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (انفطار: ۱۰. ۱۲)

''اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو''

امام احمدؒ نے بلال بن حارث المزنیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بیشک آدمی اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں تک چلا گیا (یعنی اجر کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت سے (اس کے لیے) قیامت تک کے لیے (اپنی) رضا (کا پروانہ) لکھ لیتا ہے۔

اور بیشک آدمی ایک کلمہ بولتا ہے جو اللہ کی ناراضی والا ہوتا ہے اور اس کا گمان نہیں ہوتا کہ کہاں تک پہنچتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس سے کتنے ناراض ہوئے ہیں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے لیے قیامت کی دن کی ملاقات تک لیے اپنی ناراضی لکھ لیتا ہے۔''[۱]

اس حدیث کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے حضرت حسن بصریؒ یہ آیت

﴿عن اليمين و عن الشمال قعيد﴾

تلاوت فرما کر فرمایا کرتے تھے۔

---

[۱] مسند احمد ۳/۴۶۹۔ حاکم ۱/۴۶۔۴/۵۹۷۔ الحمیدی (۹۱۱) ''طبرانی الکبیر'' ۱/۳۵۴۔۳۵۵۔ موطا امام مالک ۹۸۵۔

''اے ابن آدم تیرا نامہء اعمال کھول دیا گیا ہے اور دو عزت والے فرشتے تجھ پر نگران مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک تیری نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا تیری برائیاں لکھتا ہے، اب جو چاہے کر اور چاہے زیادہ کر یا تھوڑا کر حتی کہ جب تو مر جائے گا تو تیرا صحیفہ بند کر دیا جائے گا اور وہ تیری قبر میں تیرے گلے میں لٹکا دیا جائے گا۔ حتی کہ تو قیامت کے دن اپنی قبر سے باہر آئے گا۔ پس اس موقع کے لیے ہی یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَاباً يَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ (الاسراء: ۱۳۔۱۴)

''اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بصورتِ کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز اسے (وہ) کتاب نکال دکھائیں گے۔ جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے تو آج اپنا ہی محاسب کافی ہے۔''

پھر فرمایا، ''خدا کی قسم! اللہ نے تجھے کو خود اپنا حساب لینے والا بنا کر تیرے ساتھ انصاف کیا ہے''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''فرشتے کہتے ہیں، ''اے رب! یہ تیرا بندہ برائی کرنا چاہتا ہے اور یہ اس کو خوب سمجھتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں، ''(اس کو چھوڑ دو برائی کرنے دو) تم اس کی نگرانی کرتے رہو۔ اگر تو یہ برائی کر ڈالے تو اتنی ہی لکھ لو اور اگر اس کا ارادہ چھوڑ دے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لینا بیشک اس نے یہ برائی میری وجہ سے چھوڑی ہے۔''[۱]

۱۔ مسلم ''کتاب الایمان'' ۲۰۵۔ مسند احمد ۲/ ۳۱۷۔ ابوعوانہ ۱/ ۸۴۔ ''فتح الباری'' ابن حجر ۱۱/ ۳۲۴، ''الاتحاف'' زبیدی ۷/ ۲۹۶۔ ''شرح السنۃ'' بغوی ۱۴/ ۳۸۸ اور حدیث میں لفظ ہیں ''من جرای'' جس کا مطلب ہے ''میری خاطر''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، ''آپ ﷺ نے فرمایا، ''بیشک دن کے فرشتے یہ رات کے فرشتوں سے زیادہ مہربان ہیں''۔[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، ''اے گناہ کرنے والے! اپنے برے انجام سے بے خوف مت ہو اور جب تو ایک گناہ کرے تو اس سے بڑا گناہ اس کے بعد مت کر۔ بیشک تیرا اپنے دائیں بائیں والوں سے، تیرا گناہ کرتے وقت ان سے حیا نہ کرنا (یعنی ان سے کم شرم کھانا) یہ تیرے اس گناہ سے بھی بڑا ہے جو تو نے کیا ہے اور تیرا ہنسنا جب کہ تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والے ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے اور تیرا گناہ کر کے خوش ہونا، یہ گناہ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور کسی گناہ کے چھوٹ جانے پر تیرا غم زدہ ہونا (کہ یہ گناہ کیوں نہ کرسکا) یہ گناہ کر لینے سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور جب تو گناہ کر رہا ہو اور ہوا تیرے دروازہ کے پردے کو ہلائے اور تیرا اس ہوا سے ڈر جانا (کہ کہیں کوئی آ تو نہیں گیا) جب کہ تیرا دل اللہ کے تیری طرف دیکھنے سے دھڑک نہ رہا ہو، یہ تیرے گناہ کر لینے سے بھی بڑا گناہ ہے۔[2]

حضرت ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، ''بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے کسی گناہ کو معاف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ بیشک تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے ۹۸ انسان قتل کیے تھے۔ پس وہ ایک راہب کے پاس گیا اور پوچھا، ''میں ۹۸ لوگوں کی جان لے بیٹھا ہوں کیا میرے لیے بھی کوئی توبہ ہوگی؟ اس نے کہا، ''تم نے تو حد ہی کر دی۔ (بھلا تیری مغفرت کیسے ہوگی؟) اس نے (یہ سن کر کہ میری تو توبہ قبول نہ ہوگی) اس راہب کو بھی مار ڈالا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس آیا اور

[2] ''کنز العمال'' الھندی ۱۰۳۴۰ اور انہوں نے اس روایت کو ابنِ نجار کی طرف منسوب کیا ہے۔

[1] ''کنز العمال'' الھندی ۱۰۴۳۲۔ اور انہوں نے اس حدیث کو ابنِ عساکر کی طرف منسوب کیا ہے۔

کہا، ''میں نے ۹۹ آدمی مار ڈالے ہیں، کیا تم میرے لیے توبہ (کی کوئی گنجائش) پاتے ہو؟ اس نے کہا، ''تم نے انتہا کر دی'' میں نہیں جانتا (تیری توبہ کیسے ہوگی) لیکن ادھر (قریب میں) دو بستیاں ہیں ایک کا نام ''نصرہ'' اور دوسری کا نام ''کفرہ'' ہے۔ رہے نصرہ بستی والے تو وہ فقط جنتیوں والے اعمال کرتے رہتے ہیں وہاں اور کوئی شخص آباد نہیں (جو گناہ کرتا ہو) اور (جو) کفرہ بستی والے (ہیں) یہ جہنمیوں والے عمل کرتے رہتے ہیں، ان کے ہاں کوئی دوسرا شخص آباد نہیں (جو نیکیوں کا خوگر ہو) پس تو ''نصرہ'' بستی چلا جا اگر تو وہاں آباد ہو گیا اور ان جیسے عمل کرنے لگا تو پھر تیری توبہ (کے درست ہونے اور قبول ہونے) میں کوئی شک نہیں۔'' پس وہ شخص اس بستی کی نیت سے ادھر چل پڑا۔ حتی کہ جب وہ دونوں بستیوں کے درمیان تھا تو موت نے اس کو آن لیا، پس (فرشتے تردد میں پڑ گئے کہ جنت والے روح قبض کریں یا جہنم والے اس کو لیں) انہوں نے اس شخص کی بابت اللہ رب العزت سے پوچھا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''دیکھو تو! یہ کس بستی کے زیادہ قریب ہے، اسے ان میں شمار کر لو۔'' پس فرشتوں نے اس کو ایک انگلی کے بقدر نصرہ بستی کے قریب پایا، پس وہ ان میں لکھا گیا۔[1]

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے ''الکبیر'' میں روایت کیا اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں، ''اللہ کے نزدیک کوئی گناہ بڑا نہیں، اور ایک روایت میں (''ذنب'' (گناہ) کی بجائے) ''شیٔ'' کا لفظ ہے ''یعنی اللہ کے نزدیک کوئی بات بھی بڑائی والی نہیں۔ (باب الذکر والدعاء)
اور یہ حدیث ھیثمی کی ''المجمع'' ۲۰۱/۱۰ میں، ابن حجر کی ''المطالب العالیہ'' (۳۲۳۹) میں، زبیدی کی ''الاتحاف'' ۳۹/۵، ۱۸۸/۹ میں ہے اور مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں، ''إن اللّٰہ لا یتعاظم علیہ شیٔ'' (اللہ پر کوئی بات کبھی بڑی نہیں۔) (۴۵۸/۳)

﴿نگہبان فرشتے﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الرعد: ١١)

''اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

ابن کثیر فرماتے ہیں، ''یعنی کچھ فرشتے ہیں کہ جو بندہ کی پہرہ داری کرتے ہیں، رات کو پہرہ دیتے ہیں اور دن کو پہرہ دیتے ہیں اور اس کو مصیبتوں اور حادثات سے بچاتے ہیں۔ جیسا کہ چند دوسرے فرشتے اس کے خیر وشر، یعنی ہر قسم کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں ان میں رات کے فرشتے بھی ہیں اور دن کے بھی۔ ان میں سے ایک تو نیکی لکھتا ہے اور دوسرا برائی لکھتا ہے اور دو فرشتے اور بھی ہیں کہ جو آدمی کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں۔ ایک اس کے پیچھے سے اور دوسرا اس کے آگے سے اور انسان دن میں اور رات میں چار چار مزید فرشتوں کے درمیان بھی ہوتا ہے جو دو کراماً کاتبین اور دو حفاظت کے فرشتوں کے بدل میں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ ''تمہارے پاس یکے بعد دیگرے (ایک کے پیچھے دوسرا، حفاظت کے لیے) دن رات میں فرشتے آتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

پس جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گذاری ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے ''اور اللہ تم سب سے زیادہ جاننے والا ہے (اور جاننے کے باوجود بندہ کی توقیر کے لیے پوچھتا ہے)'' کہ تم نے میرے بندوں

---

١ بخاری (٥٥٥) مسلم باب المساجد (٣٢١) اور اس حدیث کی پوری تخریج گذشتہ حاشیہ میں گذر گئی ہے۔

کو کس حال میں چھوڑا؟'' فرشتے کہتے ہیں، ''ہم ان کے ہاں گئے وہ نماز پڑھ رہے تھے، ہم انہیں چھوڑ آئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''معقبات'' یہ فرشتے ہیں یہ آدمی کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔ اور جب اللہ کا فیصلہ (یعنی موت) آجاتی ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں، ''ہر بندہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جو نیند اور بیداری (دونوں) میں اس کی جن وانس اور مہلک زہریلے کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت کرتے ہیں۔ پس جب بھی ان میں کوئی شے اس کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے آتی ہے تو وہ فرشتہ اس کو کہتا ہے،'' (دیکھ اس کو نقصان نہ پہنچانا کہ) ایک فرشتہ تیرے پیچھے ہے (جو تیرے خبر لے گا) مگر وہی شے اس تک پہنچتی ہے کہ جس کو اللہ نے اس بندہ کو نقصان پہنچانے کی اجازت دی ہو''۔

ابن جریرؒ نے کنانہ بن عدوی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں، ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، ''یارسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ بندہ کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں''؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ایک فرشتہ دائیں طرف نیکیاں لکھنے پر مقرر ہوتا ہے کہ جو بائیں والے کا امیر ہوتا ہے۔ جب تو ایک نیکی کرتا ہے تو وہ دس لکھتا ہے، اور جب تو برائی کرتا ہے تو بائیں والا، دائیں والے سے پوچھتا ہے،'' (کیا میں) اس کو لکھ لوں؟'' وہ کہتا ہے،'' نہ لکھو کیا پتا توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ معاف کر دے'' پس وہ فرشتہ تین بار اجازت مانگتا ہے، پس جب وہ تیسری بار اجازت مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے،'' اس کو لکھ لے تاکہ اللہ ہمیں اس سے راحت دے دے کہ یہ برا ساتھی ہے، یہ اللہ سے کتنا کم ڈرتا ہے اور ہم سے کتنی تھوڑی شرم کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (ق:۱۸)

''نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار''
آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
''اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ﴾ (الرعد: ۱۱)
''اس کے پہرے والے ہیں بندے کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے''

اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پکڑے ہوئے ہے پس جب تو اللہ کے آگے عاجزی وانکساری کرتا ہے تو وہ تجھ کو بڑھاتا ہے اور جب تو اللہ کے ساتھ غرور کرتا ہے تو وہ تیری کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

اور تیری دونوں آنکھوں پر دو فرشتے ہیں۔ پس ہر آدمی پر کل یہ دس فرشتے ہیں۔ اور رات کے فرشتے، دن کے فرشتوں پر نازل ہوتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے، دن کے فرشتوں کے علاوہ ہیں، پس (اب) یہ ہر آدمی پر بیس فرشتے (مقرر) ہوئے۔

اور ابلیس خود تو دن میں (آدمی کے پیچھے لگا رہتا) ہے اور اس کا بیٹا رات کو ہوتا ہے۔[1]

امام احمد نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''تم میں سے ہر ایک پر اس کا ایک جن ساتھی اور ایک فرشتہ ساتھی مقرر کیا گیا ہے''، لوگوں نے عرض کیا، ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی یا رسول اللہ!؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''(ہاں) میرے لیے بھی لیکن اللہ نے میری اس کے خلاف مدد کی پس وہ مجھے خیر کا ہی حکم کرتا ہے''۔

اس حدیث کو مسلم نے اکیلے روایت کیا ہے۔[2]

---

[1] ''فتاوی حدیثیہ'' ھیثمی ۳۲۔ ''الحبائک'' سیوطیؒ ۸۶۔ ''الدر المنثور'' ۴/۴۸

[2] مسلم (صفات المنافقین) ۶۹۔ مسند احمد ۳۸۵، ۴۰۱۔ ''نصب الرایہ'' زیلعی ۱/۲۴

(اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

﴿يحفظونه من امر اللّٰه﴾ (الرعد: ۱۱)

''اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے امر سے''

حضرت علی بن ابوطلحہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی

''فرشتوں کا آدمی کی حفاظت کرنا یہ اللہ کے حکم سے ہے'' حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور دوسرے حضرات نے بھی یہی کہا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں، ''فرشتے اللہ کے حکم کی وجہ سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی وہ ''من امر اللّٰه'' کی تفسیر ''بامر اللّٰه'' سے کرتے ہیں کہ یہاں ''من'' یہ ''با'' کے معنی میں ہے جو تعلیل کے لیے ہے۔ (نسیم)

کعب احبار کہتے ہیں۔ ''اگر ابن آدمی کے لیے ہر (دکھ سکھ یعنی نرم اور سخت زمین) خوب روشن ہو کر سامنے آجائے تو وہ اس وجہ سے ہر شے کو یقین کے ساتھ دیکھ لے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایسے فرشتے مقرر نہ کئے ہوتے تو تمہارے کھانے پینے اور پردہ کی جگہ سے (آنے والی مصیبتوں) کو نہ ہٹاتے تو تم اچک لیے جاتے''

ابو امامہ کہتے ہیں، ''ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے کہ جو اس سے (پریشانیوں اور مصیبتوں کو) ہٹاتا حتیٰ کہ وہ فرشتہ آدمی کو فقط اس مصیبت کے حوالہ کرتا ہے جو اس کے مقدر میں ہو''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ابن آدم کے ساتھ شیطان کا بھی وسوسہ ہوتا ہے اور فرشتہ کا بھی خیال ہوتا ہے، رہا شیطان کا وسوسہ تو وہ شر کا ڈراوا یا حق کا جھٹلانا ہے۔ اور فرشتہ کا خیال یہ خیر کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہے، پس جو اس کو پائے تو جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پس اس کی حمد بیان

کرے۔ اور جو جی میں کوئی اور بات پائے تو وہ شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے۔"[1]

ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جو بندہ بھی اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ اللہ کی مخلوق کے گھیرے میں ہوتا ہے، ہر ایک نے اپنا ہاتھ پھیلایا ہوتا ہے اور اپنا منہ کھولا ہوتا ہے اور وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر حفاظت کے فرشتے مقرر نہ کئے ہوتے تو وہ اس کو ہلاک ہی کر ڈالتے۔ اور وہ حفاظت کے فرشتے کہتے ہیں، "بچو بچو" حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اجازت دیتے ہیں تو وہ فرشتے اس سے اس شر کو دور کرتے ہیں جب تک کہ لوح محفوظ (ہی کا لکھا) اس پر مقدر نہ ہو جائے کہ فرشتے اس میں سے بندہ سے کچھ (بھی) دور نہیں کر سکتے کہ جو اس کے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔ اور اگر ابنِ آدمی کو وہ شیاطین دکھائی دینے لگیں جو اس پر مسلط ہوتے ہیں تو وہ اس کو میدانوں اور پہاڑوں میں مردار پر بیٹھی ہوئی مکھی کی طرح دکھائی دنے۔"[2]

ابوامامہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، "ایک مومن پر تین سوستر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس سے بلاؤں کو دور کرتے ہیں جب تک کہ اس پر تقدیر نہ غالب آئے۔ ان میں سے آنکھ پر مقرر فرشتے نو ہیں وہ اس سے جس طرح کہ گرمیوں کے دن میں گنے پر سے مکھیوں کو اڑایا جاتا ہے، ان مصیبتوں کو دور کرتے ہیں کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو تم دیکھو گے کہ وہ (مصیبتیں) ہر پہاڑ اور ہر میدان میں ہاتھ پھیلائے، منہ کھولے کھڑی ہے اور اس مصیبت کو بھی دور کرتے ہیں کہ اگر ان مصیبتوں میں انسان آنکھ جھپکنے جتنی دیر بھی اپنے آپ کے سپرد کر دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لے جائیں۔"[3]

---

1. ترمذی (۲۹۸۸) طبری ۳/۵۹۔ "مشکوٰۃ" تبریزی (۷۳)۔ "الاتحاف" زبیدی ۷/۲۶۶، ابنِ کثیر ۱/۴۷۵ "کنز العمال" ھندی ۱۲۳۰۔
2. اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے، دیکھیں کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۷۸
3. اس حدیث کو ابن ابی الدنیا، ابن قانع نے اور طبرانی نے "الکبیر" میں اس کو روایت کیا ہے۔

﴿ملک الجبال، پہاڑوں کا فرشتہ﴾

یہ وہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر مقرر کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں، ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احد کے دن سے بھی سخت کوئی دن آیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''میں نے تیری قوم سے بڑی سختی اٹھائی اور وہ ''یوم العقبہ'' کی سختی سے بھی زیادہ تھی۔ (عقبہ یہ منیٰ کی وادی میں ایک جگہ ہے) کہ جب میں نے (اپنی حفاظت ونصرت کے لیے) اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل اور ابن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے وہ جواب نہ دیا جو میں چاہتا تھا، پس میں چلا اور میرا چہرہ غم زدہ تھا۔ وہ لوگ قرنِ ثعالب (مکہ کے قریب ایک جگہ) تک مجھ پر تالیاں پیٹتے رہے۔ پس میں نے سر اٹھایا، پس اچانک کیا دیکھا کہ بادل کے ایک ٹکڑے نے مجھ پر سایہ کر رکھا ہے، میں نے دیکھا تو اس میں جبرئیل تھے۔ پس انہوں نے مجھے ندا کی، اور کہا ''بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم نے جو آپ کو کہا وہ سن لیا اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہ پہاڑوں کا فرشتہ آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ان کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔''

پس ملک الجبال نے مجھے پکارا اور مجھے سلام کیا پھر کہا، ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو ان پر یہ دو سخت اور موٹے پہاڑ برابر کر دوں (اور وہ) مکہ کے دو پہاڑ جبلِ ابوقبیس اور جبل احمر اور منیٰ کے دو پہاڑ ہیں (کہ چاروں ان پر گرا کر ان کو پیس کر رکھ دوں)۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''(نہیں ایسا نہ کرو) بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا کہ جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔''[1]

---

[1] مسند احمد اور بخاری ص ۳۲۳۱۔ ۷۳۸۹) مسلم باب الجہاد باب نمبر ۲۹ حدیث نمبر ۱۱۲

﴿رحمِ مادر پر مقرر فرشتہ﴾

حذیفہ بن اسیدؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، ''آپ ﷺ نے فرمایا، ''جب نطفہ پر بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی صورت بناتا ہے اور اس کے کان، آنکھ، جلد، گوشت اور پٹھے بناتا ہے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے، ''اے میرے رب! لڑکا بناؤں یا لڑکی؟ پس اللہ جو چاہیں فرماتے ہیں، اور فرشتہ وہ لکھ دیتا ہے، پھر فرشتہ پوچھتا ہے، اے رب اس کی روزی (کہ کتنی ہے)؟ پس اللہ جتنی چاہے مقدر فرماتے ہیں۔ اور فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے پھر فرشتہ اپنے ہاتھ میں اس کا صحیفہ لے کر باہر آجاتا ہے کہ اب اللہ کے امر میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی[1]

ایک روایت میں ہے، ''بیشک نطفہ رحمِ مادر میں چالیس راتوں تک رہتا ہے پھر جو فرشتہ اس کی تخلیق کرتا ہے وہ اس کی شکل وصورت بناتا ہے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے، ''اے رب! لڑکا یا لڑکی (کہ کیا بناؤں؟) پس اللہ اس کو لڑکا یا لڑکی بنا (دینے کا حکم) دیتا ہے۔ پھر کہتا ہے، ''اے رب! پورا پیدا ہوگا یا نامکمل؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو کامل یا غیر کامل بنا (دینے کا حکم) دیتے ہیں۔ وہ پھر کہتا ہے، ''اے رب! اس کی روزی، اس کی زندگی اس کی خلقت کیسی (اور کتنی) ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ (اس کی روزی، زندگی وغیرہ کی تعیین کے بعد) اس کو سعید یا بدبخت بناتے ہیں۔[2]

اور ایک روایت میں ہے:

''ایک فرشتہ رحم مادر میں نطفہ کے چالیس رات تک استقرار کے ساتھ رہنے

---

[1] مسلم باب القدر ۳۔ طبرانی کبیر ۳/۱۹۸ ''صحیح الجامع'' ۷۹۷، ''الاسماء والصفات'' بیہقی (۱۴۰) ''مشکل الآثار'' طحاوی ۳/۲۷۹، ''کنز العمال'' ھندی ۵۲۰۔

[2] مسلم باب القدر۔ ''جمع الجوامع'' سیوطی ۵۹۸۵۔ ''الدر المنثور'' ۴/۳۴۵۔ ''کنز العمال'' ھندی ۵۲۱

کے بعد اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، ''اے رب! یہ کون ہے شقی یا سعید، لڑکا یا لڑکی؟'' پھر اللہ تعالیٰ دونوں باتیں بتلاتے ہیں اور ان کو لکھ لیا جاتا ہے پھر وہ فرشتہ اس کا عمل اس کی زندگی، اس کی مصیبت، اس کا رزق، اس کی موت وغیرہ لکھ لیتا ہے۔ پھر اس کا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس میں نہ زیادتی کی جاتی ہے اور نہ کمی۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب نطفہ رحمِ مادر میں چالیس دن اور چالیس رات تک ٹھہرا رہتا ہے تو اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے وہ کہتا ہے، ''اے رب! یہ لڑکا ہے یا لڑکی''؟ پس اس کو بتلا دیا جاتا ہے وہ پھر کہتا ہے ''اے رب! بد بخت ہے یا خوش بخت؟ پس اس کو بتلا دیا جاتا ہے''[2]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''بیشک تم میں سے ایک کی رحم مادر میں تخلیق کو جمع کیا جاتا ہے پس وہ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن تک لوتھڑا رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن تک گوشت کی بوٹی رہتا ہے۔ پھر ایک فرشتہ کو اس کی طرف چار باتوں کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ ''تو اس کا رزق، اس کا عمل، اس کی موت اور یہ کہ یہ سعید ہے یا شقی ہے، لکھ دے۔'' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ بیشک ایک شخص جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے بیچ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب اللہ اس پر سبقت لے جاتی ہے پس وہ جہنم والوں کے سے عمل کرتا ہے اور

---

1. مسند احمد ۴/۷۔ مسلم باب القدر (۲)۔ ''الاسماء والکنی'' دولابی ۱/۷۴۔ طبرانی کبیر ۳/۱۹۵۔ حمیدی ۸۲۶۔ ''الشریعۃ'' الآجری۔ ابن عساکر ۴/۹۶۔ ابنِ کثیر ۵/۳۹۱۔

2. مسند احمد ۳/۳۹۷۔ ''الشریعۃ'' الآجری ۱۸۳۔ ''کنز العمال'' ھندی ۵۷۲۔ ۵۲۳۔ ''شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ'' الکائی ۵۹۳۔

جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور ایک آدمی جہنم والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے بیچ میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر اس کی کتاب سبقت لے جاتی ہے پس وہ جنت والوں کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔"[۱]

ابنِ عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، "آپ ﷺ نے فرمایا، "جب اللہ تعالیٰ کسی نطفہ کو تخلیق کرنا چاہتے ہیں تو ملک الارحام (رحموں کا فرشتہ) عرض کناں ہوتا ہے، "اے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت، لڑکا ہے یا لڑکی؟ اے رب! سیاہ ہے یا سرخ (یعنی سفید)؟ پس اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ پھر وہ فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان اس کو ملنے والی خیر یا شر لکھ دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مصیبت بھی جس کا وہ شکار ہوگا۔[۲]

حذیفہ بن اسیدؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، "آپ ﷺ نے فرمایا، "بیشک رحم پر چالیس سے کچھ زیادہ دن تک ایک فرشتہ مقرر رہتا ہے، جب اللہ تعالیٰ جو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ (وہ پیدا کرنے کی) اجازت دیتے ہیں تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے۔

"اے رب! لڑکا یا لڑکی؟ پس تیرا رب فیصلہ صادر کرتا ہے اور فرشتہ اس کو لکھ لیتا ہے۔ پھر وہ فیصلہ طے کر دیا جاتا ہے کہ نہ گھٹتا ہے بڑھتا ہے۔[۳]

---

۱ بخاری ۳۲۰۸-۶۵۹۴۔ مسلم باب القدر ا۔ ترمذی ۲۱۳۷۔ مسند احمد ۱/۳۸۲، ۱/۴۳۰۔

۲ "کنز العمال" ھندی ۵۷۱۰ "لسان المیزان" ابن حجر ۳/۱۷۲۸۔ "میزان الاعتدال" ذھبی (۵۰۰۳) ابنِ عدی ۴/۱۶۰

۳ مسلم ۲۰۳۸۔ "کنز العمال" ھندی ۵۷۷۔

﴿روزی پر مقرر فرشتے﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، ''آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے کچھ فرشتے بنی آدم کی روزی پر مقرر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرماتے ہیں، ''تم میرے جس بندے کو دیکھو کہ اس نے اپنا سب غموں کا ایک ہی غم بنا ڈالا ہے (یعنی اللہ کی رضا کا غم) تو تم آسمانوں اور زمینوں اور بنی آدمی کو اس کی روزی کا ذمہ دار بنا دو (کہ وہ اس کو خود آ کر پہنچا جائیں گے) اور جس کو تم پاؤ کہ وہ روزی ڈھونڈتا پھرتا ہے پھر اگر تو انصاف کے ساتھ ڈھونڈ رہا ہے تو اس کے لیے روزی عمدہ اور آسان کر دو۔ اور اگر وہ بے انصافی کرتا پھرتا ہے تو تم اس کو اس کی خواہش کے حوالہ کر کے ایک طرف ہو جاؤ۔ پھر وہ بندہ اس سے زیادہ روزی نہیں پاتا جو ہم نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔''[1]

---

[1] ترمذی نے اس کو ''الامثال من الکتاب والسنۃ'' (۱۳۳) میں اور ھندی نے ''کنز العمال'' (۹۳۲۱) میں اس کو روایت کیا ہے۔

﴿خرچ کرنے والوں پر مقرر فرشتے﴾

عبدالرحمٰن بن سبرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایک فرشتہ آسمان میں یہ آواز لگاتا ہے'
''اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے اور روکنے والے کے مال کو ضائع کر دے[۱]''

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''آپ ﷺ نے فرمایا، ''ایک مانگنے والا ایک عورت کے پاس آیا جبکہ اس کے منہ میں ایک لقمہ تھا۔ پس اس عورت نے وہ منہ کا لقمہ نکال کر سائل کو دے دیا۔'' کچھ ہی عرصہ بعد اللہ نے اس کو ایک بیٹا عطا کیا۔ جب بیٹا پرورش پا کر کچھ بڑا ہوا تو ایک بھیڑیا آ کر اس کو اچک کر لے گیا۔ پس وہ عورت اس کے پیچھے یہ کہہ کر نکل بھاگی، ''(ہائے) میرا بیٹا (ہائے) میرا بیٹا'' پس اللہ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا، ''پیچھے جا اور بچہ بھیڑیئے کے منہ سے لے آ'' اور فرمایا'' اس لڑکے کی ماں کو کہنا کہ اللہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور کہنا کہ ''یہ اس لقمہ کا بدلہ ''لقمہ'' ہے[۲]''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان میں دو فرشتے ہیں ان کا اس کے سوا اور کوئی کام نہیں کہ ایک یہ کہتا رہتا ہے'' اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے'' اور دوسرا یہ کہتا رہتا ہے'' اے اللہ! روکنے والے کو بربادی دے[۳]''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان کے

۱ ''مجمع الزوائد'' ہیثمی ۳/۱۲۲۔ کنزالعمال ہندی۔ ۱۶۰۱۷۔۱۶۱۲۵۔ ''الحبائک'' سیوطی ۱۱۰۔ ''جمع الجوامع'' سیوطی۔ ۴۲۱۴

۲ ''جمع الجوامع'' سیوطی (۲۱۱)

۳ ''کنزالعمال'' ہندی (۱۶۱۱۸) اور انہوں نے اس کی سند کو ہناد کی طرف نسوب کیا ہے۔ ''جمع الجوامع'' سیوطی۔ ۶۷۷۰

دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ایک فرشتہ ہے وہ کہتا ہے "آج کون قرض دیتا ہے کل (قیامت کو) اس کو (وہ قرض) ادا کیا جاوے گا۔" اور ایک دوسرے دروازہ پر کھڑا فرشتہ کہتا ہے۔ "اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے اور روک رکھنے والے کو نقد بربادی دے۔[1]"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت کے ایک دروازہ پر ایک فرشتہ یہ کہتا ہے "آج کون قرض دیتا ہے کہ کل اس کو دیا جاوے۔" اور ایک دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ یہ کہتا ہے: "اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے اور روک رکھنے والے کو ہلاکت دے۔[2]"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "بندہ جس روز بھی صبح کرتا ہے کہ دو فرشتے اس میں اترتے ہیں اور ایک کہتا ہے، "اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے۔" اور دوسرا کہتا ہے، "اے اللہ! روکنے والے کو بربادی دے[3]۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو زور زور سے چلا کر کہتے ہیں، "اے اللہ! خرچ کرنے والے کو جلد اس کا بدل دے۔ اور روکنے والے کو جلد بربادی دے[4]۔"

حضرت عبداللہ بن سمرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تجھے خبر نہیں کہ آسمان میں ایک فرشتہ نداء کرتا ہے اور کہتا ہے، "اے اللہ خرچ کرنے والے کے مال کا (خرچ کرنیوالے کو) بدل دے اور روکنے والے کے مال کو ہلاکت دے[5]۔"

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی صبح نہیں

---

۱ مسند احمد ۲/۳۰۵۔ "الدر منثور" سیوطی ۱/۳۱۴۔ "کنز العمال" ہندی ۱۹۱۱۹۔

۲ "الظمآن" ہیثمی (۸۱۵) "الترغیب" منذری ۲/۴۸۔ "کنز العمال" ہندی (۱۶۱۳۰)

۳ بخاری ۲/۱۴۳ مسلم "باب الزکاۃ" ۵۷۔ "عشرۃ النساء" نسائی ۳۹۶ "الصحیحۃ" البانی ۹۲۰۔ "الترغیب" منذری ۲/ ۴۸۔ "شرح السنۃ" بغوی۔ ۶/۱۵۶۔ "سنن بیہقی" ۴/۱۸۷۔

۴ "الافراد" دارقطنی اسکے لیے دیکھیں کنز العمال (۱۶۱۲۲)

۵ طبرانی کبیر اس کے لیے دیکھیں کنز العمال۔ ۱۶۰۱۔ ۱۶۱۲۵

ہوتی کہ جس میں دو فرشتے یہ نداء کرتے کہ ان میں سے ایک کہتا ہے، ''اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل دے'' اور دوسرا کہتا ہے، ''اے اللہ! روکنے والے کو بربادی دے۔'' اور دو فرشتے صور پھونکنے پر مقرر ہیں وہ انتظار میں ہیں کہ انہیں کب حکم ملتا ہے تاکہ وہ صور پھونکیں۔ اور دو فرشتے یہ نداء کرتے ہیں، ''اے خیر کے متلاشی! چلا آ۔'' اور دوسرا کہتا ہے، ''اے برائی کے شیدائی! رک جا'' اور دو اور فرشتے نداء کرتے ہیں، ایک کہتا ہے، ''عورتوں کی نقل اتارنے مردوں کے لیے ہلاکت ہو اور مردوں کی نقل اتارنے والی عورتوں کے لیے ہلاکت ہو[1]''

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اللہ اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو ساری مخلوق کو سوائے جن و انس کے سناتے ہوئے یہ نداء لگاتے ہیں، ''اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نقد بدل دے اور روکنے والے کو نقد بربادی دے۔'' اور جب بھی سورج غروب ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو ساری مخلوق کو سوائے جن وانس کے سناتے ہوئے یہ ندا لگاتے ہیں، ''اے لوگو! اپنے رب کی طرف لپکو! کیونکہ تھوڑا اور کافی اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے[2]۔''

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے کچھ فرشتے ہیں کہ اللہ نے ان کو جس طرح چاہا پیدا کیا اور جس طرح چاہا ان کی صورت بنائی۔ اور انہیں اس بات کا الہام کیا کہ وہ ہر روز سورج غروب ہوتے

۱۔ مستدرک حاکم اور کتاب الاھوال ۴/۵۶۹ میں یہ روایت ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس حدیث کا ایک راوی خارجہ بن مصعب ضعیف ہے۔

۲۔ اس حدیث کو طیالسی اور احمد نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے الکبیر میں، ابونعیم نے ''حلیۃ'' میں اور حاکم نے اور بیہقی نے ''شعب'' میں اور خطیب بغدادی نے ''کتاب البخلاء'' میں روایت کیا ہے اس کے لیے دیکھیں عبد بن حمید کی المنتخب (۲۰۷) ابن السنی کی ''القناعۃ (۲۳۔۲۳۔۲۴) ہیثمی کی ''المجمع'' ۳/۱۲۲

وقت، اور طلوع ہوتے وقت، دو مرتبہ یہ نداء کریں، ''سنو! جس نے اپنے گھر والوں پر اور اپنے پڑوسیوں پر فراخی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر اس دنیا میں وسعت کرے گا، سنو! اللہ نے تمہیں خرچ کرنے کے لیے دیا ہے تمہارا اپنے گھر والوں پر ایک درہم خرچ کرنا یہ ستر قنطار کے برابر ہے اور قنطار اُحد کے برابر وزن ہوتا ہے۔ خرچ کرو، جمع نہ کرو۔ تنگی نہ کرو۔ بخل نہ کرو۔ اور جمعہ کے دن زیادہ خرچ کرو[۱]''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے پر مقرر فرشتے

ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو۔ کیونکہ یہ ''یومِ مشہود'' ہے۔ کہ اس میں فرشتے آتے ہیں اور تم میں سے جو بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ اسی وقت مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ درود بھیجنے سے فارغ ہو[۲]''

عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو جب تک وہ پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، پس اب چاہے بندہ مجھ پر کم درود بھیجے اور چاہے تو زیادہ[۳]''

ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل آئے اور یہ کہا، ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کو یہ بات راضی نہیں کرتی کہ آپ کا رب فرماتا ہے، ''آپ کی امت کا جو شخص بھی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا میں اس پر اس کی وجہ سے دس رحمتیں نازل کروں گا'' تو میں نے کہا ''کیوں نہیں! اے میرے رب''[۴]۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب جمعرات

---

۱ ''مکارم الاخلاق'' ابن لال اس کے لیے دیکھیں کنز العمال ۱۶۴۵۳۔ ''الاتحاف'' زبیدی ۱۰/۲۱۷

۲ ابن ماجہ ۱۶۳۷۔ سنن بیہقی ۳/۲۴۹۔ ''مشکوٰۃ'' تبریزی ۱۳۶۶۔ ''بدائع المنن'' ساعاتی ۴۳۲ تفسیر ابن کثیر ۶/۴۶۴۔ ۸/۳۹۶۔ ''الاتحاف'' زبیدی ۳/۲۴۱۔ ۲۸۱

۳ ''المنتخب'' عبد بن حمید ۳۱۷۔ ''الاتحاف'' زبیدی ۵/۴۸۔ ''الحلیۃ'' ابو نعیم ۱/۱۸۰۔ ''کنز العمال'' ہندی (۲۲۰۴)

۴ ''الصحیحۃ'' شیخ البانی ۸۲۹۔ ''کنز العمال'' ہندی ۲۱۷۲

آتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے کہ جن کے ساتھ چاندی کے صحیفے اور سونے کے قلم ہوتے ہیں وہ جمعرات کے دن اور جمعہ کی رات (بندوں کے اعمال) میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والے کو لکھتے ہیں[۱]۔"

ابوبکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ اللہ نے میری قبر کے پاس ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، جب میرا کوئی امتی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے، "اے محمد! اس وقت فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے[۲]۔"

حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ اس سلام پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو وہ سلام مجھ تک پہنچاتا ہے اور اس کی آخرت اور دنیا کی کفایت کی جاتی ہے اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا[۳]۔"

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو اوپر لے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کو اللہ ربِ رحمٰن کے حضور پیش کیا جاتا ہے، پس اللہ رب العزت فرماتے ہیں، "اس درود کو میرے بندے کی قبر پر لے جاؤ تا کہ یہ درود پڑھنے والے کے لیے مغفرت کی دعا مانگتا رہے اور اس کی آنکھ اس سے ٹھنڈی ہو[۴]۔"

ابوامامہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہو جاتا ہے جو اس کو مجھ تک پہنچاتا ہے[۵]۔

---

۱ "کنز العمال" ہندی ۲۱۷۷ "ضعیف الجامع" البانی ۸۵۸

۲ "مسند الفردوس" دیلمی۔ اس کے لیے دیکھیں کنز العمال ۲۱۳۹۔ ۲۱۴۰۔ ۲۱۴۲۔ ۲۱۴۳۔ ۲۱۷۸

۳ "مسند الایمان" بیہقی۔ اس کے لیے دیکھیں "کنز العمال" ۲۱۹۶۔ فتح الباری ۱/ ۹۹۔

۴ "مسند الفردوس" دیلمی، اس کے لیے دیکھیں "کنز العمال" ۲۱۵۵۔

۵ طبرانی کبیر ۵/۱۰۳۔ مصنف عبدالرزاق ۳۱۱۵۔ "التاریخ الکبیر" بخاریؒ ۴/ ۷۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک وہ اس کتاب میں لکھا رہے گا فرشتے لکھنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے[۱]۔''

﴿صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیما کثیرا کثیراً﴾ (نسیم)

عمار بن یاسرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے وہ میری قبر پر قیامت تک کھڑا رہے گا۔ جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا،'' اے محمد! فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ یہ بات لگائی ہے کہ میں اس پر درود کے بدلہ دس دفعہ رحمت لوٹاؤں[۲]۔''

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جو نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ صرف جمعہ کی رات کو اور جمعہ کے دن کو (زمین پر) اترتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کی دواتیں ہوتیں ہیں۔ اور نور کے پرچے ہوتے ہیں۔ وہ فقط آپ ﷺ پر بھیجا جانے والا درود ہی (ان پرچوں میں) لکھتے ہیں[۳]۔''

﴿نماز پر مقرر فرشتے﴾

حضرت تمیم داریؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے

---

۱ طبرانی کی ''الاوسط'' اور ''الترغیب'' منذری ۱/۱۱۰۔ ''المجمع'' ہیثمی ۱/۱۳۶۔ ''کنز العمال'' ہندی (۲۲۴۳)

۲ ابن النجار نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور طبرانی نے الکبیر میں اور ہندی نے کنز العمال ۲۲۱۸ میں اور بخاری نے ''تاریخ الکبیر'' ۴/۴۱۶ میں یہ روایت نقل کی ہے۔

۳ ''مسند الفردوس'' دیلمی۔ اس کے لیے دیکھیں ''کنز العمال'' ۲۲۳۸۔

دن بندہ کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس اگر وہ پوری اور کامل ہو تو اس کو کامل لکھ لیا جاتا ہے اور اگر وہ نماز کامل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتے ہیں، ''ذرا دیکھو! کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفلیں ہیں تو اس کے فرضوں کو ان سے پورا کر دو۔'' پھر اسی طرح زکوٰۃ کا حساب ہوگا، پھر اسی طرح باقی اعمال کا حساب لیا جاوے گا[۱]۔''

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہوگی، ہمارا رب جل جلالہ اپنے فرشتوں کو کہے گا اور وہ خوب جانتا ہے، ''میرے بندے کی نماز کو دیکھو اس نے اس کو پورا کیا ہے۔ یا کم کیا ہے پس اگر تو وہ نماز پوری ہو تو اس کو پورا لکھ لیا جاتا ہے اور اگر اس میں سے کچھ کم ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''ذرا دیکھو تو میرے بندے کی کچھ نفلیں ہیں؟ پس اگر تو اس کی نفلیں نکلیں تو اللہ فرماتے ہیں میرے بندے کے فرض کو اس کے نفل سے پورا کر دو۔'' پھر اسی طرح باقی اعمال کا حساب لیا جاتا ہے[۲]۔''

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کا ایک فرشتہ ہے کہ جو ہر نماز کے وقت یہ ندا کرتا ہے، ''اے آدم کی اولاد اٹھو اپنی اس (دوزخ کی) آگ کی طرف کہ جس کو تم نے (اپنے گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر بھڑکا لیا ہے، پس اس کو نماز کے ذریعہ بجھاؤ[۳]۔''

عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سے آئے اور کہا، ''اے محمد! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''میں

---

۱ مسند احمد۔ مسلم (۱۳۴)۔ نسائی، ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ مستدرک حاکم۔ دارمی۔ ابن واقع۔ بیہقی۔ سعید بن منصور۔ (ان سب حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

۲ مسند احمد۔ ابوداؤد (۸۵) نسائی اور حاکم۔

۳ طبرانی الکبیر۔ الضیاء۔ ابن نجار۔ ''المجمع'' ہیثمی (۱/۲۹۹) ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے ''الاوسط'' اور ''الصغیر'' میں نقل کیا ہے اور یحییٰ بن زہیر قرشی نے اس کو اکیلے روایت کیا ہے اور اس کے باقی رجال صحیح ہیں۔

نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں، پس جو ان کے وضو اور اوقات اور رکوع اور سجدے پورے پورے کرے گا تو اس کا ان کے بدلے میرے ساتھ ایک عہد ہے کہ ان کے بدلہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ اور مجھے اس حال میں آن ملے گا کہ اس نے ان باتوں میں کوتاہی کی ہوگی تو میرا اس کے ساتھ کوئی عہد نہیں۔ اگر چاہوں تو اسے عذاب دوں اور اگر چاہوں تو رحمت کر دوں[1]۔

حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نمازی کے لیے تین (اچھی) باتیں ہیں (ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ) آسمان کے کنارے سے لے کر اس کے سر کی چوٹی تک اس پر نیکیاں برستی ہیں۔ (دوسری یہ کہ) اس کے قدموں سے لے کر آسمان کے کنارے تک فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ (اور تیسری بات یہ ہے کہ) ایک پکارنے والا پکارتا ہے، ''اگر نمازی جان لے کہ وہ کس سے باتیں کرتا ہے تو کبھی نماز ختم نہ کرے[2]۔''

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس یکے بعد دیگرے فرشتے آتے ہیں۔ جب فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو دن کے فرشتے اترتے ہیں وہ سب تمہارے ساتھ مل کر فجر کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور (نماز کے بعد) رات والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور دن والے فرشتے تمہارے ساتھ ٹھہر جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ (لوٹنے والے) فرشتوں سے پوچھتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے، ''تم میرے بندوں کو کیا کرتے چھوڑ آئے ہو؟'' وہ کہتے ہیں، ''جب ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب چھوڑ آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ پس آپ ان کو قیامت کے دن معاف کر دیں[3]۔''

حارثہ بن وہب روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''ہر نماز پڑھنے والا (حقیقی) نمازی نہیں، میں تو فقط اسی کی نماز قبول کرتا

---

1. طیالسی، ''الصلاۃ'' محمد بن نصر، طبرانی کبیر۔ ''المختارۃ'' ضیاء۔
2. ''النہایۃ'' محمد بن نصر ۴/۲۴۶ منصف عبدالرزاق (۱۵۰)
3. صحیح ابن حبان ''کنز العمال'' ہندی (۱۹۰۶۸) ''فضائل القرآن'' ابن کثیر ص ۱۵۔

ہوں جو میری عظمت کی وجہ سے میرے سامنے تواضع (وانکساری) کرے اور میری حرام کردہ باتوں سے اپنی شہوت کو تھام کر رکھے، اور میری نافرمانی پر بضد نہ ہو۔ اور بھوکے کو کھلائے اور ننگے کو کپڑا پہنائے، اور مصیبت زدہ پر ترس کھائے، اور پردیسی مسافر کو ٹھکانہ دے اور یہ سب میرے لیے ہو۔ میری عزت اور میرے جلال کی قسم! اس کے چہرے کا نور میرے نزدیک سورج کے نور سے زیادہ روشن ہے، مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کی جہالت کو حلم (وبردباری) بنا دوں اور (اس کی) ظلمت کو نور بنا دوں۔ وہ مجھے پکارے تو میں جواب دوں۔ کچھ مانگے تو دے دوں اور میری قسم کھائے تو اس کو پورا کروں اور میں اپنے قرب سے اس کی حفاظت کروں اور اپنے فرشتوں کو اس کی حفاظت پر لگا دوں اس جیسے کے لیے میرے پاس جنت الفردوس ہے کہ جس کا پھل باسی نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس کا حال بگڑتا ہے[1]۔

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے ارادے کو کھڑا ہوتا ہے تو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ، گوشت وغیرہ کی چکنائی کی تیز بساند[2] سے دھولے کیونکہ فرشتوں پر اس بدبو سے زیادہ بھائی کوئی شی نہیں ہے اور جو بندہ بھی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ کو نگل جاتا[3] ہے اور نمازی کے منہ سے جو آیت بھی نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں چلی جاتی ہے[4]۔

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو جوتیاں پہن کر نماز پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے ''اے اللہ کے بندے! یہ عمل نئے سرے سے کر

---

1. دیلمی۔ ''کنز العمال'' ہندی (۴۴۱۰۴) الاتحاف زبیدی ۳۵۲/۸
2. حدیث میں لفظِ غمر آتا ہے، عکاشہ عبدالمنان کہتے ہیں۔ غمر یہ غین اور میم دونوں کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ گوشت کی چکنائی اور بساند کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ گھی کی میل اور چکناہٹ ہوتی ہے۔ النہایہ ۳۸۵/۳
3. اللہ ہی جانتے ہیں کہ اس کی صورت کیا ہوگی۔ (تسیم)
4. دیلمی۔ دیکھیں کنز العمال (۴۴۱۰۵)

(یعنی نماز دہرا)۔ بے شک اللہ نے تیرے پہلے گناہ معاف کر دیئے[۱]۔"

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تو نماز پڑھے تو جوتیاں پہن کر نماز[۲] پڑھ، اور اگر تو ایسا نہیں کرتا تو انہیں پیروں تلے رکھ کر نماز پڑھ۔ اور انہیں اپنے دائیں یا بائیں مت رکھ کہ اس سے فرشتوں اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور جب تو انہیں سامنے رکھے گا تو گویا کہ تیرے سامنے (یہ) قبلہ ہے[۳]۔" (یعنی گویا کہ تم نے ان کو قبلہ بنا لیا۔ واللہ اعلم۔ (نسیم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "بے شک (کچھ لوگ) مسجدوں کے کھونٹے ہیں اور فرشتے ان کے ہم نشین ہیں۔ پس اگر وہ کہیں جائیں تو فرشتے ان کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں انہیں کوئی کام ہو تو ان کی مدد کرتے ہیں۔ مسجد میں بیٹھنے والے کے لیے تین (خوشی کی) باتیں ہیں۔ یہ ایک بھائی ہے کہ جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور ایک محکم کلمہ ہے یا رحمت ہے کہ جس کا انتظار ہے[۴]۔

عطاء خراسانی سے مرسلاً روایت ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا) بے شک (کچھ لوگ) مسجدوں کے کھونٹے ہیں۔ فرشتے ان کے ہم نشین ہیں جو ان کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں (جبکہ وہ کسی کام سے مسجد سے باہر گئے ہوں) اور اگر انہیں کوئی ضرورت ہو تو ان کی اعانت کرتے ہیں۔ جب بیمار پر جائیں تو عیادت کرتے ہیں۔ جب کہیں چلے جائیں تو ان کو تلاش کرتے ہیں۔ اور جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں "تم اللہ کو یاد کرو[۵]۔"

---

۱ "العروس" جعفر بن محمد جعفر الحسینی۔ "الدیلمی"

۲ نماز میں جوتیوں کے مسئلہ کے لیے علماء کرام سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔ (نسیم)

۳ "تاریخ بغداد" خطیب بغداد ۹/ ۴۴۸۔۴۴۹

۴ ابن النجار۔ ہیثمی نے "المجمع" ۲/ ۲۲ میں اس کو روایت کیا ہے، "اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور ان کی سند میں "ابن لھیعۃ" ہیں۔

۵ اس حدیث کو عبد الرزاق نے "الجامع" میں اور بیہقی نے "الشعب" میں روایت کیا ہے۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مسجد میں داخل ہونا چاہا اور اس نے اپنے موزوں کے یا جوتوں کے تلوے کو اچھی طرح دیکھا (کہ کہیں ان پر کوئی نجاست یا غلاظت تو نہیں لگی کہ اس سے مسجد ملوث اور گندی نہ ہو جائے اور اگر کوئی نجاست یا گندگی لگی ہو تو اس کو جھاڑ دے اور پھر مسجد میں داخل ہو) تو فرشتے کہتے ہیں ''تو پاکیزہ ہوا اور تیرے لیے جنت بھی پاکیزہ ہوئی، (مسجد میں) سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا[۱]۔''

حضرت سلمان سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ بھی کہ جو کسی کھلی خالی جگہ (یعنی کھیتی وغیرہ) میں ہوتا ہے کہ پھر وہ نماز کا وقت آنے پر اذان دیتا ہے (اگرچہ اکیلا ہوتا ہے) اور (پھر) نماز پڑھتا ہے تو اس کے پیچھے ایسے فرشتے نماز پڑھتے ہیں جن کو اس کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں وہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اور اس کی دعا پر ''آمین'' کہتے ہیں[۲]۔

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جمعہ کے دن فرشتے مساجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کے پاس صحیفے ہوتے ہیں۔ وہ پہلے آنے والے اور دوسرے اور تیسرے (اسی طرح ہر نمبر والے) کا نام لکھتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب امام (خطبہ دینے کے لیے) نکل آتا ہے تو وہ صحیفہ لپیٹ دیتے ہیں[۳]۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسجد کے دروازہ پر دو فرشتے ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے پھر بعد میں آنے والے کا نام لکھتے ہیں۔ پس جیسے کہ (پہلے آنے والے کے لیے) اونٹ کی قربانی کا اور کسی آدمی کے لیے (جو بعد میں آیا ہو) گائے کی قربانی کا اور (اسی طرح) کسی کے لیے بکری کی قربانی کا (ثواب

---

۱ اس کو دیلمی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔
۲ اس روایت کو عبدالرزاق نے ''الجامع'' میں طبرانی نے ''الکبیر'' میں ابو شیخ نے اپنی ''کتاب الاذان'' میں اور سعید بن منصور نے اپنی ''سنن'' میں اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔
۳ اس کو امام احمد، ابو یعلی، طبرانی الکبیر اور الضیاء نے نقل کیا ہے۔

لکھتے ہیں) اور جیسے کسی شخص نے پرندہ اور کسی نے انڈہ قربانی دیا ہو۔ اور جب امام (منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیئے جاتے ہیں[1]۔"

ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازوں پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس وہ لوگوں کے لیے آنے والے کے درجہ کے مطابق اجر لکھتے ہیں۔ پس کوئی تو ایسا ہے کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی اور کسی نے گائے کی اور کسی نے بھیڑ کی اور کسی نے مرغی کی اور کسی نے چڑیا کی اور کسی نے انڈے کی پس جب موذن اذان دیتا ہے اور امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ فرشتے صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور مسجد میں خطبہ سننے داخل ہو جاتے ہیں[2]۔"

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب جمعہ کا دن آتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈے لے کر بازاروں کو چل دیتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کے لیے رکاوٹیں ڈالتے ہیں[3] اور ان کو جمعہ پڑھنے سے باز رکھتے ہیں۔ اور (ادھر) فرشتے (بھی) چل پڑتے ہیں اور مسجد کے دروازوں پر جا کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ "یہ ایک گھڑی بعد آیا، فلاں دو گھڑیاں بعد آیا"۔ حتیٰ کہ امام (خطبہ پڑھنے کے لیے) نکل آتا ہے۔ اور جب کوئی شخص کسی جگہ بیٹھ جاتا ہے تاکہ وہ وہاں خطبہ سن سکے اور (امام کو) دیکھ سکے اور چپ ہو رہتا ہے اور کوئی فالتو کام بھی نہیں کرتا تو اس کے لیے ایک گونہ (یعنی حصہ) ثواب ہے اور اگر وہ ایک جگہ بیٹھ رہے کہ جہاں وہ خطبہ سن سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے اور اس نے لایعنی کام کرنے شروع کر دیئے اور چپ بھی نہ ہوا تو اس کو ایک حصہ گناہ ہو

---

۱ اس کو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

۲ اس روایت امام احمد اور ضیاء نے نقل کیا ہے۔

۳ حدیث میں دو الفاظ ہیں "ترابیث" اور "ربائث"۔ یہ راوی کا شک ہے کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا لیکن مطلب دونوں کا ایک ہی ہے اور وہ ہے "رکاوٹیں" (نسیم)

عکاشہ عبدالمنان کہتے ہیں، "ربائث یہ ربیثہ کی جمع ہے یہ وہ بات ہوتی ہے کہ جو آدمی کو اس کے مقصد سے روک رکھے۔"

گا۔اور جس نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے (خطبہ کے دوران) یہ کہا، "(اوئے) چپ کر (باتیں نہ کر) تو اس نے (یہ بھی) لغو (کام) کیا۔اور اس کو اس جمعہ کا کچھ (اجر) نہ ملے گا[۱]۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے سب دروازوں پر فرشتے آنے والے کے اعتبار سے ان کو پہلا یا دوسرا وغیرہ لکھتے ہیں۔ پس جب امام (منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ دیتے ہیں۔ اور وہ خطبہ سننے کے لیے (مسجد میں) چلے آتے ہیں۔

پس سب سے جلدی آنے والی کی مثال اونٹ کا صدقہ کرنے والے کی سی ہے پھر گائے کا صدقہ کرنے والے پھر مینڈھا صدقہ کرنے والے، پھر مرغی صدقہ کرنے والے پھر (ان سے کے بعد میں آنے والے کی مثال) انڈہ صدقہ کرنے والے کی سی ہے[۲]۔"

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جمعہ کے دن فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر بیٹھ رہتے ہیں وہ آنے والوں کو لکھنا شروع کرتے ہیں، حتیٰ کہ امام (خطبہ دینے کے لیے) نکل آتا ہے پس جب امام نکل آتا ہے تو صحیفے لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور قلم اٹھا لیے جاتے ہیں۔ پس ملائکہ کہتے ہیں، "اے اللہ! اگر یہ بیمار ہے تو اس کو شفا دے۔ اگر گم کردہ راہ ہے تو سیدھی راہ سجھا۔ اور اگر تنگدست ہے تو مالدار کر دے[۳]۔"

عبداللہ بن یزید روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت پر چاشت کی نفل نماز فرض کر دیجئے" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ تو فرشتوں کی نماز ہے جو چاہے پڑھے اور جو چاہے چھوڑ دے اور جو پڑھے وہ سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھے[۴]۔"

---

۱ اس روایت کو امام احمد نے اور الضیاء (۱۰۳۸) نے نقل کیا ہے۔

۲ بخاری، نسائی، ابن ماجہ، مسلم (۸۵۰)

۳ اس کو بیہقی نے نقل کیا ہے دیکھیں "کنز العمال" حدیث نمبر (۲۱۱۸۵)

۴ اس کو دیلمی نے "مسند الفردوس" میں نقل کیا ہے۔

گھر سے نکلنے پر آدمی پر مقرر دو فرشتے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی آدمی اپنے گھر کے دروازے سے نکلتا [۱] ہے تو اس کے لیے دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس پر مقرر ہوتے ہیں۔ پس جب وہ کہتا ہے، ”بسم اللہ (یعنی یہ کہہ کر گھر سے نکلتا ہے) تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، ”تو ہدایت پا گیا۔“ اور جب وہ کہتا ہے، ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ تو وہ کہتے ہیں، ”تو بچایا گیا۔“ اور جب وہ کہتا ہے، ”توکلت علی اللّٰہ“ تو وہ کہتے ہیں ”تیری کفایت کی گئی“، پس اس کے دو ساتھی اس کو ملنے کے بعد کہتے ہیں، ”تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو کہ جس کی کفایت کی گئی، اس کو ہدایت دی گئی اور اس کو بچا دیا گیا [۲]۔“

جنازوں پر مقرر فرشتے

ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہارے پاس مسلمان یا یہودی یا نصرانی (خواہ کسی کا بھی) جنازہ گزرے تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ کیونکہ ہم اس مرنے والے (یہودی یا نصرانی) کے لیے نہیں کھڑے ہوتے ہم تو ان کے لیے کھڑے ہوتے ہیں جو اس کے ہمراہ فرشتے ہوتے ہیں [۳]۔“

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک جنازہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ ”یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔“ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں تو فرشتوں کے لیے کھڑا ہوا تھا [۴]۔“ (جو اس جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے)۔

---

۱ حدیث میں ”بیت“ اور ”دار“ دو لفظ ہیں یہ راوی کا شک ہے کہ آپ نے ”بیت“ فرمایا کہ ”دار“ مطلب یہاں دونوں کا ایک ہی ہے۔ (نسیم)

۲ ابن ماجہ ۳۸۸۶

۳ مسند احمد۔ ”طبرانی الکبیر“

۴ نسائی، مستدرک حاکم۔

ثوبان روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک جنازہ میں تھے کہ آپ ﷺ کی سواری کے لیے ایک جانور لایا گیا تو آپ ﷺ نے سوار ہونے سے انکار کر دیا پھر جب آپ ﷺ واپس تشریف لا رہے تو سواری پیش کی گئی آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے، تو آپ ﷺ سے (اس بابت) استفسار کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک فرشتے (جنازہ کے ساتھ) چلتے ہیں۔ میں ایسا نہ ہوں گا کہ میں تو سوار ہوں اور وہ پیدل'' پس جب وہ چلے گئے تو میں (بھی) سوار ہو گیا[۱]''

﴿بجلی کی کڑک، چمک اور بادلوں پر مقرر فرشتے﴾

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَ هُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ﴾ (الرعد: ۱۲۔۱۳)

''اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کو بجلی کی چمک اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے اور وہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ وہی بجلی کو مسخر کرتا ہے اور یہ وہ چمکنے والا نور ہے کہ جو بادلوں کے بیچ میں چمکتا ہے۔

---

۱ اس روایت کو ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور بیہقی نے ملتے جلتے الفاظ والی دوسری روایت بھی نقل کی ہے اور اس کو ترمذی، ابن ماجہ، ابونعیم، حاکم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور ضیاء نے ''مختارہ'' میں اور دیگر حضرات نے بھی (یہ روایت نقل کی ہے کہ) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''یہود آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے، ''ہمیں بتلایئے یہ بجلی کی کڑک کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے کہ جو بادلوں پر مقرر ہے اس کے ہاتھ میں دوزخ کی بٹی ہوئی رسی ہوتی ہے کہ جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور اُدھر ہانک لے جاتا ہے جہاں اللہ کا حکم ہو''، وہ کہنے لگے، ''یہ آواز جو ہم سنتے ہیں یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اسی فرشتہ کی آواز ہے'' انہوں نے کہا، ''آپ ﷺ نے سچ کہا[1]''

بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ''جب آپؐ نے بجلی کی کڑک سنی تو آپؐ نے فرمایا، ''پاک ہے وہ ذات کہ جس کی تو تسبیح پڑھ رہا ہے'' اور فرمایا یہ بجلی کی کڑک ایک فرشتہ ہے کہ جو بارش بھرے بادلوں کو ایسے ہانکتا ہے، جیسے چرواہا بکریاں ہانکتا ہے[2]۔''

ابن مردویہ نے عمرو بن بجار الاشعری سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ہاں بادلوں کا نام ''عنان'' ہے اور ''رعد'' یہ ایک فرشتہ ہے کہ جو بادلوں کو چلاتا ہے اور یہ ''بجلی'' یہ فرشتہ کا ایک عضو ہے اس کو ''روفیل'' کہتے ہیں[3]۔

(عکاشہ عبدالمنان کہتے ہیں) جو بجلی کی کڑک سنے اس کے لیے تسبیح اور استغفار پڑھنا مسنون ہے اور ''موطا'' میں عبداللہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ ''جب وہ بجلی کی کڑک سنتے تھے تو باتیں بند کر دیتے تھے اور یہ آیت تلاوت کرتے، ''سبحان اللہ الذی یسبح الرعد بحمدہ والملئکۃ من خیفتہ''[4]۔

---

[1] ''الدر المنثور'' ۴/۵۰

[2] دیکھیں ''الحبائک'' ص ۷۵

[3] ''الدر منثور'' ۴/۵۰۔ ''الحبائک'' ص ۷۶

[4] حقائق الایمان۔ ''الکلم الطیب'' ص ۸۸۔ ''الاذکار'' ص ۱۵۴

﴿وہ گھر جن میں فرشتے داخل نہیں ہوتے﴾

فرشتوں کے لیے کچھ گھر ہیں کہ جو عظیم ہیں اور دوسروں سے ممتاز ہیں کہ جو فرشتوں کا مومنین کے ساتھ تعلق اور رشتہ مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔ پس (ان گھروں کی وجہ سے) فرشتے ایمان والوں سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھی بنتے ہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اور ان کو سیدھی راہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اور ان کو بشارت دیتے ہیں، ان کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔ ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان سے مصافحہ کرتے ہیں، ان کی زیارت کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور ان پر اپنے پروں کا سایہ کرے ہیں۔ اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔ اور ان سے حیا کرتے ہیں اور ان کو اپنی تسبیح اور عبادت کا ثواب ہدیہ کرتے ہیں۔

اور ذیل میں ان گھروں کا بیان ہے کہ جن سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور ان کو شیاطین کے چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

﴿وہ حالت کہ جس میں آدمی شیطان کے ساتھ ہوتا ہے﴾

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے یا اپنے بستر پر آتا ہے تو اس کا فرشتہ اور شیطان (دونوں) اس کی طرف لپک کر آتے ہیں۔ اس کا شیطان کہتا ہے، ”(تو دن کا) خاتمہ برائی پر کر“ فرشتہ کہتا ہے، ”(تو دن کا) خاتمہ نیکی پر کر“ پس جب وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کرتا ہے تو فرشتہ شیطان کو دھکا دیتا ہے اور اس کی حفاظت میں لگ جاتا ہے اور اگر وہ نیند میں بیدار ہو جائے تو (ایک بار پھر) اس کا فرشتہ اور اس کا شیطان اس کی طرف لپکتے ہیں۔ اور شیطان اس کو کہتا ہے، ”ابتداء شر سے کر، اور فرشتہ اس کو کہتا ہے، ”ابتداء خیر سے کر“ پھر اگر تو وہ یہ دعا پڑھتا ہے:

﴿الحمدلله الذی ردّالی نفسی بعد موتها ولم یمتها فی منامهما ان اللّٰہ بالناس لرؤوف الرحیم﴾

''سب تعریفیں اس اللہ کی جس نے میری جان کو مرنے پیچھا لوٹا دیا اوراس کو نیند میں مارا نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''

پھر اگر وہ اپنے بستر سے گر کر مر جائے تو شہید مرے گا۔ اور اگر اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو فضیلت والی نماز پڑھتا ہے[1]''

اور اگر وہ ایسا نہ کہے اور شیطان کی اطاعت کرے تو شیطان اس کے ساتھ خلوت کرتا ہے اور فرشتہ دور چلا جاتا ہے۔

گھر سے نکلتے وقت یا تو آدمی شیطان کے جھنڈے تلے ہوتا ہے یا فرشتہ کے جھنڈے تلے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی گھر سے نکلتا ہے مگر اس کے دروازہ پر دو جھنڈے ہوتے ہیں، ایک فرشتہ کے ہاتھ میں اور ایک شیطان کے ہاتھ میں، پھر اگر وہ اللہ کی محبت والے کاموں میں نکلتا ہے تو فرشتہ اللہ کے محبوب کاموں میں گھر آنے تک اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ اللہ کی ناراضی والے کام نکلتا ہے تو شیطان اپنے جھنڈے سمیت اس کے پیچھے ہو لیتا ہے اور وہ گھر آنے تک شیطان کے جھنڈے تلے ہوتا ہے[2]''

---

[1] ''جمع الجوامع'' سیوطی کی۔ اور انہوں نے اس کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کیا ہے، ابویعلی۔ 'الثواب' ابوشیخ کی۔ ''ابن السنی'' (۱۴) ''الدرالمنثور'' ۵/۲۵۵ ان میں یہ روایت موجود ہے۔

[2] مسند احمد ۲/۳۲۳۔ ۲۔ ابن خزیمہ ۱۹۳۔ تفسیر ابن کثیر۔ ۸/۳۱۱ ''کنز العمال' ہندی (۴۱۵۵۰)

﴿جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہو فرشتے اسکو چھوڑ دیتے ہیں﴾

حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے اپنی گھر کو نور سے بھرو۔ بے شک جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہ اپنے گھر والوں پر کشادہ ہو جاتا ہے اور خیر اس کی بڑھ جاتی ہے اور فرشتے وہاں آتے ہیں اور شیاطین اس گھر کو چھوڑ جاتے ہیں۔ اور جس گھر میں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو وہ گھر والوں پر تنگ ہو جاتا ہے اور اس کی خیر گھٹ جاتی ہے اور فرشتے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور شیطاطین وہاں آن دھمکتے ہیں[1]۔

﴿جب بندہ جھوٹ بولے تو فرشتہ ہٹ جاتا ہے﴾

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل تک اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے دو چلا جاتا ہے[2]۔''

وہ غصیلا شخص جو شیطان سے پناہ نہ مانگے فرشتہ اس سے ہٹ جاتا ہے

نعمان بن مقرن روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے: (دو ایک دوسرے پر غصہ ہونیوالوں کو) فرمایا ''خبردار تمہارے دونوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ جو، جب جب بھی وہ (ایک) گالی دیتا ہے، تیری طرف سے دفاع کرتا ہے اور اس کو کہتا ہے، ''تو تو اس کا زیادہ مستحق ہے'' اور جب تو اس گالی دینے والے کو ''سلام'' کہہ دے گا تو فرشتہ کہتا ہے ''نہیں بلکہ یہ سلام تیرے لیے ہے اور تو اس کا زیادہ مستحق ہے[3]۔''

---

[1] کنز العمال ۴۱۵۱۸۔ ۴۱۵۲۶۔ ''الترغیب'' ۱۳/۱/۴۳۱ ''الاتحاف'' ۱۰/۱۷۔۴۱۷۔ المجمع ۷/۱۷۱ الدرالمنثور ۳۴۹/۱۔

[2] ترمذی ۱۹۷۸۔ مشکوٰۃ ۴۸۴۴۔ ''حلیۃ'' ابونعیم ۱۹۷/۸

[3] مسند احمد ۴۴۵/۵۔ ''المجمع'' ۷۵/۸۔ ''الدرالمنثور'' ۷۶/۵۔ جمع الجوامع ۴۲۹۳۔ تفسیر ابن کثیر ۷۱/۶۔

''ابو عاص وائل عبداللہ بن بجیر صنعانی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، ''ہم عروہ بن محمد السعدی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے ایک آدمی بات کر رہا تھا اس نے ان کو غصہ دلا دیا۔ وہ اٹھے اور انہوں نے وضو کیا۔ اور کہا: ''مجھے میرے والد نے اپنے دادا عطیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لیا کرے[1]''

سلمان بن صرد روایت کرتے ہیں کہ ''دو آدمیوں نے آپ ﷺ کے سامنے ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور ہم آپ ﷺ کے پاس تھے۔ اور جب ایک آدمی دوسرے کو غصہ میں گالی دے رہا تھا (اس وقت) اس کا چہرہ سرخ تھا آپ ﷺ نے فرمایا ''میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر یہ (شخص وہ کلمہ) پڑھ دے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔'' اگر یہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کہہ دے تو اس کا غصہ کافور ہو جائے گا۔'' پس ایک آدمی نے جا کر اس کو کہا ''تو'' شیطان الرجیم'' سے پناہ مانگ'' تو اس آدمی نے کہا ''کیا مجھے کوئی بیماری ہے یا میں دیوانہ ہوں (جو یوں کہوں) جا چلا جا[2]''

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ اور زیادہ نہ کیجئے گا'' یا یہ کہا: ''مجھے کسی بات کا حکم دیجئے اور میرے لیے کم کہیے گا تا کہ میں بھول نہ جاؤں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''غصہ نہ کرنا۔'' ایک روایت میں ہے، ''اس نے بار بار وصیت کا کہا، (تو پھر بھی) آپ

---

1. مسند احمد ۴/۲۲۶۔ ابو داود ۴۷۸۴، فتح الباری ۱۰/۴۶۷، ''الترغیب'' ۳/۴۵۱ مشکوۃ ۵۱۱۳، جامع الاصول ۶۲۰۱۔ اور یہ حدیث حسن ہے۔

2. بخاری ۱۰/۴۳۱ مسلم ۲۶۱۰۔ ابو داود ۴۷۸۰۔ ۴۷۸۱۔ ترمذی ۳۴۴۸۔ مسند احمد ۵/۲۴۰ ۶/۳۹۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہی) فرمایا: ”غصہ نہ کیا کر[1]“

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”طاقتور وہ نہیں جو پچھاڑ دے، طاقتور وہ ہے جو غصہ میں اپنے اوپر قابو رکھے[2]۔“

عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے میں بڑا پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ”جس سے لوگ لڑ نہ سکیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں بلکہ بڑا پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے اوپر قابو رکھے[3]۔“

حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فرمایا ”جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، پھر اگر تو غصہ چلا جائے (تو ٹھیک) وگرنہ لیٹ جائے[4]۔“

بے شک قوتِ غضبیہ کہ اس کے پیدا ہونے کی جگہ بہادری اور بزدلی اور ان دونوں کا مبداء ہے، پس یہ تینوں کی تینوں باتیں غضب کے متعلقات میں سے ہیں۔ اور درحقیقت غضب (یعنی طیش) یہ نفس کی ایک حرکت ہے کہ جس سے دل کا خون کھولتا ہے اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جب یہ نفس کی حرکت بہت سخت (اور تیز) ہو تو غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یہ حرکت اس کو اور زیادہ جلاتی ہے۔ اور دل کے خون کا کھولاؤ بڑھ جاتا ہے اور شریانیں اور دماغ یہ دھوئیں، اندھیرے اور بے چینی سے بھر جاتے ہیں۔ اس سے عقل کا حال برا ہو جاتا ہے اور اس کا فعل کمزور ہو جاتا ہے اور جیسا کہ حکماء نے کہا کہ اس وقت آدمی

---

1. بخاری ۱/۴۳۱۔۴۳۳ موطا ۹۰۴۔ ترمذی ۲۰۲۰۔۲۰۲۱ مسند احمد ۳/۱۷۵۔۳۶۲۔۴۶۶/۳۔۴۸۴، ۵/۳۴۔۳۸۰۔۳۸۴۔
2. بخاری ۱۰/۴۳۱ مسلم ۲۶۰۹ موطا ۲/۹۰۶
3. مسلم باب البر والصلۃ باب ۳۰ حدیث نمبر ۱۰۶۔ ابوداؤد۔ ۴۷۷۹۔
4. ابوداؤد ۴۷۸۱۔۴۷۸۲ اس کی سند منقطع ہے اس کو مسند احمد میں پورا ذکر کیا ہے ۵/۱۵۲ اس کی سند حاشیہ میں ہے۔

ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے کسی غار کو ایندھن سے بھر کر اس میں آگ لگا دی جائے اور اس کی آگ بھڑک اٹھے اور اس میں شعلے اور دھواں دونوں اکٹھے ہو جائیں اور آگ لپٹیں اوپر اٹھیں اور ان کو بجھانا مشکل ہو بلکہ کٹھن ہو۔ اور جو چیز اس کو بجھانے کے لیے اس کے قریب کی جائے وہ اور زیادہ اس کے بھڑکنے کا سبب بنے اور آگ کا مادہ اور بڑھے۔ اسی طرح انسان بھی غصہ کے وقت رشد کے مادہ سے اندھا ہو جاتا ہے اور نصیحت حاصل کرنے سے بہرہ ہو جاتا ہے بلکہ اس حالت میں فہمائش، اور زیادہ غصہ اور (غصہ کے) شعلوں اور لپٹوں کے مادہ کا سبب بنتی ہے۔ اور اس میں اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔

اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ "بے شک کشتی کہ جب تیز طوفانی ہوائیں چلتی ہیں۔ اور پہاڑ کی طرح کی موجیں اس کو ادھر ادھر پھینکتی ہیں۔ یہ میرے نزدیک غصہ میں بھڑکنے والے انسان سے بھی زیادہ بچنے کی امید والی ہے (یعنی وہ کشتی شاید طوفان سے نکل آوے مگر غصہ والے کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوگا اور مشکل ہے کہ وہ غصہ کی کیفیت سے باہ آوے) کیونکہ ملاح اس حال میں کشتی کے لیے تدبیر کریں گے، اور اس کو رسیاں وغیرہ باندھ کر طوفان سے بچائیں گے۔ جبکہ نفس جب وہ طیش میں آتا ہے تو اس کے لیے کسی حیلہ کی بالکل امید نہیں ہوتی [1]۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب باتیں کہ جن سے غصہ ٹھنڈا ہونے کی امید ہوتی ہے مثلاً منت سماجت، وعظ و نصیحت افہام و فہمائش وہ سب باتیں اس وقت اس کے لیے ایندھن کے گھٹے کی طرح ہوتیں ہیں کہ جو غصہ کی آگ کو اور بھڑکاتی ہیں اور اس کے مزید اشتعال دلاتی ہیں۔

امام غزالیؒ نے کہا ہے، "لوگوں کی غصہ کی حالت مختلف ہے۔ بعض جلدی بھڑکتے ہیں اور دیر سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اور بعض دیر سے بھڑکتے ہیں اور دیر سے

---

[1] اس معنی میں بہادر شاہ ظفر مرحوم کا ایک شعر ہے ۔

"ظفر آدمی اسے نہ جانیے گا خواہ ہو وہ صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا"۔ (نسیم)

ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اور بعض دیر سے بھڑکتے ہیں اور جلدی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ یہ سب سے اچھا ہے جب تک اس میں غیرت وحمیت کا جنازہ نہ نکل جائے۔

اور عقلی تقسیم کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں غصہ میں آنے والے شخص کی ایک چوتھی قسم بھی ہونی چاہیے (اور وہ ہے) جلدی بھڑکنے والا اور دیر سے ٹھنڈا ہونے والا اور اگر کوئی ایسا ہو تو وہ بہت مذموم اور بہت برے انجام والا ہے۔

﴿افعالِ غضب کے مراتب﴾

افعال غضب محمود، مکروہ اور محظور (یعنی ناجائز) کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔

رہا محمود یعنی پسندیدہ غصہ تو وہ دو جگہوں میں ہے۔

''ایک قسم کا نام ''غیرت'' ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی عزت لوٹنا چاہے اور حرام کے درپے ہو تو اس پر غصہ آنا اور اس کو دور کرنا (کہ جو عزت لوٹنا چاہتا ہے) یہ پسندیدہ ہے۔ اور اس بات سے متاثر نہ ہونا برا اور بے غیرتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا، ''بے شک سعد غیرت مند ہیں۔ اور اللہ ان سے زیادہ غیرت والا ہے[1]۔

اور اللہ تعالیٰ نے مردوں میں نسب کی حفاظت کے لیے غیرت ڈالی ہے کیونکہ جب لوگ غیرت گنوا بیٹھتے ہیں تو نسب گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں، ''ہر امت کی غیرت اس کے مردوں میں اور حفاظت اس کی عورتوں میں ہوتی ہے۔''

دوسری قسم وہ منکرات اور فواحش کو دیکھ کر آنے والا غصہ ہے، یہ دینی غیرت اور انتقام کے لیے ہوتی ہے اس لیے قرآن میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی یہ تعریف کی گئی کہ ''آپس میں رحم دل اور کفار پر سخت'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بہتر لوگ دین پر غصہ کھانے والے ہیں۔'' اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولا تاخذ کم بھما رافۃ﴾ (النور:۲)

---

[1] بخاری ۹/۱۵۱ مسلم باب العان ۱۷۔ مسند احمد ۴/۲۴۹ دارمی ۔۲/۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ ۴/۴۱۹ مستدرک حاکم ۴/۳۵۸۔۴۲۴۔ الاتحاف ۔۵/۳۶۱ مشکوٰۃ ۳۳۰۹

''اور تم کو ان دونوں پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔''

(یہ آیت زنا کی سزا پانے والوں کے بارے میں ہے کہ جب ان کو زنا کی سخت ترین سزا دی جارہی ہو تو ان کی اس عبرتناک کی حالت کو دیکھ کر کسی کو ان پر ترس نہ آوے کہ یہ اللہ کے حکم کا معاملہ ہے۔) (تبسیم)

اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب بادشاہ کسی ظلم کرنے والے کے ظلم پر غصہ کھائے تو اس کو پہلے بند کرنا چاہیے۔ اور اس کو سزا دینے میں جلدی نہ کرے۔ حتیٰ کہ اس میں بار بار غور کر لے۔ کیونکہ غضب یہ عقل کا شیطان ہے جو کبھی کبھی آدمی کو حدِ واجب سے زیادہ انتقام پر ابھارتا ہے۔

وہ غصہ جو مکروہ ہے یہ آدمی کا اپنی مباح لذتوں کے فوت ہو جانے پر کرنا ہے۔ جیسے نوکر پر غصہ کہ شیشہ کیوں توڑا۔ یا اس کی خدمت میں سستی پر غصہ کہ وہ غافل ہے وغیرہ وغیرہ۔ (غصہ کی) اس (قسم) سے بچا جا سکتا ہے۔

پس یہ غصہ حرام تک نہ جاوے۔ لیکن معاف کرنا اور درگزر کرنا یہاں زیادہ بہتر ہے۔

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا، ''تو غلام کو معاف کرتا ہے۔ جبکہ وہ تیری خدمت میں کوتاہی کرتا ہے اور یہ تیرے چھوڑنے سے بگڑ جاوے گا۔'' تو اس جواب دیا، ''اپنی اصلاح کرتے ہوئے غلام بگڑ جائے یہ بہتر ہے کہ غلام کی اصلاح کرتے ہوئے میں خود بگڑ جاؤں۔''

رہا حرام غصہ: یہ وہ طیش ہے کہ جو فخر اور تکبر اور مباہات اور تنافس کے لیے پیدا ہوتا ہے اور اس میں کینہ اور حسد کارفرما ہوتا اور یہ واہی تباہی باتوں پر آتا ہے اس کا تعلق بدنی لذتوں سے ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اس غصہ والے انتقام میں آئندہ کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت بھی نہیں ہوتی۔ آج اکثر لوگوں کا حال یہی ہے۔ لوگوں کا یہ غصہ حلم اور بردباری کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ حلم یہ تو نفس کو غصب کے ہیجان سے روکنا ہے اور بردباری یہ غصہ جب بھڑک اٹھے تو اس وقت اپنی خواہش پوری کرنے سے رکنا ہے۔

کامل صفت ''حلم'' ہے اور بردباری یہ ناگواریوں پر صبر کا نام ہے اور اس میں بھی بڑی خیر ہے۔

غضب کے اسباب دو طرح کے ہیں:

ایک قسم وہ ہے کہ جو نفس کی طبیعت ہو اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو نفس میں اٹھے اور پہلی کے سبب دو ہیں۔ ایک مزاج اور دوسرا عادت۔

رہا مزاج: تو جیسا کہ یہ بات گزشتہ میں گزری کہ غصہ یہ دل کے خون کا کھولنا ہے پس اگر تو یہ غصہ اس پر آئے کہ جن پر آپ کو انتقام کی قدرت کی دسترس نہیں تو اس سے سے ظاہر جلد سے انقباض (اور گھٹن) اٹھتی ہے اور دل تک جاتی ہے۔ اور یہ غم کا سبب ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ اور اگر غضب اپنے سے کمزور پر آئے تو اس کا سبب دل کے خون کا جوش ہوگا نا کہ اس کی گھٹن اور انقباض۔ اب حقیقی غصہ آوے گا اور صحیح انتقام کی طلب پیدا ہوگی۔ اور اگر غصہ کسی برابر والے پر آیا ہے تو اس سے دل کے خون میں جوش اور گھٹن کی ملی جلی سی کیفیات پیدا ہوں گی اور اس سے چہرے کا نگ بدلتا رہے گا۔ کبھی سرخ تو کبھی زرد اور وہ بے چین (سا) ہو (تا رہے) گا۔

رہی عادت: تو جو شخص ایسے لوگوں کے پاس اٹھے بیٹھے جنہیں غصہ پر فخر ہوتا ہے اور وہ درندہ صفت لوگ ہوتے ہیں۔ تو اس کی طبیعت ایسی ہی ڈھل جائے گی۔ کیونکہ جو وقار و متانت والوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس میں ان کی عادتیں منتقل ہوتیں ہیں۔

رہی غضب کی دوسری قسم تو اس کا منشا عجب، فخر، ریا، مزاح، ضد، استہزاء، دھوکہ، اکڑ، ظلم و زیادتی اور ان امور کا طلب کرنا ہوتا ہے کہ جن میں لذت ہو، لوگ اس میں تنافس کرتے ہوں اور اس بات پر ایک دوسرے پر حسد کرتے ہوں اور ان سب باتوں کی غایت اور نہایت وہ انتقام کی حدت ہے۔

غضب کے لواحق: غصہ کے لواحقات میں سے ایک ندامت ہے اور جلد یا بدیر غصہ کے ذریعہ سزا دے کر بدلہ لینے کی توقع اور مزاج کا بگڑنا اور جلدی رنجیدہ ہونا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ یہ گھڑی بھر کی دیوانگی ہے بلکہ بسا اوقات تو اس میں نوبت دل کی گرمی اور سانس کے گھٹ کے مرجانے تک آجاتی ہے[1] اور کبھی کبھی یہ بڑی شدید بیماریوں

[1] شاید دل کا دورہ بھی پڑ جائے۔ (اللہ بچائے) (نسیم)

اور ہلاکت تک پہنچانے والی مرضوں کا سبب بن جاتا ہے۔

پھر یہ بات بھی اس کے لواحق میں سے ہے کہ "اپنے بیزار، دشمن خوش، حاسدین کا ٹھٹھہ (اور) مذاق اور کمینے لوگوں کی پھبتی (کہ یہ باتیں بے جا غصہ سے نصیب ہوتی ہے)۔

غصہ کے اسباب کی بیخ کنی: ان کا تیرے پاس ایک ہی حل ہے کہ جس سے اس کی ابتداء کی جائے۔ حتیٰ کہ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور جب ہم ان اسباب کو ختم کرنے کے لیے آگے بڑھیں گے تو ہم قوتِ غضب کو بالکل بھلا دیں گے، اور اس کے مادہ کو ختم کردیں گے اور اس کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں گے پھر اگر ہمیں کوئی عارض درپیش آ جائے تو اس سے کوئی مانع نہیں کہ ہم عقل کی پیروی کریں۔ اور عقل کی شرائط کو لازم پکڑیں۔ اور اسکی فضیلت سے آراستہ و پیراستہ ہوں اور وہ شجاعت ہے اب ہم اس شی کا اقدام کریں گے جو سب سے مقدم ہے۔ اور وہ جیسے بھی ضروری ہو جس طرح بھی ضروری ہو اور جتنی مقدار میں ضروری ہو اور جس پر ضروری ہو (اس کا اقدام کریں گے)

غصہ اور شجاعت کا (اس طرح) مل جانا (کہ دونوں میں امتیاز نہ ہو سکے)

بعض لوگوں نے بے جا غصہ کا نام بہادری اور خودداری رکھ دیا ہے اور وہ اس میں اس بہادری کا رستہ اختیار کرتے ہیں جو درحقیقت ایک قابل مدح بات ہے جب کہ دونوں باتوں میں بہت فرق ہے اور زمین و آسمان کا سا فاصلہ ہے کیونکہ جس غصیلے شخص کی ہم نے بدتعریفی کہ ہے اس سے بہت سارے گھٹیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اور اس میں وہ اپنے اوپر بھی زیادتی کرتا ہے پھر اپنے بھائیوں (یاروں دوستوں پر بھی) پھر اسی طرح قریب ترین پھر جو ان کے قریبی ہوں (ان پر زیادتی کرتا ہے) حتیٰ کہ وہ زیادتی کرتا کرتا اپنے نوکروں اور بیوی پر ظلم ڈھانے پر اتر آتا ہے پس یہ ان پر عذاب کا کوڑا بن جاتا ہے۔ اور نہ تو انہیں معاف کرتا ہے اور نہ ہی ان کی نصیحت کے لیے ان پر رحم ہی کرتا ہے

اگرچہ وہ خطاؤں سے بری بھی ہوں۔ کہ جنہوں نے نہ تو وہ خطائیں جان بوجھ کر کی ہوں اور نہ ہی نا سمجھی میں۔ بلکہ یہ شخص ان کو ضرور بہ ضرور مجرم ٹھہراتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتا ہے کہ اس سے ان تک غصہ نکالنے کی راہ نکالتا ہے حتیٰ کہ ان پر یا تو درست درازی کرتا ہے یا زبان درازی۔ اور وہ بیچارے اس سے بچ نہیں پاتے اور نہ ہی وہ اس کو اپنے سے دفع کرنے کی جرأت ہی کر پاتے ہیں بلکہ وہ اس کے آگے عاجز و درماندہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کے شر سے بچنے کے لیے اس کے غصہ کی آگ سرد کرنے کے لیے ناکردہ گناہوں کا بھی اعتراف کر لیتے ہیں۔ اور یہ غصہ کا مارا ہوا پھر بھی اس طور طریقہ پر چلتا رہتا ہے۔ نہ ہی ہاتھ روکتا ہے اور نہ ہی زبان اور اس معاملہ میں بھی تو لوگ ان جانوروں کی حد تک چلے جاتے ہیں کہ جو عقل سے کورے ہیں اور ایسے برتنوں کی مانند ہوجاتے ہیں جو بے حس ہیں۔ (یعنی حس و عقل سے عاری ہوجاتے ہیں)

کہ اس ذلیل اخلاق والا شخص کبھی کبھی کسی حیوان اور جانور کے پاس جا کر اس کو بھی ستانا اور آزدہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور کبھی کنجوس جب تنگدست ہو جائے تو لوگوں کو کاٹتا ہے اور ان برتنوں کو توڑتا ہے کہ جن میں اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

بداخلاقی کی یہ ذلیل قسم جاہلوں میں بہت مشہور ہے۔ اور وہ اس کو کپڑوں، شیشوں، لوہے اور دیگر (روزمرہ استعمال کے) آلات میں (اپنے غصہ کے نکالنے کے لیے) اپنی طبع آزمائی کرتا ہے۔

یہ سب افعال برے ہیں۔ بعض قبیح ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہیں کہ ان افعال والے کو عیب دار بنا دیتے ہیں۔ تو بھلا ان کی تعریف مردانگی اور قوت اور نفس کی عزت و شرف سے کیسے کی جا سکتی ہے۔ ان کی مذمت ان کی مدح سے اولیٰ ہے۔ بھلا ان اخلاق کو عزت و شرافت، بہادری و شجاعت سے کیا واسطہ اور یہ مریضوں میں بہ نسبت تندرستوں کے زیادہ ہوتیں ہیں۔ اور غصہ اور طیش میں آنے میں بچے بڑوں سے بھی تیز ہوتے ہیں۔ اور بوڑھوں کو نوجوانوں سے زیادہ غصہ آتا ہے اور ہم بے جا غصہ کی برائی کو لالچ (اور ندیدہ پن) کی برائی کے ساتھ دیکھتے ہیں، کیونکہ ندیدہ حریص جب وہ اپنی

پسندیدہ شی سے عاجز ہوتا ہے تو غصہ میں آتا ہے اور اپنی بیوی اور خادم اوز اولاد اور ان سب کو جن سے تعلق ہوتا ہے ان کو کھانا نہ دینے پر ڈانٹتا ہے۔ کہ بخیل جب اپنے مال میں کچھ نہیں پاتا تو بڑی جلد اپنے دوستوں اور رفقاء کار کے ساتھ طیش میں آتا ہے۔ اور وہ اپنے بااعتماد خادم اور گھر والوں پر بھی الزام دھرتے نہیں چوکتا۔

اور یہ لوگ فقط یہ ہی حاصل کر پاتے ہیں کہ دوست جدا ہو گئے، اور کوئی نصیحت کرنے والا نہ رہا۔ ملامت میں تیزی آ گئی اور سخت لعن طعن کرتے ہیں۔ اور اس حال میں نہ کوئی خوشی اور نہ راحت، ہمیشہ کا غم، پریشانی، پراگندگی، زندگی میں انتشار اور خلفشار۔ یہ ایک بد بخت محروم شخص کا حال ہے۔ "یہ کھوٹے اور نقلی بہادر کا حال ہے۔"

(آئیں اب) سچے بہادر کا حال (پڑھتے ہیں)

صاحب عزت بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ پر اپنا حلم غالب رکھتا ہے۔ اور وہ اچانک پیش آمدہ باتوں کی جانچ پرکھ اور غور وفکر رکھتا ہے اور اس پر جو غصہ دلانے والے اسباب وارد ہوتے ہیں وہ ان سے بھڑکتا نہیں۔ بلکہ وہ خوب غور وفکر کرتا ہے کہ کیسے انتقام لوں، کس سے لوں اور کتنا لوں۔ اور معاف کیسے کروں اور درگزر کیسے کروں۔ اور کس سے غصہ ہو اور کس بات پر ہو؟

یہ ہیں غصہ کے بڑے بڑے اسباب اور غصہ نفس کی سب سے بڑی بیماری ہے۔[1]

اور جب انسان غصہ کے اسباب کو ختم کرنے کا ارادہ کر کے چل پڑتا ہے تو اس کو یہ ڈر نہیں کہ میں (غصہ کو ختم) کر سکوں گا یا نہیں۔ اور وہ ان باتوں کو اختیار کرتا ہے کہ جو غصہ کے علاج کو آسان اور قریب الزوال بنا دیتے ہیں۔ اور ان سے غصہ کا مادہ نہیں رہتا کہ وہ ان سے بھڑکے اور وہ سبب اس کو کھینچے۔ اور نہ ہی کوئی سبب باقی رہتا ہے کہ جو غصہ کو ابھارے اور بھڑکائے، اور سوچ بچار، حلم کی فضیلت اور بدلہ لینے میں اس کے استعمال جبکہ بدلہ لینا درست ہو یا معاف کر دینا جبکہ معاف کر دینے میں یقینی فائدہ ہو، غور وفکر کی نگاہ دوڑانے کے لیے جگہ تلاش کرتی ہے۔[2]

---

۱ دیکھیں "الخلق الکامل" لجاد المولی بک ۱/۳۶۵ مطبعۃ حجازی۔

۲ مجموع الفتاوی ۳۳/۱۰۹۔۱۱۴

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا[۱] کہ جس نے بیوی سے اس طرح اتنا سخت جھگڑا کیا کہ اس کی عقل ہی پلٹ گئی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، ''تجھے تین طلاق'' کیا یہ تین طلاقیں پڑیں گے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا، ''جب نوبت بدین جارسید کہ جو وہ کہے اور اس کو سمجھے بھی نہ، جیسے دیوانہ ہوتا ہے، تو اس کی کوئی طلاق نہیں پڑی۔'' واللہ اعلم

اور ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے بڑے غصے میں کہا، ''طلاق والی''، اور اپنی بیوی یا اس کا نام نہیں لیا (کہ جس کو 'طلاق والی' کہا ہے)؟

آپ نے جواب دیا، ''اگر تو اس نے اس لفظ سے اپنی بیوی کی طلاق کو نیت میں نہیں لیا تو اس سے طلاق نہ پڑے گی۔''

اور ایک بیوی سے جھگڑنے والے کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے ایک طلاق والی کہنا چاہا اور سبقت لسانی میں تین کہہ گیا جبکہ اس کی یہ نیت نہ تھی تو اس کا کیا حکم ہے؟

فرمایا، ''الحمدللہ جب نیت کے بغیر سبقت لسانی میں تین کہا اور نیت ایک کی تھی تو ایک ہی پڑی۔ بلکہ اگر کوئی ''طاہر'' (یعنی پاک) کہنا چاہے اور سبقت لسانی میں طلاق کہہ بیٹھے تو اس کے اور اللہ کے درمیان طلاق واقع نہ ہوگی[۱]۔'' واللہ اعلم

جب بیوی خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ سوئے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب خاوند بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے تو فرشتے صبح تک اس کو لعنت کرتے رہتے ہیں[۲]۔''

---

۱ ان مسائل میں فقہ حنفی کے مسائل حنفی المسلک علماء سے پوچھنا ضروری ہیں (نسیم)

۲ مسلم باب النکاح ۱۳۲، بخاری ۵۱۹۳، ابوداؤد ۲۱۴۱، مسند احمد ۲/ ۴۳۹، ۴۸۰۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی بیوی خاوند کے بستر سے علیحدہ سوئے تو جب تک لوٹ نہ آئے فرشتے اس کو لعنت کرتے ہیں[۱]''

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں[۲]: ''جب کسی وجہ کے بغیر بیوی خاوند کا بستر چھوڑ کر رات گزارے تو یہ اس کے لیے ناجائز ہے۔''

ابن ابی حمزہ کہتے ہیں، ''ظاہر یہ ہے کہ بستر سے مراد جماع ہے اور اس بات کو آپ ﷺ کا یہ ارشاد تقویت دیتا ہے، ''الولد للفراش'' یعنی اس کا بیٹا ہوگا جو بستر پر وطی کرے گا۔'' اور اشیاء کو ان (کے ناموں) سے اچھا کنایہ دینا یہ قرآن وحدیث میں بہت ہے۔[۳]

وہ فرماتے ہیں، ''حدیث کا ظاہر لعنت کا رات کے ساتھ ہونا ہے کہ جب یہ انکار رات کو ہو اور یہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے، ''حتّٰی تصبح'' (یعنی) حتیٰ کہ صبح ہو جائے۔''

گویا کہ اس میں راز یہ ہے کہ اس عمل کو تاکید کے ساتھ رات کو کیا جائے اور رات کو اس کی قوتِ باعثہ بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہاں سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو دن میں انکار کرنا جائز ہے۔

رات کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ رات کو صحبت کا گمان ہوتا ہے۔''

''یزید بن کیسان عن ابی حازم'' کی روایت کہ جو مسلم میں ہے اس کے لفظ یہ ہیں، ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو آدمی بھی اپنی بیوی کو بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرے تو آسمان والا اس سے ناراض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ خاوند اس سے راضی ہو۔''

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ، ''تین شخص ہیں کہ جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی آسمان تک جاتی ہے، ایک

---

۱ بخاری ۵۱۹۴۔ مسلم باب النکاح ۱۲۰۔ مسند احمد ۲/۳۸۲۔ ۵۱۸۔

۲ فتح الباری ۹/۳۶۷

۳ ''یعنی یہاں فراش کو لفظ کو کنایۃً جماع پر بولا گیا ہے'' واللہ اعلم (نسیم)

بھاگا ہوا غلام جب تک لوٹ نہ آوے۔ (دوسرے) نشہ والے جب تک ہوش میں نہ آئے اور (تیسرے) بیوی جس سے خاوند ناراض ہو جب تک وہ راضی نہ جائے۔''

(کہ اس روایت) میں یہ تین مطلق باتیں دن رات دونوں کو شامل ہیں۔

اور یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ بدنی یا مالی حقوق سے باز رہنا یہ اللہ کی ناراضی کو واجب کرتے ہیں۔ الا یہ کہ اللہ اپنی معافی سے ڈھانپ لے۔ اور اس میں مسلمان نافرمان کے لعنت کا جواز ہے۔ جبکہ اس کو ڈرانا مقصود ہوتا کہ وہ (وہ برا کام) دوبارہ نہ کرے۔ پس جب وہ دوبارہ کرے تو اس کو توبہ اور ہدایت کی طرف بلایا جائے گا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں، ''حق بات یہ ہے کہ جس نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے اس نے اس کا لغوی معنی مراد لیا ہے اور وہ ''رحمت سے دور کرنا ہے'' اور یہ بات کسی مسلمان کے لیے بھی مانگنا درست نہیں۔ بلکہ اس کے لیے ہدایت اور توبہ اور گناہوں سے رجوع مانگا جائے۔ اور جنہوں نے لعنت کا جواز نقل کیا ہے انہوں نے اس کے عرفی معنیٰ قرار لیے ہیں اور وہ ''مطلق گالی'' ہے۔ اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ اس کا محل اس وقت ہے کہ جب گنہ گار اس سے سہمے اور ڈرے (اور ترکِ معاصی کرے)۔

ابن ابی حمزہ کہتے ہیں، ''کیا فرشتے عورت کو لعنت کرتے ہیں یا حفاظت والے یا کوئی اور، اس دونوں باتوں کا ہی احتمال ہے۔

اور اس میں فرشتوں کی خیر یا شر کی دعا کی قبولیت کا جواز بھی ملتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس بات سے ڈرایا ہے۔ اور اس میں اس بات کی نصیحت اور راہ نمائی ہے کہ خاوند کی مدد کرو اور اس کی رضا والے کام کرو۔ اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مرد کو صحبت کا ترک کرنا کمزور ہے بہ نسبت عورت کے (یعنی مرد کو عورت کی نسبت شہوت دبانا مشکل ہے)

فرمایا: ''مرد کی سب سے بڑی تشویش وہ صحبت کا داعیہ (اور جذبہ) ہے اس لیے شارع نے عورتوں کو خاص طور پر اس معاملہ میں خاوندوں کی مدد کرنے کا کہا ہے۔

یا یہ کہ اس حدیث میں نسل کی افزائش کی ترغیب ہے اور اس میں وہ احادیث ہماری راہ نمائی کرتیں ہیں کہ جن میں اس کی ترغیب وارد رہی اور یہ کہ

یہ اشارہ بھی ہے کہ اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑنا اور اس کی عبادت پر جمنا یہ اس کے بندے کے حقوق کی رعایت کے ساتھ ایک جز ہے کہ اللہ نے بندہ کے حقوق میں بھی کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر یہ کہ ایک شخص مقرر کر دیا کہ جو اس کو اس کے حقوق دلوائے حتیٰ کہ فرشتوں کو اس کام پر لگایا کہ اس شخص پر تم لعنت کرتے رہو، جو بندے کی (حلال) شہوتوں میں کسی شہوت کو پورا نہ کرے (یعنی بیوی پر لعنت کرتے رہو کہ جو خاوند کی شہوت پوری نہ کرے)۔

پس بندہ پر لازم ہے کہ جو حقوق اللہ نے اس سے مانگے ہیں ان کو پورا پورا ادا کرے۔ وگرنہ یہ ایک فقیر محتاج محض بندے کی ایک غنی کے ساتھ جو سراپا احسان ہے کسی قدر بے رخی (اور بے اعتنائی) ہوگی۔"

﴿وہ تین جن کے قریب فرشتے نہیں جاتے﴾

عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمیوں کے قریب فرشتے نہیں جاتے، کافر کا مردار بدن، تیز زعفرانی خوشبو لگانے والا اور جنبی جب تک کہ وضو نہ کرلے[1]۔

بریدہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمیوں کے قریب فرشتے نہیں جاتے۔ نشہ والا، زعفران لگایا ہوا، حیض و جنابت والا[2]۔

﴿قطع رحمی کرنے والے پر فرشتے نہیں اترتے﴾

ابن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قطعی رحمی کرنے والے پر فرشتے نہیں اترتے[3]۔"

---

۱ ابوداؤد، ۴۱۸۰ سنن بیہقی ۵/۳۶، "المجمع" ۵/۸۲۔۱۵۶۔ "المطالب العالیۃ" ۲۱۷۹ "تاریخ صغیر" بخاری ۲۰۹۲۔ "الترغیب" ۱/۱۲۷، ۳/۱۴۸، ۳/۳۶۱۔ "تاریخ کبیر" ۵/۷۴۔

۲ المجمع ۵/۷۲۔۱۵۲۔ "الصحیحۃ" البانی ۳۱۸

۳ الترغیب ۳/۳۴۵۔ "المجمع" ۸/۱۵۱، کنزالعمال، ۶۹۷۴

تصویر والے گھر میں فرشتے نہیں داخل ہوتے

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''میں نے کھانا پکایا پھر آپ ﷺ کو دعوت دی۔ پس آپ ﷺ آئے اور ایک پردہ دیکھا جس میں تصویریں تھیں آپ واپس چلے گئے۔'' میں نے عرض کیا، ''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کیوں واپس جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''گھر میں تصویریں ہیں، اور فرشتے تصویروں والے گھر میں داخل نہیں ہوتے[1]''

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ایک چھوٹا تکیہ خریدا اس میں تصویریں تھیں۔ تو آپ ﷺ دروازہ پر ہی ٹھہر گئے اندر داخل نہ ہوئے، میں نے عرض کیا، ''میں اللہ سے معافی مانگتی ہوں، مجھ سے کیا گناہ ہوا'' یا آپ ﷺ نے پوچھا، ''یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے کہا، ''آپ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے اور ٹیک لگانے کے لیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''یہ تصویروں والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا، ''جو بنایا ہے اس کو زندہ کر دکھاؤ۔'' بے شک فرشتے تصویر والے گھر میں نہیں داخل ہوتے[2]''

ابوطلحہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک فرشتے تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔''

بسر کہتے ہیں، پھر زید بیمار ہوئے، ہم نے ان کی عیادت کی، کہ اچانک ان کے دروازہ پر ایک تصویر والا پردہ دیکھا۔ میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا کہ جو میمونہ زوجۂ نبی ﷺ کے پروردہ تھے، ہم ابھی سے ہی زید کو تصویروں کے بارے میں کیوں نہ بتا دیں؟'' تو عبید اللہ نے کہا، ''کیا تم نے جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا نہ سنا تھا، ''ہاں ایک ٹکڑا

---

[1] ''آداب الزفاف'' البانی ۷۷۔ کنز العمال ۹۸۸۴

[2] بخاری ۵۹۵۷۔ ۵۹۶۱۔ مسلم باب اللباس ۸۵۔ نسائی ۸/۲۱۳ ابوداؤد ۴۱۵۵ ترمذی ۲۸۰۵۔ مسند احمد ۱/ ۲۵۷۔ سنن بیہقی ۷/ ۲۷۱ طبرانی کبیر ۵/ ۹۷۔ شرح السنہ۔

کپڑا[1]۔ (کہ اتنی مقدار میں اگر کچھ تصویر وغیرہ ہو تو معاف ہے) علامہ ابن حجر کہتے ہیں[2] "یہاں سے یہ سمجھ میں آیا کہ تصویر کی حرمت میں اس سے فرق نہیں پڑتا۔ کہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ اور یہ کہ وہ دھندلی ہو یا واضح نقش والی ہو اور یہ کہ بنی ہوئی ہو یا تراش ہوئی ہو بخلاف اس شخص کے کہ جس نے بنی ہوئی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور اس کے تصویر نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے،۔ اور حضرت عائشہؓ کی ان دونوں حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تصویر والے پردے کو کاٹ لینے اور تکیہ بنا لینے کے بعد ان کو استعمال فرمایا ہے۔"

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو بالکل نہ استعمال فرمایا۔" اور بخاریؒ نے ان دونوں کی جمع (وتطبیق) کی طرف ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔"

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ "دونوں حدیثوں کو یوں جمع کیا جائے کہ جب پردہ بنایا اور تصویر درمیان سے کاٹی گئی تو اس کی وہ ہیت ہی نہ رہی۔ اس لیے اس کو استعمال کیا گیا۔"

داؤدی نے ایک اور طرح سے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا ہے، اور دعویٰ کیا ہے کہ حدیث الباب یہ سب کی ناسخ ہے کہ جو رخصت پر دلالت کرتی ہے۔"

"ان کی (اس توجیہ کی) تردید کی گئی ہے۔"

﴿کتے والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے﴾

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: "کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا (کہ میں آپ ﷺ کو ملنے آؤں گا) انہوں نے کافی توقف کیا (یعنی کافی دنوں تک ملنے نہ آئے) حتیٰ کہ آپ پر یہ بات بڑی بھاری ہو گئی، پس آپ ﷺ نکلے اور وہ آپ ﷺ کو ملے تو آپ ﷺ نے (ان سے) اس انتظار (اور انتظار کی کلفت کی) شکایت کی۔ تو جبرئیلؑ نے آپ سے کہا "ہم اس گھر میں نہیں آتے جہاں تصویر یا کتا ہو[3]"

---

[1] بخاری ۵۹۵۸

[2] فتح الباری ۱۰/۴۷۷

[3] بخاری ۵۶۰ ابن ماجہ ۳۶۵۰ مسند احمد ۴/۳۰ داری ۲/۲۸۴ طبرانی کبیر ۸/۳۴۴

حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، ''میرے لیے آپ ﷺ کے پاس ایک صبح کا وقت تھا جس میں میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ پس جب میں جاتا تو اجازت مانگتا، پھر اگر انہیں نماز پڑھتا ہوا پاتا تو ''سبحان اللہ'' کہتا اور اندر چلا جاتا۔ اگر ان کو فارغ پاتا تو اندر آنے کی اجازت مل جاتی۔ پس ایک رات میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے اجازت ملی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''میرے پاس آیا'' یا، فرمایا ''جبرئیل آئے''، میں نے کہا ''اندر آیئے'' انہوں نے کہا، ''گھر میں ایک شی ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے میں اندر نہیں آ سکتا۔'' پس میں نے دیکھا اور کہا، ''مجھے کچھ نہیں ملا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں پس میں نے (پھر) دیکھا کہ حسین بن علی کا ایک پلاّ ہے جو ام سلمہ کے گھر میں چارپائی کے پائے سے بندھا ہے'' پھر فرمایا بے شک فرشتے ''اور میں فرشتوں میں ہوں''، ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویر، کتا یا جنبی ہو[1]۔

حضرت علیؓ ہی کی روایت میں ہے کہ ''حضرت جبرئیل آپ ﷺ کے پاس آئے اور سلام کر کے چلے گئے'' تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''آپ سلام کر کے کیوں چلے گئے۔'' انہوں نے کہا ''میں تصویر، پیشاب اور کتے والے گھر میں داخل نہیں ہوتا۔'' اور وجہ یہ کہ حسین یا حسن کا ایک کتے کا پلاّ گھر میں تھا[2]۔''

اسامہ بن زید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، ''میں نے آپ ﷺ کو غم میں دیکھا۔ میں نے پوچھا، ''یا رسول اللہ! کیا ہوا؟'' فرمایا: ''جبرئیل نے مجھ سے وعدہ کیا اور تین دن سے اس کو دیکھا نہیں۔'' پس ایک کتا ظاہر ہو کر کسی آپ گھر سے نکلا، میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چیخنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا ''اسامہ تمہیں کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا ''یہ رہا کتا'' (کہ اس کی وجہ سے جبرئیل نہ آ رہے تھے) پس آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا، ''اے جبرئیل، آپ نے جب بھی وعدہ کیا آپ میرے پاس آئے تو اب کیا ہوا؟'' تو انہوں نے کہا۔ ہم تصویر یا کتے والے گھر میں داخل نہیں ہوتے[3]۔''

۱۔ مسند احمد ۳/۹۰۔ ابن حبان (۱۴۸۶ موارد) کنز العمال (۴۱۵۶۶)

۲۔ کنز العمال ۹۸۸۵۔ اور فرمایا اس کو مسرد نے روایت کیا ہے۔

۳۔ مسند احمد ۶/۳۲۰۔ سنن بیہقی ۱/۲۴۳ ابن خزیمہ ۲۹۹

حافظ[1]، ''حدیث الباب''، ''انا لا ندخل بیتا فیه صورۃ ولا کلب'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے، حدیث عائشہؓ اس سے مکمل ہے (کہ اس کے آگے کے الفاظ یوں ہیں)، ''کہ پھر آپ متوجہ ہوئے کہ ایک کتے کا پلا آپ کی چارپائی کے نیچے تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اے عائشہ یہ گھر میں کب آیا۔ وہ بولیں، ''خدا کی قسم مجھے نہیں پتا۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ پھر جبرئیل آئے آپ نے کہا، ''آپ نے وعدہ کیا میں آپ کے لیے بیٹھا تھا آپ نہ آئے۔'' فرمایا: ''مجھے گھر میں آنے سے اس کتے نے روکا۔''

حضرت میمونہ کی حدیث یوں ہے، ''پھر ایک دن آپ یونہی رہے پھر آپ کے دل میں اس کتے کو گھر سے نکالنے کا خیال آیا۔ پھر نکالنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے اس کی جگہ صاف کی جب شام ہوئی تو جبرئیل ملنے آئے۔'' اس حدیث میں کتے کو مارنے کے حکم کے الفاظ زیادہ ہیں۔

سنن میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ جس کو ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور وہ سیاق میں مکمل ہے وہ یہ ہے، ''جبرئیل نے میرے پاس آ کر کہا، ''میں کل رات آپ کو ملنے آیا تھا۔ مجھے داخل ہونے سے پہلے دروازہ کے تصویر والے پردہ نے روکا اور گھر میں ایک اونی پردہ تصویروں والا (کہ اس کی وجہ سے بھی نہ آیا) اور گھر میں ایک کتا تھا۔'' پس آپ اس دروازہ کے پردہ کی تصویر کا سر کاٹ کر درخت سا بنا دینے کا حکم دیں۔ اور گھر کے پردے کو کاٹ کر دو تکیے کہ جو راہ میں پڑے ہوں پیروں تلے آویں بنا دینے کا حکم دیں اور کتے کو گھر سے نکال دینے کا حکم دیں۔'' پس آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔''

اور نسائی کی روایت میں ہے، ''یا تو ان کے سر کاٹ دو یا ان کو بچھونا بنا دو کہ پیروں تلے روندا جائے، اس حدیث میں اس کے لیے ترجیح ہے کہ جس کا قول یہ ہے کہ'' وہ تصویر فرشتوں کو مکان میں داخل ہونے سے روکتی ہے جو اپنی ہیئت پر باقی ہے اور اگر اس کا نصف یا اس کا سر کاٹ دیا جائے تو اب فرشتوں کو منع نہیں کرتی۔''

قرطبیؒ کہتے ہیں، ''زید بن ثابت عن ابی طلحہ کی گذشتہ حدیث کا ظاہر ایک قول میں

---

[1] فتح الباری ۱۰/ ۳۸۰

فرشتوں کو اس گھر میں داخل ہونے سے نہیں روکتا کہ جس میں ایسی تصویر ہو جو کپڑے میں بنی ہو۔"

اور حضرت عائشہ کی حدیث کے ظاہر سے منع کا مفہوم نکلتا ہے۔ ان میں تطبیق یوں ہے کہ حدیث عائشہ کراہت پر محمول ہے اور حدیث ابو طلحہ مطلق ہے اور جواز پر محمول ہے۔ اور مطلق جواز کراہت کے منافی نہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں، "یہ بڑی عمدہ تطبیق ہے۔"

﴿فرشتے نجاست والے گھر میں داخل نہیں ہوتے﴾

عبداللہ بن یزید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "گھر میں تھالی میں پیشاب نہ کیا جائے۔ کیونکہ فرشتے پیشاب کیے گئے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ اور کوئی غسل کی جگہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے[1]۔"

﴿فرشتے جنبی شخص کے گھر میں داخل نہیں ہوتے﴾

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فرشتے جنبی اور زعفرانی خوشبو لگانے والے کے پاس ان کے نہانے تک نہیں آتے[2]۔"

حضرت ابن عباسؓ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، "اللہ تمہیں ننگے ہونے سے روکتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے حیا کرو جو تم سے صرف تین حالات میں علیحدہ ہوتے ہیں۔ پاخانہ کے وقت، جنابت اور غسل کے وقت جب تم میں کوئی میدان میں نہائے تو اپنے کپڑے یا دیوار یا اپنے اونٹ کی آڑ لے لے[3]۔"

﴿فرشتے گھنٹی والے گھر میں داخل نہیں ہوتے﴾

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فرشتے اس گھر

---

۱ الترغیب ۱/۱۳۶۔ المجمع ۱/۲۰۴

۲ مسلم باب اللباس ۱۰۲۔ طبرانی کبیر ۱۱/۳۶۱ "الحبائک فی الملائک" ۱۴۶۔ المجمع ۵۲۹۴۔

۳ الاتحاف ۹/۱۰۔ تفسیر ابن کثیر ۸/۳۶۶، المجمع ۱/۲۶۸۔ جمع الجوامع ۵۳۵۵۔ الدر المنثور ۶/۳۲۳

میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو اور نہ ہی گھنٹی والے قافلہ کے ساتھ چلتے ہیں[1]۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فرشتے گھنٹی والے گھر میں داخل نہیں ہوتے[2]۔"

فرشتے شیطان کے بستر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک بستر مرد کا ایک بستر اس کی عورت کا تیسرا مہمان کا اور چوتھا شیطان کا[3]۔

خطابی کہتے ہیں، "اس میں اس بات کے مستحب ہونے پر دلیل ہے کہ سنتِ آداب یہ ہے کہ خاوند کا بستر الگ ہو اور بیوی کا الگ اور اگر ان دونوں کو ایک ہی بستر میں اکٹھے لیٹنا مستحب ہوتا تو آپ ﷺ خاوند اور بیوی دونوں کے لیے دو بستر بنانے کی رخصت نہ دیتے، کیونکہ آدمی کے لیے مستحسن یہ ہے کہ وہ میانہ روی اور قناعت کو اپنی حاجت میں معیار بنائے واللہ اعلم۔

جس کے پیچھے شیطان سوار ہو گیا اسکے پیچھے فرشتہ سوار نہ ہوگا

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو سوار بھی اپنے سفر میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ سوار ہو جاتا ہے اور جو سوار بھی شعر وغیرہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ سوار ہو جاتا ہے[4]۔

---

1. ابوداؤد ۴۲۳۱۔ مسند احمد ۶/۲۴۲۔ مشکوٰۃ ۴۳۹۶۔ الترغیب ۴/۴۵۔۴۶۔ کنزالعمال ۴۱۵۶۲، ۴۱۵۶۹ اور نسائی ۸/۱۸۰ کے یہ لفظ ہیں "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھونگرو والی گھنٹی ہو۔"
2. اس سے پہلی حدیث تخریج دیکھیں اس جیسے الفاظ مسند احمد ۲/۴۷۶، ابن خزیمہ ۲۵۵۳ مصنف عبدالرزاق ۱۹۶۹۸۔
3. مسند احمد ۳/۲۹۳۔۳۲۳۔۳۲۴۔ مسلم (۲۰۸۴) ابوداؤد ۴۱۴۲۔ نسائی ۳۳۸۷۔ شرح السنۃ ۱۲/۵۵۔ مشکوٰۃ ۴۳۱۔ الاتحاف ۵/۲۶۲
4. طبرانی کبیر ۱۷/۳۲۴۔ المجمع ۱۰/۱۳۱۔ الترغیب ۴/۳۷ کنزالعمال ۱۷۵۳۱

﴿جس گھر میں سنت پر عمل نہ ہو وہ شیطان کی چراگاہ ہے﴾

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''جب رات آ پڑتی ہے'' یا فرمایا ''جب تم شام کرتے ہو تو اپنے بچے گھروں میں روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں، پھر جب کچھ رات گذر جاتی ہے تو انہیں چھوڑ دو اور دروازے اللہ کے نام لے کر بند کر دو۔ کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اور اپنے مشکیزوں کے منہ باندھ دو۔ اور بسم اللہ پڑھ کر باندھو اور برتنوں پر بسم اللہ پڑھ کر کپڑا ڈال دو اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر کچھ بھی رکھ دو۔ اور اپنے چراغ بجھا دو[1]''

حضرت جابرؓ کی ایک روایت ہے،

''جب سورج غروب ہو جائے تو اپنے جانور اور اولاد کو نہ چھوڑا کرو جب تک کہ عشاء کا اندھیرا چھٹ نہ جائے۔ کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے رات کی سیاہی غائب ہونے تک ان سے شیاطین پیدا ہوتے رہتے ہیں[2]''

اور ایک روایت میں ہے کہ خود کو، اپنے گھر والوں کو گھروں میں عشاء کے پہلے حصہ تک روکے رکھو۔ کیونکہ اس میں جن عام پھرتے ہیں[3]۔

اور ایک روایت میں ہے، ''عشاء کے وقت اپنے بچے اپنے پاس رکھو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیلتے ہیں اور لوگوں کو اچکتے پھرتے ہیں[4]''

۱۔ بخاری ۳۲۸۰۔۳۳۰۴۔۳۳۱۶۔۵۶۲۳۔۵۶۲۴۔۶۲۹۵۔ مسلم ۲۰۱۲۔ ابوداؤد (۳۷۳۱)

۲۔ مسلم ۲۰۳۱۔ مسند احمد ۳۱۲/۲۔ ۳۸۶۔ ۳۹۵۔ ابوداؤد ۲۶۰۲۔ بیہقی ۲۵۶/۵ شرح السنہ ۱۹/۱۱۔ ۳۹۳۔ مشکوٰۃ ۴۲۹۷۔ الترغیب ۷۷/۴۔ کنز العمال ۴۵۳۲۱

۳، ۴۔ مؤطا ۹۲۹/۳۔ مسند احمد ۳۰۱/۳، ۳۰۶، ۳۱۹، ۳۶۲، ۳۸۸، ۳۹۵۔ خطابی کہتے ہیں کہ حدیث میں ''اکتفوا صبیانکم'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے پاس گھروں کے اندر رکھو۔ اور ہر چیز کو ملانے کو ''کفت'' کہتے ہیں۔ اس سے یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

حضرت جابر سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رات کو کتے کی بھونک اور گدھے کی رینک سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو تم نہیں دیکھتے۔ اور جب لوگ سو جائیں تو کم نکلو کیونکہ اللہ رات میں اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا ہے اس کو پھیلاتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کر دو۔ کیونکہ شیطان بسم اللہ پڑھ کر بند کیا ہوا دروازہ نہیں کھول سکتا اور مٹکوں کو ڈھانپ دو اور مشکیزوں کے منہ بند کر دو اور برتنوں کو الٹ دو[1]۔''

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو سونے لگے تو دروازہ بند کر دے، مشکیزہ کا منہ بند کر دے برتن ڈھانپ دے۔ چراغ بجھا دے۔ کیونکہ شیطان دروازہ نہیں کھول سکتا۔ مشکیزہ نہیں کھول سکتا۔ اوڑھنی (برتنوں پر سے) نہیں اٹھا سکتا۔ اور بے شک چوہا بدمعاش ہے جو گھر والوں کا گھر جلا دیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے مت کھا بائیں ہاتھ سے مت پی۔ اور ایک جوتی پہن کر مت چل اور پتھریلی زمین کو مت لے اور گھر میں غصہ سے نہ بیٹھ[2]۔''

بقیہ حاشیہ

''الم نجعل الارض کفاتاً'' (مرسلات:۲۵)

''کیا ہم نے نہیں بنائی سمیٹنے والی زمین۔''

یعنی جب تک لوگ اس کی پیٹھ پر زندہ رہیں گے یہ ان کو اپنی طرف سمیٹی رہے گی۔ اور جب وہ مر جائیں گے تو ان کو اپنے پیٹ میں سمیٹ لے گی۔ ''نہایہ'' ۱۸۶/۴ میں لکھا ہے، ہر وہ شی کہ جس کو تو دوسری سے ملائے تو یہ تو نے ''کفت'' کیا ہے۔

اور یہ روایت عبد بن حمید کی مسند ۱۲۷۳ کی ہے۔

۱ مسند احمد ۳۰۶/۳، ابوداؤد ۵۱۰۳-۵۰۱۱۴۔ مستدرک حاکم ۲۸۴/۴۔

۲ ایک دوسری روایت میں مصباح کی بجائے مصابیح کا لفظ ہے۔ ''سوتے وقت چوہا چراغ کا فتیلہ لے جاتا ہے۔'' بخاری ۳/۸،۳۸۸/۸۱ فتح الباری ۸۹/۱۰ ۸۵/۱۱، ۸۷۔

حضرت جابر کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی حجرے کے دروازہ پر آئے تو سلام کہے۔ تو وہ اپنے شیطان ساتھی کو نکال باہر کرے گا۔ اور جب تم حجرے میں داخل ہو جاؤ تو سلام کرو تم اندر والے شیطان کو بھی نکال دو گے۔ اور جب تم سفر کرنے لگو تو تم اپنے جانور پر پہلے جو ٹاٹ رکھ کر اس کو جانور کے ساتھ باندھ دیتے ہو، اس پر بسم اللہ پڑھو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو شیطان تمہارا ہمراہی بن جائے گا۔

اور جب کھانا کھانے لگو تو بسم اللہ پڑھو تا کہ وہ کھانے میں تمہارا شریک نہ ہو جائے۔ اور اگر تم بسم اللہ نہ پڑھو گے گے تو کھانے میں تمہارے شریک ہو جائے گا۔ اور اپنے حجرے مین اپنے پاس رات کو کوڑا کرکٹ نہ رکھو کہ یہ شیطان کی نشست گاہ ہے اور اپنے ساتھ رات کو حجرے مین رومال (کھلا) نہ رکھو کہ یہ اس کی خوابگاہ ہے۔ اور جانوروں کی پیٹھ پیچھے جھول نہ بچھاؤ، اور دروازہ بند کیے بغیر نہ ٹھہرو۔ اور بغیر منڈیر کی چھتوں پر نہ سوؤ اور جب تم کتے کی بھونک یا گدھے کی رینک سنو تو اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ گدھا اور کتا شیطان کو دیکھ کر رینکتا اور بھونکتا ہے[1]۔''

حضرت جابرؓ سے ہی روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کتے کی بھونک اور گدھے کی رینک کو سنو تو ان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے[2]۔''

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب سورج

بقیہ حاشیہ

ربیع بن حبیب ۲/۰۷۔ حمیدی ۱۲۷۳۔ ابن عساکر ۸۲/۶۔ کنز العمال ۴۱۲۷۰ اور کنز العمال میں (۴۱۴۳۹) گذشتہ لفظوں کے ساتھ ہے اور وہ ابن حبان کی طرف منسوب ہے۔

[1] ''کنز العمال'' ۴۱۶۳۷ اور اس کی نسبت عبد حمید کی طرف ہے الجامع الکبیر ۹۵۰۳۸۔

[2] ابو داؤد ۴/۳۲۷۔ الکلم الطیب ۱۶۴۔ شیخ البانی نے اس حدیث کی تخریج میں کہا ہے ''یہ اپنے تمام طرق میں صحیح ہے۔ طبرانی ۴۵/۸۔ المجمع ۱۴۵/۱۰۔ ابن السنی ۳۰۸۔ کنز العمال ۴۱۶۴۵ اور کنز میں بھی ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ یہ احادیث ہیں'' ۲۱۴۸۳۔ ۳۵۲۷۲۔ ۴۱۲۵۲۔

غروب ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین شام کے وقت میں پھیلتے ہیں[۱]۔"

حضرت ابن عباس سے ہی روایت ہے کہ "ایک چوہا آیا وہ چراغ کا فتیلہ لے اڑا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے اس اوڑھنی پر لا ڈالا کہ جس پر آپ ﷺ تھے۔ پس اس میں سے ایک درہم کے بقدر جگہ جل گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم سونے لگو تو اپنے چراغوں کو بجھا دو کیونکہ شیطان اس طرح کے (چوہوں) کو اس طرح کے (کاموں) پر راہ سجھاتا ہے پس وہ تمہارے (گھر بار کو) جلا ڈالے گا[۲]۔"

حافظ ابن حجر فتح الباری[۳] میں فرماتے ہیں: "اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور یہ حاکم اور ابن حبان کے نزدیک صحیح ہے اور فرمایا اس حدیث میں چوہے کو فتیلہ چرانے پر ابھارنے والے کا بیان ہے اور وہ شیطان ہے پس چوہا اس سے مدد لیتا ہے جبکہ شیطان انسان کا دشمن ہے، ایک دوسرے دشمن کی مدد لے کر۔ اور وہ آگ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے دشمنوں کی تدبیروں سے بچائے۔ کہ وہ رؤف و رحیم ہے۔

ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے دروازے بند کیا کرو۔ اور برتنوں کو الٹا دو اور اپنے مشکیزوں کے منہ باندھ دو۔ اور اپنے چراغوں کو بجھا لو۔ کہ شیاطین کو تمہارے پردوں کی جگہ (میں آنے) کی اجازت نہیں[۴]۔

---

۱ مسند احمد ۴/۳۸۰۔ کنز العمال ۴۵۳۱۹۔ المجمع ۸/۱۱۱۔ طبرانی ۱۱/۷۶

۲ ابوداؤد ۵۲۴۳ حاکم ۴/۲۸۴۔ مشکوٰۃ ۴۳۳۳۔ موارد الظمآن ۱۹۹۷۔ الادب المفرد ۱۲۲۱ بیہقی ۱/۹۹ کنز العمال ۴۱۶۶۳

۳ فتح الباری ۱۱/۸۶

۴ مسند احمد ۳/۳۰۶۔ ۳۸۸۔ ۵/۲۶۲۔ موارد الظمآن ۱۹۹۶۔ فتح الباری ۱۱/۸۵ ابن عدی ۶/۲۰۵۵۔ المجمع ۸/۱۱۱ اور کہا کہ احمد کی حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

مالک اشعری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو سونے لگے وہ یہ کہے، "میں اللہ پر ایمان لایا اور طاغوت کا منکر ہوا۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور رسولوں نے سچ کہا، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس رات میں آنے والوں سے مگر وہ جو خیر لے کر آئے[1]۔"

یزید سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں، "مجھے یہ بات پہنچی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "نیند کے وقت کم نکلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کو وہ پھیلا دیتا ہے جب تم کتے کی بھونک یا گدھے کی رینک سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو[2]۔"

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! لوگوں کے سونے کے بعد باہر کم نکلو بے شک اللہ کے کچھ رینگنے والے جانور ہیں جنہیں اللہ زمین میں پھیلاتا ہے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ملے۔ اور جب تم گدھے کی رینک اور کتے کی بھونک سنو تو تم شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ یہ مخلوق (یعنی کتے اور گدھے) وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے[3]۔"

حضرت صہیب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب گدھا رینکے تو تم اللہ کی شیطان مردود سے پناہ مانگو[4]۔"

حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "گدھا تب ہی رینکتا ہے جب شیطان دیکھے۔ اور جب یوں ہوں (یعنی گدھا رینکے) تو اللہ کا ذکر کرو اور مجھ پر درود بھیجو[5]۔"

---

۱ طبرانی الکبیر۔

۲ مسند احمد ۳/۳۰۶۔ ۳۵۵۔ الادب المفرد ۱۲۳۳۔ ابوداؤد ۵۱۰۳۔ مستدرک حاکم ۱/۴۴۵ ابن خزیمہ ۲۵۵۹۔ موارد الظمآن ۱۹۹۶۔ "الترغیب" ۴/۴۸۔ الدرالمنثور ۱/۱۶۴۔ تلبیس ابلیس ص ۲۹۸۔ کنز العمال ۴۱۵۴۲۔ ۴۱۵۴۸۔

۳ کنز العمال ۴۱۵۴۹ یہ حدیث طبرانی کی طرف منسوب ہے۔

۴ ۴۱۶۴۵۔

۵ کنز العمال ۶۱۶۴۰۔ ۶۱۶۴۱۔ ابن السنی ۳۰۹۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مرغ کی بانگ سنوتو اللہ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ یہ فرشتہ دیکھتا ہے۔اور جب تم گدھے کی رینک سنوتو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ شیطان کو دیکھتا ہے[1]۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم گدھے کی رینک یا کتے کی بھونک یا مرغ کی بانگ سنوتو شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ مخلوق وہ دیکھتیں ہیں جو تم نہیں دیکھتے[2]۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مرغوں کی بانگیں سنوتو یہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔تو تم اللہ سے سوال کرو۔اس کی جانب رجوع کرو۔اور جب تم گدھے کی رینک سنوتو یہ شیطان کو دیکھتا ہے تو جو اس نے دیکھا ہے کہ اس کے شر کی پناہ مانگو (یعنی شیطان کے شر سے)[3]۔''

علامہ نوویؒ (۱۳/۱۸۴) کہتے ہیں، ''علماء نے برتنوں کو ڈھانپنے کے حکم کے بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں کہ ان میں ایک یہ ہے کہ اس سے شیطان سے حفاظت ہے کیونکہ شیطان نہ تو کوئی کپڑا اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مشکیزہ کھول سکتا ہے اور اس میں اس وباء سے بھی حفاظت ہے کہ جو سال کی کسی ایک رات میں آسمان سے اترتی ہے تیسرا فائدہ نجاستوں اور گندگیوں سے حفاظت ہے چوتھا فائدہ حشرات الارض اور کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت ہے کیونکہ کبھی اس میں کچھ گر جاتا ہے اور آدمی انجانے میں اس کو پی بیٹھتا ہے یا رات میں پی لیتا ہے اور نقصان اٹھا بیٹھتا ہے۔واللہ اعلم۔''

---

[1] مسند احمد ۲/۳۰۷ـ۳۲۱ـ۳۶۴ـ بخاری ۳۳۰۳ـ ترمذی ۳۴۵۹ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

[2] کنز العمال ـ۲۱۴۸۳ـ۳۵۲۷۲ـ۴۱۶۶۱

[3] کنز العمال ۴۱۶۶۲ـ یہ حدیث ابن حبان کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، کہ مناوی نے الفیض ۱/۳۸۲ میں کہا ہے کہ بغوی کہتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''جب رات کا ایک پہر گزر جائے'' یا یہ فرمایا کہ ''تم شام کرو تو اپنے بچوں کو روک رکھو کیونکہ اس وقت شیطان منڈلاتے ہیں.........'' (الحدیث)

فرمایا: ''اس حدیث میں دنیا و آخرت کی مصلحتوں کو جامع کئی قسم کی خیر اور آداب پر مشتمل جملے ہیں۔ پس نبی ﷺ نے ان آداب کو اختیار کرنے کا حکم دیا کہ جو شیطان کی ایذاء سے سلامتی کا سبب ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کو شیطان کی ایذاء سے سلامتی کا سبب قرار دیا ہے کہ وہ ڈھنپا ہوا برتن نہیں کھول سکتا مشکیزہ کا بند منہ نہیں کھول سکتا۔ بند دروازہ نہیں کھول سکتا اور نہ ہی کسی بچہ وغیرہ کو ستا سکتا ہے اور جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ اسباب پائے جائیں اور وہ یوں کہ بند گھر میں بسم اللہ پڑھ کر داخل ہو تو شیطان کہتا ہے ''ہمارے لیے رات گزارنے کا ٹھکانہ نہ رہا۔'' یعنی ہمیں ان لوگوں کے نزدیک رات گزارنے کی قدرت نہیں رہی۔ اور اسی طرح جب بیوی سے جماع کرتے ہوئے آدمی یہ کہتا ہے، ''اے اللہ ہم سے شیطان دور کر جو اولاد دے اس سے بھی دور رکھو۔'' تو یہ دُعا بچہ کے لیے شیطان کے ضرر سے سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اس طرح یہ بھی اس کی مثل ہے کہ جو مشہور احادیث میں ہے اور اسی حدیث میں ذکر اللہ کی ان جگہوں میں ترغیب ہے اور جو باتیں انہی جیسی ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔''

علامہ نووی فرماتے ہیں ''ہمارے اصحاب فرماتے ہیں، ''ہر اہم کام کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اس طرح ہر اہم کام کے شروع میں اللہ کی حمد کرے۔''

اور قولِ نبوی ﷺ: ''جنح اللیل'' یہ رات کے اندھیارے کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں: ''اجنح اللیل'' یعنی ''رات تیرہ و تاریک ہوگئی۔'' اور جنوح کی اصل ''میل'' یعنی میلان اور رجحان ہے۔ اور ''فکفوا صبیانکم'' کا مطلب یہ ہے کہ ''انہیں اس وقت باہر نکلنے سے روکو۔''

اور ''فان الشیطان ینتشر'' کا مطلب یہ ہے کہ جنس شیطان پھیلتی ہے (تا کہ خاص ابلیس مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ اس وقت شیاطین کی کثرت کی وجہ سے ان

کے ایذاء پہنچانے سے شیطان سے اپنے بچوں کے بارے میں ڈرو۔" واللہ اعلم

اور قول نبوی ﷺ: "لا ترسلوا فواشیکم وصبیانکم اذا غابت الشمس حتیٰ[1] تذھب فحمة العشاء" اہل لغت کہتے ہیں "فواشی اس سے جانور یا اولاد مال وغیرہ مثلاً اونٹ بھیڑ بکری اور ہر ایک کہ جو پرورش پاتا ہے وہ مراد ہے یہ "فاشیہ" کی جمع ہے کیونکہ یہ اشیاء پھیلتی اور بڑھتی ہیں۔ اور "فحمة العشاء" یہ رات کا اندھیرا اور سیاہی و تیرگی ہے اور بعض نے یہاں اندھیرے کے آنے کی تفسیر کی ہے کہ یہ رات کا پہلا پہلا اندھیرا ہے۔" "نہایت الغریب" کے مصنف نے یہی کہا ہے۔

حافظ ابن حجر "فتح الباری ۷/۳۴۱ میں فرماتے ہیں"، "ارشاد نبوی ﷺ: اذا استجنح اللیل" یا "کان جنح اللیل." ان کا معنیٰ غروب شمس کے بعد رات کا آنا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں: "بے شک اس وقت میں بچہ پر اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نجاست کہ جو شیاطین کو مرغوب ہوتی ہے وہ اکثر بچوں کو لگی ہوتی ہے اور وہ دعائیں کہ جو شیاطین سے بچاتیں ہیں وہ اکثر بچوں کو آتی نہیں۔ اور شیطان پھیل کر جہاں ہو سکے جا چمٹتے ہیں۔ اس لیے اس وقت میں بچوں پر اندیشہ ہوتا ہے۔"

اور شیاطین کو اس وقت منتشر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان کو رات کے وقت

---

[1] فتح الباری میں اس کے قریب قریب الفاظ سے بھی روایتیں نقل ہے مثلاً "کفوا امواشیطکم واھلیکم" اور "واتقوا فورة العشاء واحبسوا صبیانکم حتی تذھب........" اور "واطفؤا سرجکم فانه لم یؤذن لھم بالنتور علیکم" اور "واطفؤا مصابیحکم" اور "وامرنا ان نغلق الابواب" اور "ان الشیطان لا یفتح بابا مغلقا (غلقا)" اور "اوکـ سقاءکـ" اور "وخمروا انیتکم" مسند احمد ۲/۳۶۳)

۳/۳۰۱۔۳۰۶۔ ۳۱۹۔ ۳۶۳۔۳۷۴۔ ۳۸۶۔ ۳۸۸۔ ۳۹۵۔ مسلم باب الاشربة ۹۶۔۹۷۔ "الصحیحہ" ۱۴۳۲۔ ابوداؤد ۳۷۳۲۔ الربیع بن حبیب ج ۲، ص ۱۷۰ اور علامہ ذھبیؒ کی "طب نبوی" ۱۲۹۔۱۳۳ اور دیگر حضرات۔

حاشیہ میں مذکورہ الفاظ، معانی کے اعتبار سے مترادف الفاظ ہیں اس لیے ترجمہ نہیں کیا کیونکہ ان معانی میں پوری حدیث متن میں ذکر ہوگئی ہے۔ (نسیم)

اپنے کرتوتوں پر دن سے زیادہ قدرت ہوتی ہے کیونکہ رات کا اندھیرا یہ دوسروں کی شیطانی طاقتوں کو بھی شیطانوں کے ساتھ جمع کرنے میں معاون ہوتا ہے اس طرح ہر اندھیرا ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی اسی حدیث میں یہ ارشاد ہے، ''فما یقطع الصلوٰۃ؟'' نماز کون توڑتا ہے (یا توڑ سکتا ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کلب (یعنی کتا) کہ یہ کالا شیطان ہوتا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے ابن حجر فتح الباری ۶/۳۵۳ میں ''ارشادِ نبوی'' ''اذا سمعتم الدیکۃ'' کے بارے میں فرماتے ہیں،'' مرغ کی ایک ایسی عادت ہے جو کسی میں نہیں کہ وہ رات کے وقت کو پہچان لیتا ہے کہ وہ اس وقت میں قسط وار آوازیں نکالتا ہے کہ جو کبھی مختلف نہیں ہوتیں وہ یکے بعد دیگر فجر کے وقت سے پہلے اور بعد میں بانگ دیتا ہے کہ جس میں وہ کبھی خطا نہیں کھاتا۔ رات چاہے لمبی رات ہو یا چھوٹی، اسی وجہ سے بعض شوافع نے فجر کے وقت کی بابت تجربہ کار (آزمودہ کار سلجھے ہوئے) مرغ کی بانگ پر اعتماد کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''فانھا رأت ملکا'' ابن حبان نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور ابوداؤد اور احمد نے زید بن خالد کی حدیث کو مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''مرغ کو برا بھلا مت کہا کرو۔ کیونکہ یہ تمہیں نماز کی دعوت دیتا ہے۔''

اور بزار کی روایت میں اس طریق سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی وجہ بھی ذکر ہے وہ یہ کہ ''ایک مرغ نے اذان دی (اس نے ذرا زور سے دی ہوگی) کہ ایک آدمی نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

حلیمی کہتے ہیں، ''یہاں یہ قاعدہ اخذ کیا گیا ہے کہ ہر وہ شی کہ جس سے خیر ملے اس کو برا بھلا کہنا مناسب نہیں اور نہ ہی اس کی بے وقعتی و اہانت کی جائے۔ بلکہ اس کی عزت و توقیر اور اس کے ساتھ سلوک و احسان کیا جائے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ ''فانہ یدعو الی الصلوٰۃ'' کا ایسا حقیقی معنی نہیں کہ وہ اپنی آواز سے یہ کہتا ہے، ''نماز پڑھو'' یا یہ کہ ''نماز کا وقت آ گیا بھئی'' بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی یہ عادت جاری ہے کہ وہ طلوعِ فجر اور زوال کے وقت اُس فطرت کی وجہ سے چلاتا ہے (یعنی بانگ دیتا ہے) کہ جس پر

اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے "واذا سمعتم، نهاق الحمير" (اور جب تم گدھے کی رینک سنو) اور نسائی اور حاکم کی حضرت جابر کی حدیث میں "نباح الكلاب" (کتوں کی بھونکنے کی آواز) کے الفاظ بھی ہیں۔

اور ارشاد نبوی ﷺ: "فانهار أت شيطاناً" (کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے) طبرانی نے ابورافع سے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "لاينهق الحمار حتىٰ يرى الشيطاناً" اور يتمثل له شيطانا فاذا كان ذلك فاذكرو الله وصلوا اعلىّ." (گدھا اس وقت ہی رینکتا ہے کہ جب وہ شیطان کو دیکھتا ہے یا جب اس کے سامنے شیطان اپنی صورت میں آتا ہے تو جب (کتے یا گدھے کا) ایسا (رینکنا یا بھونکنا) ہو تو تم اللہ کو یاد کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں، "تعوذ کے حکم کا فائدہ اس شیطان کے شر سے بچنا ہے کہ جس سے یہ گدھا ڈرا ہے اور شیطان کے وسوسہ سے پناہ لینا ہے۔ لہٰذا اس شر اور وسوسہ کو دور کرنے کے لیے اللہ کی پناہ ڈھونڈی جائے۔"

داؤدی کہتے ہیں، "مرغ سے پانچ اچھی باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔"

(۱) خوبصورت آواز۔

(۲) سحری کے وقت اٹھنا۔

(۳) غیرت۔

(۴) سخاوت۔

(۵) کثرۃ جماع۔

﴿جن گھروں میں نماز اور ذکر نہ ہو فرشتے وہاں داخل نہیں ہوتے﴾

بخاریؒ کہتے ہیں، "ابن عون نے گھر کی اس مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔" ابن حجر "فتح الباری" میں کہتے ہیں، "مساجد وہ جگہیں ہیں جہاں

نماز ادا کی جائے نہ کہ وہ عمارتیں کہ جو ادائیگی نماز کے لیے بنائی جائیں۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''سب لوگوں کی (جماعت کے ساتھ مل کر) نماز آدمی کی گھر کی (اکیلے میں) نماز سے زیادہ اجر والی ہے اور آدمی کی بازار میں (جماعت کے ساتھ) نماز پچیس درجہ زیادہ ہے۔ تم میں سے جو وضو کرتا ہے پھر اچھا وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے (اور مسجد کی طرف آنے میں) سوائے نماز کے دوسرا کوئی ارادہ نہیں تو مسجد کے دروازہ میں داخل ہونے تک اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلہ ایک درجہ اللہ بلند کرتے ہیں اور ایک گناہ مٹاتے ہیں۔ اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک اس کو نماز روکے رکھتی ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ اپنی جگہ نماز پڑھتا رہتا ہے ایک فرشتہ اس پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ (وہ یوں کہ) اے اللہ! اس کی مغفرت کر اے اللہ اس پر رحم کر'' جب تک یہ کسی کو باتیں کر کے ایذا نہیں دیتا[1]۔''

پس وہ گھر جن میں کوئی نماز نہیں ہوتی اس میں فرشتے نہیں آتے، اور وہ فرشتوں کی صلاۃ، استغفار اور آدمی کے لیے طلب رحمت سے محروم ہوتا ہے۔

پس ملائکہ یہ نمازیوں سے محبت کرتے ہیں جس طرح وہ ذکر اللہ سننے سے محبت کرتے ہیں۔ حضرتِ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر مسجد کو چلا گیا اس نے ایک اونٹ قربانی کے لیے پیش کیا اور جو دوسرے وقت میں آیا گویا اس نے گائے کی قربانی پیش کی اور جو تیسرے وقت میں آیا گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی پیش کی۔ اور جو چوتھی گھڑی میں آیا۔ گویا کہ اس نے مرغ کی قربانی پیش کی۔

اور جو پانچویں وقت میں آیا گویا کہ اس نے انڈے کی قربانی پیش کی۔ پس جب امام (خطبہ دینے کے لیے) نکلتا ہے تو فرشتے بھی خطبہ سننے کے لیے آجاتے ہیں[2]۔''

---

1. بخاری ۴۷۷۔ مسند احمد ۱/ ۳۷۶۔ ۲۵۲۔ ۲/ ۴۵۸۔ ''المجمع'' ۲/ ۳۸۔

2. بخاری ۸۸۱ مسلم باب الجمعہ ۱۰۔ ترمذی ۴۹۹۔ ابوداؤد باب الطہارۃ باب ۱۲۸۔ نسائی ۳/ ۹۹ مسند احمد ۲/ ۴۶۰۔ موطا ۱۰۱۔ سنن بیہقی ۱/ ۲۹۷۔ ۳/ ۲۲۶۔ ''شرح السنۃ'' ۴/ ۲۳۴

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلے آنے والے کا نام لکھتے ہیں پھر جو اس کے بعد، جو اس کے بعد (ان سب کے نام آنے کی ترتیب کے اعتبار سے لکھتے ہیں)۔ اور سب سے پہلے آنے والی کی مثال اونٹ کی قربانی کرنے والے کی سی ہے پھر بعد والا گائے کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے پھر مینڈھا، پھر مرغی، پھر انڈا (وغیرہ کی طرح قربانی کرنے والے لوگ ہوں گے کہ جو حسبِ وقت بعد میں آئے ہوں گے) اور جب امام نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے سمیٹ کر خطبہ سننے لگ جاتے ہیں[1]۔''

جیسا کہ فرشتے ان کو جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں دور کرتے ہیں، گھیر لیتے ہیں۔ پس ایک مسلمان باپ جب اپنی اولاد کو اپنے گرد اکٹھا کرتا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اللہ کا تکرار شروع کرتا ہے تو بے شک فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور وہ گھر کہ جس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ وہاں پڑھائی جاتی ہے تو حضرت ابو ہریرۃؓ کی اس حدیث کی وجہ سے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں۔ اور وہاں اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر اپنے ہاں کے لوگوں میں کرتے ہیں[2]۔''

اور امام احمد کی روایت میں ہے، ''جب بھی کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں[3]۔'' اور امام احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے، ''جب

---

1. بخاری ۹۲۹۔ ۳۲۱۱۔ سنن بیہقی ۳/۲۲۶۔ مشکوۃ ۱۳۸۳۔ الترغیب ۱/۹۹۔ الاتحاف ۳/۳۵۶۔ بغوی ۷/۹۳
2. مسلم باب الذکر والدعاء ب ۱۱ حدیث نمبر ۳۵۔ ابوداؤد ۱۴۵۵۔ ابن ماجہ ۲۲۵۔ الاتحاف ۵/۸۔
3. مسند احمد ۳/۹۴۔ مصنف عبدالرزاق (۲۰۵۷۷) شرح السنہ ۴/۶۵۔ تاریخ کبیر ۱/۳۸۳۔ البدایہ ۱/۵۴

بھی کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں اور وہ اللہ کا ذکر کیے بغیر الگ ہو جاتے ہیں تو گویا کہ وہ مردہ گدھے پر سے اٹھے ہیں[۱]۔"

قرآنِ کریم سب بندوں پر اللہ کی نعمت کبریٰ ہے اور یہ سب سے بڑا ہادی اور سب سے روشن چراغ ہے کہ جو سالکین کے لیے دنیا کی اس آزمائش والی زندگی میں انہیں ہدایت کے راستے کا نور دکھلاتا ہے حتیٰ کہ دنیا میں وہ بھٹکنے سے بچ رہتے ہیں۔ اور گمراہی اور بدبختی سے بھی سلامت رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو زمین ، آسمان، پانی، ہوا، ہر بولنے والے، ہر گونگے (نہ بولنے والے) ہر جامد ہر متحرک کا خالق ہے اس قرآن کو وحی کے امین" جبرئیل علیہ السلام "نبی مصطفیٰ الصادق الامین ﷺ" کے دل پر لے کر اترے تاکہ وہ انہیں ساری انسانیت تک پہنچائیں کہ جن کا سلسلہ قیامت تک ہر اس شخص تک چلتا رہے گا کہ جس کو اس قرآن کی دعوت ملے گی۔ اور مسلم نے یہ جو حدیث روایت کی ہے کہ یہ مسلمانوں کے اللہ کے گھروں میں اس قرآنِ کریم کی تلاوت کے لیے جمع ہونے کی فضیلت کو بیان کرتی ہے کہ جو قرآن ہدایت کا سرچشمہ اندھیروں کا چراغ اور دلوں کی بہار ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے دور کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں (یعنی وہ مساجد میں قرآن کریم کی تلاوت کے لیے اور اس کی تفسیر پڑھنے کے لیے اور جس طرح کی ہدایت اور معانی کو یہ مشتمل ہے اس کو جاننے کے لیے جمع ہوتے ہیں) مگر یہ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے (دل کی طمانیت، نفس کی راحت اور دل کا سکون۔ یہ سکینہ ہے۔) پس کتاب اللہ کی صدق و اخلاص اور حسن تدبر کے ساتھ تلاوت کرنے والوں کے نفوس دل کے اطمینان میں ڈوبے رہتے ہیں۔ انہیں اس دنیا کی کسی شی کے فوت ہونے کا افسوس نہیں ہوتا۔ اور نہ

---

[۱] مسند احمد ۳۸۹/۲۔ ۴۹۴۔ مستدرک حاکم ۴۹۲/۱۔ "الدر المنثور" ۲۱۸/۵۔ کنز العمال ۱۸۱۲۔ ۲۵۴۵۷۔ ۱۸۱۳۔

ہی وہ دنیا کی شدید حرص رکھتے ہیں اور نہ ہی دنیا کی پورے طرح سے خدمت ہی کر پاتے ہیں۔ اور جب اللہ کے بندوں میں سے کسی مومن کے دل پر سکینہ ٹھاٹھیں مارتی ہے تو نہ تو وہ گمراہ ہوتا ہے نہ بدبخت اور نہ ہی اس کے جی میں دنیا کی کسی شی کا کھٹکا ہی آتا ہے وہ صبح شام لوگوں میں آتا جاتا ہے پس یہ دنیا کی زندگی ایک حال پر ہمیشہ نہیں رہتی اور نہ ہی دنیا کے کسی حال کو استقرار ہے اور جو چند گھڑیاں خوش نظر آتا ہے وہ دن رات کے زمانہ کے انقلابات سے مدتوں دکھی دکھائی دیتا ہے۔ سچ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الملک: ۱۔۲)

"وہ (خدا) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے وہ بڑا برکت والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔"

اللہ رحم کرے اس حکیم پر جس نے یہ شعر کہا ہے

للدهر لو كنت تدري هول منطقه

وعظ ترددہ، الآصال والبكر

"کاش کہ تو سمجھتا ہوتا کہ زمانے کی ایک دہشت اور سنگینی ہے اور اس کی زبان وہ وعظ و نصیحت ہے کہ جو اس کی شامیں اور اس کی صبحیں دہرائے چلی جارہی ہیں۔"

بے شک دل کی سکینہ دل سے ہر غم اور پریشانی کو دور کرتی ہے اور سکینہ والے کو امن و امان اور سعادت و رضوان کے دائرے میں لا داخل کرتی ہے۔ اور یہی وہ حقیقی سعادت ہے کہ جس کو یاد دلانے والے یاد دلاتے ہیں۔ اور ڈھونڈنے والے ڈھونڈتے ہیں۔ اور یہ حقیقی سکینہ اپنے کامل معنیٰ کے ساتھ فقط قرآن کریم کی تدبّر اور غور و فکر کے

ساتھ اور خشوع وخضوع اور خوف وخشیہ کے ساتھ کی جانے والی تلاوت کے سایہ میں ہی مل سکتی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اس نہایت بزرگ غرض کے لیے اللہ کے گھروں میں جمع ہونے والے ان لوگوں کے لیے تلاوتِ قرآن کریم کی ایک دوسری خوبی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ''اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔'' یہ رحمت، یہ اس کتاب کی تلاوت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا محض انعام واحسان ہے، پھر ایک تیسری اور پھر چوتھی خوبی بتائی جو ان تلاوت کے لیے جمع ہونے والوں کے لیے (اور وہ یہ کہ)۔

''فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ اپنے ہاں کے خواص میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔''

پس اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ''یہ اکٹھے ہونے والے کسی مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں، چاہے عام مساجد ہوں یا چاہے گھروں کی مساجد ہوں تاکہ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ تو فرشتے ان کا احاطہ کر کے گھیر لیتے ہیں۔ اور جس کو فرشتے گھیر لیں اور اس کا احاطہ کرلیں تو وہ اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی خاص عنایت اور جانوں کے پیدا کرنے والے کی حفظ وامان بھی شامل ہے۔ اور جس کا اللہ کے ہاں کے فرشتوں میں ذکر ہو تو وہ خوش بخت اور تعریف کیا گیا ہوتا ہے اور اس کو اپنے تمام اعمال واحوال میں توفیق ملتی ہے'' اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ کے ہاں'' تو اس سے مراد اس کا مرتبہ ہے نا کہ اللہ کے سامنے کوئی جگہ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان پاک ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

''آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کر لیتا ہے اور وہ جاننے والا ہے۔''

پس یہ حدیث شریف اللہ عزوجل کی کتاب کی تلاوت کی ترغیب دیتی ہے جیسا کہ مساجد عبادت کی غرض سے مسلمانوں کے اجتماع کی ترغیب دیتی ہے تاکہ لوگ اس فضل عظیم کو پالیں کہ جوان کے لیے خیر اور سعادت کو ثابت کرتا ہے اور جوان کی دنیا کی زندگی کو سعادت مند اور بزرگ بناتا ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں۔ اور انہیں کمی اور کجی سے دور رہنے والے ہر عمل کی توفیق بخشتا ہے پس یہ تلاوت کرنے والے کو بدبختی اور بدنصیبی اور برے انجام سے دور رکھتا ہے۔ بے شک ہمیں کتاب اللہ کی تلاوت کا حکم ہے اس میں ہم سے پہلوں کی خبر اور بعد والوں کی پیشن گوئی ہے یہ کھلا حق ہے یہ صاف ستھرا اور سیدھا راستہ ہے۔ ''جس نے قرآن پڑھ سنایا وہ سچا ہے'' جو اس عمل پیرا ہوا وہ ''زہے نصیب'' اور اجر لے اڑا۔ اور جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے اس خیر کی راہ بجھائی کہ نجاح وفلاح کی سیڑھی ہے اور لوگوں کی دنیا اور آخرت درست ہو ہی نہیں سکتی (اور نہ سدھر سکتی ہے) جب تک کہ وہ قرآن کے حق کو حق نہ کہیں اور اس کو لازم نہ پکڑ لیں۔ اور باطل کو باطل نہ ٹھہرائیں۔ اور اس سے ورے نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ سچ فرماتے ہیں۔

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَا صَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِ﴾

(العصر)

''عصر کی قسم کہ انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور (آپس) میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

اے مسلمانو! اپنے گھر شیاطین کو چرنے کے حوالے نہ کرو۔ ان گھروں میں نمازیں ذکر اور تلاوتِ قرآن کریم خوب کرو۔ تاکہ شیاطین کو دھکے دے کر نکال دو اور تمہیں فرشتے ملنے آئیں۔

واللہ الهادی الی السبیل

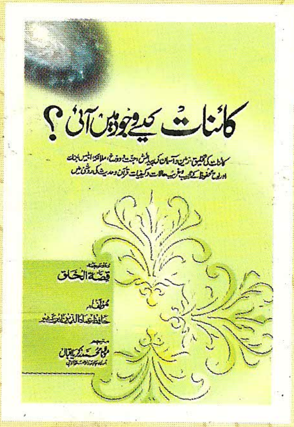

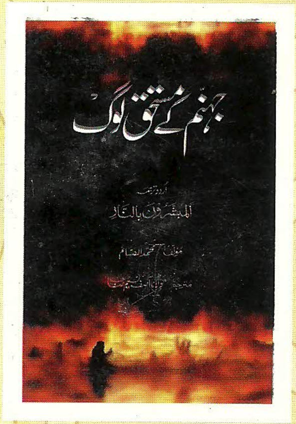

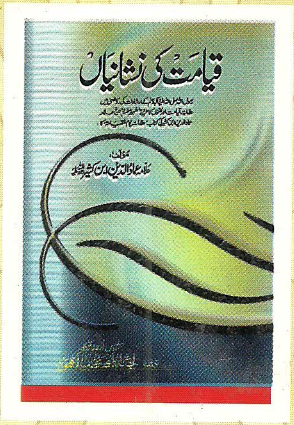

اریب
پبلیکیشنز

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-110002 (India)
Ph.: 011-23282550 E-mail : syedsajid_ali@rediffmail.com